ارباب مساجد وائمہ کرام کیلئے اہم مفید ترین کتاب

امامت کورس

ائمہ کرام اوصاف وذمہ داریاں

امامت کے ضروری مسائل

امام اور مقتدی حضرات

مؤذن وخدام مساجد

خطبہ جمعہ اور وعظ ودرس

امام اور متولی وانتظامیہ

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی عنایت الکریم مدظلہ

استاذ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان

تقریظ

حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہ

مفتی مظاہر علوم سہارنپور: انڈیا



ادارہ تالیفات اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان (0322-6180738)


Urdu Digital Library

ارباب مساجد وائمہ کرام کیلئے اہم مفید ترین کتاب

امامت کورس

ائمہ کرام اوصاف و ذمہ داریاں
موذن و خدام مساجد
امامت کے ضروری مسائل
خطبہ جمعہ اور وعظ و درس
امام اور مقتدی حضرات
امام اور متولی وانتظامیہ

مرتبہ

حضرت مولانا مفتی عنایت الکریم مدظلہ

استاذ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان

تقریظ

حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہ

مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔۔۔انڈیا

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان 0322-6180738

امامت کورس

تاریخ اشاعت .... جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ
ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت .... ساؤتھ پنجاب پرنٹنگ پریس، ملتان
بائنڈنگ .... اشرفیہ بک بائنڈنگ ...... ملتان

قانونی مشیر
محمد اکبر ساجد
(ایڈووکیٹ ہائی کورٹ ملتان)

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان

ادارہ اسلامیات ...... انارکلی ...... لاہور
مکتبہ سید احمد شہید ...... اردو بازار ...... لاہور
مکتبہ رحمانیہ ...... اردو بازار ...... لاہور
اسلامی کتاب گھر ...... خیابان سرسید ...... راولپنڈی
اسلامک بک کمپنی ...... امین پور بازار ...... فیصل آباد
مکتبہ رشیدیہ ...... سرکی روڈ ...... کوئٹہ
مکتبۃ الشیخ ...... بہادر آباد ...... کراچی
والی کتاب گھر ...... گوجرانوالہ
مکتبہ علمیہ ...... اکوڑہ خٹک

دارالاشاعت ...... اردو بازار ...... کراچی
قرآن محل ...... کمیٹی چوک ...... راولپنڈی
مکتبہ دارالاخلاص ...... قصہ خوانی بازار ...... پشاور
مکتبہ اسلامیہ ...... امین پور بازار ...... فیصل آباد
ممتاز کتب خانہ ...... قصہ خوانی بازار ...... پشاور
مکتبہ ماجدیہ ...... سرکی روڈ ...... کوئٹہ
مکتبہ عمر فاروق ...... شاہ فیصل کالونی ...... کراچی
مکتبہ نعمانیہ ...... گوجرانوالہ
اسلامی کتاب گھر ...... ایبٹ آباد

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

کلمات ناشر

پہلے مجھے پڑھیے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِحَضْرَةِ الْجَلَالَةِ وَالنِّعْمُ لِخَاتَمِ الرِّسَالَةِ

امابعد! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ادارہ کی جدید کتاب ''امامت کورس'' آپ کے سامنے ہے جس میں مساجد کی آبادکاری کے لئے ائمہ کرام انتظامیہ کمیٹی متولی حضرات وخدام مساجد کے ساتھ ساتھ مقتدی حضرات کے لئے اہم دینی راہنمائی کی گئی ہے۔ بفضل اللہ تعالیٰ موجودہ حالات کی ضرورت کے تحت اس میں اہم ترین معلومات، احکام ومسائل، آداب اور ہدایات جمع ہوگئی ہیں۔

مسلم معاشرہ میں مسجد کی اہمیت اور اس کے کردار ومبارک اثرات سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ مسجد کی محبت اور اس کا ادب واحترام ہر مسلمان کے دل ودماغ میں موجزن ہے اور مسجد کی عظمت ہی اس کے آداب کا تقاضا کرتی ہے۔ عہد نبوت اور خیر القرون میں مسجد صرف باجماعت نماز کی ادائیگی کے لئے ایک مبارک جگہ ہی نہ تھی بلکہ وہ مسلمانوں کے علمی عملی، اخلاقی اور رفاہی قیادت کے لئے مرکز کا کردار ادا کرتی تھی۔ اہل اسلام کی دینی وعسکری اور معاشرتی اُمور کے لئے قیادت گاہ یہی مسجد ہوتی تھی۔ یہی مسجد تھی جہاں سے اہل اسلام کی طرف سے مبلغین کی اطراف عالم میں تشکیل کی جاتی۔ یہی مسجد تھی جہاں سے اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے مجاہدین کے قافلے روانہ کئے جاتے تھے۔ یہی مسجد دار العلوم بھی تھی۔ یہی مسجد بیت المال بھی ہوتی تھی۔ اور یہی مسجد دار القضاء اور دار الافتاء بھی۔

یہ سب خیر القرون کی برکات تھیں لیکن جوں جوں ہم عہد نبوی سے دور ہوتے

چلے گئے اس مبارک دور کی برکات سے بھی محروم ہوتے گئے۔
یہ اس مبارک دور کی عکاسی ہے جس کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے "اذا الناس ناس والزمان زمان" جب لوگ بھی کیا خوب لوگ تھے اور زمانہ بھی کیا خوب تھا۔

ہم موجودہ حالات میں مسجد کی عظمت کو کیسے اپنے دل و دماغ میں جاگزیں کر سکتے ہیں ائمہ کرام اور انتظامیہ ایک دوسرے کا کیسے حق ادا کر سکتے ہیں۔ مسجد کے خدام سے ہمارا تعلق کیسے ہو۔ مسجد کی آبادکاری کے لئے ہمیں کیا آداب اختیار کرنے چاہیں۔ مسجد کی کمیٹی ممبران اور انتظامیہ اپنی مسجد کی خیر و برکات کو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے اور مسجد کے ماحول کو کیسے پُرسکون بنایا جا سکتا ہے۔ نماز کے مقتدی ہونے کی حیثیت سے ہمارے کیا حقوق و فرائض ہیں۔ ایسے تمام سوالوں کے جوابات اور قیمتی ہدایات پر مشتمل یہ جدید کتاب نہ صرف ائمہ کرام کے لئے تربیتی کورس ہے بلکہ انتظامی کمیٹی اور متولی حضرات کے لئے قیمتی ہدایات و ارشادات کا مجموعہ ہے اور مقتدی و خدام حضرات کیلئے بھی اس میں اہم ہدایات جمع کردی گئی ہیں۔

راقم الحروف کی ایک عرصہ سے تمنا تھی کہ اس اہم موضوع پر کتاب مرتب ہو جائے۔ اس سلسلہ میں احقر نے مسائل و آداب کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کی مولانا مفتی عنایت الکریم صاحب مدظلہ (استاذ الحدیث جامعہ رحیمیہ ملتان) نے نظر ثانی کر کے مسودہ مرتب کر کے ہمیں عنایت فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرف قبول نصیب فرمائے اور اسلامی معاشرہ میں مساجد کے مرکزی کردار کو اُجاگر کرنے کے لئے اپنی اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور ہم سب کو مساجد اور ان کے خدام کی محبت و خدمت کی توفیق سے نوازیں۔ آمین

والسلام   محمد اسحٰق عفی اللہ عنہ

۲۴ جمادی الاولی ۱۴۴۱ھ بمطابق ۲۰ جنوری 2020ء

امامت... چند اہم اُمور

● ...مسجد میں امام کے تقرر کے وقت بہتر ہے کہ شادی شدہ شخص کو امامت سپرد کی جائے۔ ● ...کوشش کی جائے کہ امام عالم ہو یا امامت کورس اچھی طرح سمجھ کر پڑھ چکا ہو۔ ● ...امام کے لیے تاکیداً گزارش ہے کہ کسی صاحب نسبت اللہ والے سے اِصلاحی تعلق رکھے اور باقاعدہ اِصلاح کی فکر رکھتا ہو۔

● ...ائمہ کرام مسجد کے انتظامی اُمور میں حتی الامکان مداخلت سے گریز کریں۔ ● ...اپنے تمام نمازیوں سے اچھے اَخلاق سے پیش آئیں تاکہ وہ آپ سے بلاتکلف دین سیکھ سکیں۔ ● ...عربی گرائمر سے ضروری سوجھ بوجھ ضرور رکھیں تاکہ دورانِ تلاوت وقف وغیرہ کی غلطی سے بچا جاسکے۔

● ...آج کل ہماری دینی زبوں حالی کا یہ حال ہے کہ بعض مساجد کے متولی اور انتظامیہ ایسا امام تلاش کرتے ہیں جو دو چار ہزار میں امامت کراتا ہے۔ انہیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا کہ اس کی ظاہری شکل وصورت امامت کے قابل ہے بھی یا نہیں۔ اس کی قرأت تجوید کے مطابق ہے یا نہیں وغیرہ۔ حالانکہ یہ متولی حضرات کی ذمہ داری ہے کہ وہ بہتر سے بہتر امام کا انتخاب کریں۔ معمولی بچت کرکے سب نمازیوں کی نماز کو داؤ پر نہ لگائیں ورنہ پوری ذمہ داری متولی اور ذمہ دار پر ہوگی۔

● ...کاش! علماء کرام اور ارباب مدارس ''امامت کورس'' کی طرف متوجہ ہوں اور ہماری مساجد میں ایسے ائمہ کرام ہوں جو متعلقہ ضروری مسائل سے واقف ہوں۔ مدارس کے ذمہ دار ہر جگہ ایسے کورس کرائیں اور ایسی سند بھی جاری کریں کہ مسجد کے ضروری احکام و آداب کا علم رکھنے والے حفاظ و اہل علم اپنی امامت کے ذریعے دین کی بہتر سے بہتر انداز میں خدمت کرسکیں۔

کلماتِ مُبارکہ

حضرت مولانا مفتی مجد القدوس خبیب رومی مدظلہم
مفتی دارالافتاء جامعہ مظاہر علوم سہارنپور (انڈیا)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى

امابعد! ''امامت کورس'' مرتبہ عزیز محترم مفتی عنایت الکریم صاحب زید تعنایۃ کی مرسلہ ''فہرست مضامین'' دیکھ کر محسوس ہوا کہ واقعۃً یہ وہ مسائل ہیں جو عموماً ہر مسجد اس کے متولی اور امام و نمازی حضرات کو پیش آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرتب موصوف کی اس جمع و ترتیب کو قبول فرمائے اور ہمارے محترم محبِ مخلص جناب حافظ قاری محمد اسحٰق صاحب ملتانی زید فضلہ کو جزائے خیر دے کہ وہ اپنے ''ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان'' سے پے در پے مسلسل ایسی ایسی مفید و نافع کتب و رسائل اُمتِ مسلمہ کے نفع اُٹھانے کے لئے شائع کرتے رہتے ہیں۔

دُعا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ انہیں دنیا و آخرت میں اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں۔

دُعا جو

مجد القدوس خبیب رومی عفی اللہ عنہ
۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۴۱ھ ہجری

کلماتِ مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ حَمْدًا یُوَافِیْ نِعَمَہٗ وَیُکَافِیْ مَزِیْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ

امابعد! نماز کا درجہ دین وشریعت میں وہی ہے جو سر کا درجہ جسم میں ہے۔ایمان کے بعد حقوق اللہ میں سب سے اہم نماز ہے۔شریعت میں نماز کی امامت کا مسئلہ بھی بڑی اہمیت وعظمت کا حامل ہے۔امامت ایک عظیم الشان ذمہ داری ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل سنت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تا وقت رحلت اس پر مواظبت فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اساطین اُمت سے امامت کے جلیل القدر منصب اور اہم ذمہ داری کو نبھانا اور پابندی کرنا ثابت ہے۔کسی مسجد میں امامت و خطابت کے منصب پر فائز ہونا جہاں ایک طرف بڑی سعادت کی بات ہے دوسری طرف بڑی ذمہ داری اور مسؤلیت کا مقام بھی ہے چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص جماعت کی امامت کرے اس کو چاہئے کہ اللہ سے ڈرے اور یقین رکھے کہ وہ (مقتدیوں کی نماز کا بھی) ضامن یعنی ذمہ دار ہے اور اس سے اس ذمہ داری کے بارے میں بھی سوال ہوگا ، اگر اس نے اچھی طرح نماز پڑھائی تو پیچھے نماز پڑھنے والے سب مقتدیوں کے مجموعی ثواب کے برابر اس کو ملے گا۔بغیر اس کے کہ مقتدیوں کے ثواب میں کمی آجائے اور نماز میں جو نقص اور قصور رہے گا اس کا بوجھ تنہا امام پر ہوگا۔'' (معجم اوسط للطبرانی)

ایک وقت تھا کہ مدارس میں اکثریت طلبہ کرام دورانِ تعلیم ہی اپنی علوِ استعداد اور طلب صادق کی برکت سے اتنی تربیت حاصل کر لیتے تھے کہ امامت ، خطابت ، تدریس

وغیرہ کسی بھی شعبہ میں اساتذہ کرام انہیں بلاتکلف منتخب کر لیتے تھے اور وہ اپنی مفوضہ ذمہ داریاں بطریق احسن انجام دے لیتے تھے۔ لیکن اب صورت حال یہ ہے کسی بھی شعبہ کے موزوں اور تربیت یافتہ لوگوں کا فقدان ہے۔ امامت کیلئے کوئی جگہ آجائے تو سوچنا پڑتا ہے کہ کس کو بھیجا جائے۔ اس سلسلہ میں بعض تلخ تجربات سے بھی گزرنا پڑا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ دین کے ہر شعبہ میں خدمت کے سلیقہ وطریقہ کی اپنے اساتذۂ کرام واکابر سے باقاعدہ تربیت حاصل کی جائے اور متعلقہ خدمت کی تربیت و سلیقہ کے متعلق اکابر کے افادات کا خوب مطالعہ کیا جائے۔

ایک مرتبہ بندہ نے سیدی وسندی حضرت اقدس مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ امامت کے حوالہ سے کوئی نصیحت فرمادیں۔ تو حضرت والا نے تین نصیحتیں فرمائیں: ❶... مسجد کے انتظامی اُمور میں حتی الامکان دخل نہ دیں۔ بندہ نے عرض کیا بعض اوقات انتظامیہ مشورہ طلب کرتی ہے۔ فرمایا کہ ہاں جب مشورہ طلب کریں تو جو مناسب مشورہ ذہن میں آئے اس کا اظہار کردیں۔ ❷... مقتدیوں سے اپنی کسی حاجت کا سوال ہرگز نہ کریں نہ زبان سے کریں اور نہ ہی دل سے سوال کریں۔

❸... آپ جتنا اپنے نمازیوں سے اچھے اخلاق سے پیش آئیں گے آپ کے نمازی آپ سے اُتنا ہی دین سیکھیں گے۔ امام مسجد کو چاہئے کہ اس منصب کو محض اپنے بچوں کی روزی روٹی کا ذریعہ نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے دینی خدمت کا ایک بہترین ذریعہ وموقع عطاء کیا ہے۔

اپنے نمازیوں کے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت، اخلاق کی مکمل اصلاح و تربیت کی کوشش کرے۔ ہفتہ میں 3 دن درس قرآن کریم۔ 2 دن درس حدیث شریف اور ایک دن وضو، غسل، نماز وغیرہ کا مسنون طریقہ اور دیگر ضروری مسائل کے سکھانے کے لئے مقرر کرے اور خوب مطالعہ اور محنت سے کام لے اور کبھی کوئی مسئلہ غلط بیان نہ کرے۔ اگر کوئی ایسا مسئلہ پوچھے جو اس وقت نہ آتا ہو تو صاف کہہ دے کہ دیکھ کر بتاؤں گا۔ اس سے انہیں اعتماد پیدا ہوگا کہ ہمارا امام محتاط شخص ہے۔ غلط بات بیان نہیں کرتا۔ یہ ہرگز خیال نہ کرے کہ لوگ کہیں گے کہ امام کو مسئلہ نہیں آتا۔ کیونکہ غلط بتانے میں سبکی

زیادہ ہے۔ امام کو چاہئے کہ نماز پڑھانے میں وقت کی خوب پابندی کرے۔ کتنا ہی عالی مضمون بیان ہو رہا ہو جمعہ لیٹ نہ کرے۔ وقت کی پابندی سے لوگوں کو بڑا اعتماد ہوتا ہے اور لوگ دُور دُور سے جمعہ پڑھنے آتے ہیں۔

سیدی و مرشدی حضرت اقدس مفتی عبدالقادر صاحب قدس اللہ تعالیٰ (شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء عیدگاہ کبیر والا) نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ: ''میں نے ایک مرتبہ کراچی میں جمعہ کی نماز خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ادا کی۔ مولانا تھانوی کی نمازِ جمعہ صرف پانچ منٹ لیٹ ہوگئی تو انہوں نے نماز کے بعد مقتدیوں سے معذرت فرمائی کہ مجھے وقت کا صحیح اندازہ نہ ہو سکا۔'' اس پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر مولانا احتشام الحق تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جمعہ کو ایک گھنٹہ بھی لیٹ کر دیتے تو شاید لوگ محسوس نہ کرتے۔

اسی طرح امام مسجد کو چاہئے کہ تواضع اختیار کرے عوام الناس کی تحقیر نہ کرے۔ اور اگر کوئی آدمی کسی غلطی کی نشان دہی کرے اور واقعی غلطی ہو تو دل سے تسلیم کرے اور شکریہ ادا کرے۔ مسجد کی تمام اشیاء اور رقم کو امانت سمجھے اور یہ سمجھے کہ یہ وقف کا مال ہے اور وقف کا مال ایک زہر ہے۔ بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے۔

مسجد کی آبادی کی فکر رکھے۔ نمازوں کے اوقات مقرر کرنے اور دیگر اُمور میں اس بات کا خیال کرے کہ تکثیر جماعت ہو۔ کیونکہ تکثیر جماعت شرعاً مطلوب ہے۔ مسجد میں مقامی بچوں کے لئے ناظرہ قرآن کریم اور بنیادی دینی تعلیم کا اہتمام رکھے۔ اور چھٹیوں میں مختصر دینی کورس، کالج اور سکولوں کے طلبہ کرام کے لئے منعقد کرنے کی کوشش کرے۔

جتنا ہی مخالف ماحول کیوں نہ ہو کم از کم بدعات اور رسومات کی مجالس میں اپنی شرکت کر کے انہیں پختہ نہ کرے۔ شرکت کے بعد کبھی بھی ان پر نکیر نہ کر سکے گا۔ حفاظت دین اشاعت دین پر مقدم ہوا کرتی ہے۔ تہمت کی جگہوں سے بچے۔ اکابر کا فرمان ہے ''اَلشَّیْخُ فِی قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِی اُمَّتِہٖ'' کہ کسی بھی قوم کے شیخ اور امام میں انبیاء کی سی دینداری اور احتیاط ہونی چاہئے۔

امام اکیلا پوری طرح بہترین ماحول نہیں بنا سکتا۔ جب تک انتظامیہ اور نمازیوں کا

تعاون شامل نہ ہو۔ لہٰذا انتظامیہ اور مقتدی حضرات کو بھی چاہئے کہ دینی معاملات میں مداخلت نہ کریں۔ اختلاف کی صورت میں خود سے فیصلہ کرنے کی بجائے اپنے علاقہ کے معتبر دارالافتاء سے رجوع کریں۔ دل سے امام صاحب کی عزت کریں یہ سوچیں کہ امام کی عزت وشرف کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اکیلے امام کو سب نمازیوں کی نماز کا ثواب ملتا ہے۔

چھوٹی موٹی غلطیوں سے درگزر کریں امام کی تربیت اور انتظامیہ اور مقتدی حضرات کے لئے گراں قدر ہدایات پر مشتمل اس کتاب کا بنیادی مواد تو مخدوم ومکرم جناب قاری محمد اسحٰق صاحب نے اکٹھا فرمایا اور بندہ کو مرتب کرنے کا حکم فرمایا۔

اور مقدمۃ الکتاب کے طور پر بھی کچھ لکھنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ بندہ نے تعمیل حکم کی ہے اور یہ سطور تحریر کی ہیں۔ بندہ کو یہ اعتراف ہے کہ مصروفیات کے باعث پوری باریک بینی سے اس مواد کو نہیں دیکھ سکا۔ البتہ اتنا اطمینان ضرور ہے کہ موضوع کی مناسب سے اکابر کے افادات جمع ہو گئے ہیں۔ اہل علم حضرات کہیں سقم کی نشان دہی فرمائیں گے تو آئندہ ایڈیشن میں اس کی تصحیح کردی جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

وہ ائمہ حضرات جو غیر عالم ہیں ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اس کتاب سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں اس کو بار بار پڑھیں اور جہاں کہیں کوئی بات قابل فہم ہو تو قریبی دارالافتاء واہل علم سے سمجھ لیں خود کو اچھی مستند کتب کے مطالعہ کا عادی بنائیں۔

اس سے خود آپ کو بھی فائدہ ہوگا اور آپ کے مقتدی حضرات بھی آپ کے بارے میں مطمئن رہیں گے۔ دِل سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین............ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

محمد عنایت الکریم

مدرس جامعہ دارالعلوم رحیمیہ ملتان

۲۲ جمادی الاوّل ۱۴۴۱ھ بمطابق 19 جنوری 2020ء

فہرست عنوانات

اذان...فضیلت واحکام

مسجد کی انتظامی کمیٹی کیلئے اہم ہدایات

ائمہ کرام کے اوصاف اور دستورالعمل

امامت کے لیے اہم ہدایات.... آداب اور اُن حمیدہ صفات کا بیان جو ائمہ کرام کے لیے نہایت ضروری ہیں۔ نیز مسجد کی آبادکاری کے لیے ائمہ کرام کس طرح اپنا کردار ادا کر کے دینی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں۔

اِمام کے اوصاف

امام میں مندرجہ ذیل اوصاف کا پایا جانا ضروری ہے:

❶...اس شخص میں خود اِمامت کی خواہش نہ ہو، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ دوسرا آدمی اس منصب کو انجام دینے والا موجود ہو (اگر دوسرا کوئی شخص یہ اہلیت نہ رکھتا ہو تو پھر خواہش کرنا درست ہے)۔

❷...جب اس سے افضل شخص امامت کیلیے موجود نہ ہو تو بھی خود آگے نہ بڑھے۔

❸... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "لوگوں کی امامت کوئی شخص کرے اور اس سے افضل شخص اس کے پیچھے موجود ہو تو اَیسے لوگ ہمیشہ پستی میں رہیں گے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر میری گردن ماردی جائے تو میری نظر میں اس بات سے بہتر ہے کہ میں ایسی جماعت کی اِمامت کروں جس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود ہوں۔

❹... اِمام قاری ہو۔ دین کی باتیں سمجھتا ہو، سنت سے خوب آگاہ ہو، حدیث شریف میں ہے کہ اپنا دینی معاملہ تم اپنے فقیہوں کے سپرد کردو اور قاریوں کو اپنا اِمام بناؤ۔ ایک دوسری حدیث اس سلسلے میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اِمامت وہ لوگ کریں جو تم میں بہتر ہوں وہ اللہ کی بارگاہ میں تمہارے نمائندے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تخصیص اس لئے فرمائی ہے کہ دیندار اِمام اور علم وفضل رکھنے والے لوگ اللہ کو جاننے اور اس سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی نماز اور مقتدیوں کی نماز کو سمجھتے ہیں اور نماز کو خراب کرنے والی باتوں سے گریز کرتے ہیں۔

''قاری قرآن'' سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد بے عمل قاری نہیں بلکہ باعمل حافظ ہے، حدیث شریف میں ہے کہ اس قرأت کا زیادہ حق دار وہ ہے جو اس پر عمل کرتا ہے اگر وہ اس کو پڑھتا نہ ہو یعنی سرے سے حافظ وقاری نہ ہو یا وہ قاری تو ہو لیکن قرآن پر عمل کرنے والا اور حدودِ الٰہی کی پرواہ کرنے والا نہ ہو، اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرائض پر عمل کرتا ہو اور نہ اس کی ممنوعات سے احتراز واجتناب کرتا ہو تو اللہ بھی ایسے شخص کی پرواہ نہیں کرتا اور نہ ایسا شخص کسی عزت وتکریم کا مستحق ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ جس نے قرآن کی حرام کردہ چیزوں کو حلال جانا وہ قرآن پر ایمان نہیں رکھتا، لوگوں کو جائز نہیں کہ ایسے شخص کو امام بنائیں۔

اِمامت کا لائق وہی ہے جو سب سے زیادہ عالم ہونے کے ساتھ اس پر عمل بھی کرے اور اس کو خدا کا خوف بھی ہو۔

5 ...امام لوگوں کی عیب جوئی اور غیبت سے اپنی زبان کو روکے۔ اور دوسروں کو نیکی کا حکم دے۔ اور خود بھی اس پر عمل کرے۔ دوسروں کو برائی سے منع کرے، اور خود بھی باز رہے، نیکی اور نیک لوگوں سے محبت رکھے۔ بدی اور بدوں سے نفرت کرے۔ اوقاتِ نماز سے واقف ہو، حرام باتوں سے اجتناب کرتا ہو، فعل حرام سے اپنے ہاتھوں کو روکنے والا اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی طلب کرنے والا ہو۔

دنیا کی حرص وطمع اس میں نہ ہو نیز حلیم وصابر اور شر وفساد سے کوسوں دُور رہنے والا ہو، لوگ اگر اس پر نکتہ چینی کریں تو صبر کرے اور خدا کا شکر ادا کرے، بُرے کاموں سے آنکھوں کو بند رکھے، ہر کام حلم اور بُردباری سے انجام دے، شرم گاہ دیکھنے سے اپنی آنکھیں بند رکھے۔ اگر کوئی جاہل اس کے ساتھ برائی سے پیش آئے تو برداشت کرے اور کہہ دے کہ ''اَللّٰھُمَّ سَلَامًا''۔ لوگ اس کی طرف سے امن و سلامتی پائیں۔ (لوگوں کو اس سے تکلیف نہ پہنچتی ہو) لیکن خود اپنے نفس کی طرف سے بے چین ہو، نفسانی خواہشات سے اپنی آزادی کا خواہاں ہو، اور ان سے اپنے

نفس کو رہا کرنے کی کوشش کرتا ہو، وہ ہمیشہ اس بات کو محسوس کرتا ہو کہ امامت جیسے عظیم المرتبت کام کو اس کے سپرد کر کے اس کی آزمائش کی گئی ہے، امامت کا درجہ بہت بلند و بالا ہے امام کے پیشِ نظر ہمیشہ امامت کی عظمت اور مرتبت رہنی چاہئے۔

اِمام کو ہدایت

اِمام کو لازم ہے کہ بیکار گفتگو نہ کرے، امام کی حالت دوسرے لوگوں کی حالت سے بالکل جُداگانہ ہے جب وہ محراب میں کھڑا ہو تو اس وقت اس کو سمجھنا چاہئے کہ میں اَنبیاء علیہم السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے مقام پر کھڑا ہوں اور رب العالمین سے کلام کر رہا ہوں۔

نماز کے ارکان پورے پورے ادا کرنے کی دِل سے کوشش کرے اور جن لوگوں نے امامت کی یہ رسی اس کے گلے میں ڈالی ہے یعنی اس کو اِمام بنایا ہے ان کی نماز کی تکمیل کی بھی کوشش کرے، نماز مختصر پڑھائے۔ اس طرح کہ تمام ارکان پورے اَدا ہوں۔ جو لوگ اس کے پیچھے کھڑے ہیں ان کا خیال کرے کہ ان میں کمزور اور ضعیف لوگ بھی شامل ہیں۔ اس لئے اپنے کو کمزور و ناتواں لوگوں میں شمار کرے۔

اللہ تعالیٰ اِمام سے خود اس کے بارے میں اور مقتدیوں کے متعلق باز پرس فرمائے گا۔ اپنی امامت کی ذمہ داری پر افسوس کرے، سابقہ خطاؤں، گناہوں اور ضائع کردہ اوقات پر ندامت کا اظہار کرے، اپنے آپ کو مقتدیوں سے برتر نہ سمجھے۔ کوئی شخص اس کی برائی کرے تو اُسے بُرا نہ سمجھے۔ اگر اس کی غلطی ظاہر کرے تو نفسانی خواہش کے پیشِ نظر ہٹ دھرمی اور ضد نہ کرے۔ اس بات کو پسند نہ کرے کہ لوگ اس کی تعریف کریں، تعریف اور مذمت دونوں کو برابر سمجھے، امام کا لباس صاف ستھرا اور خوراک پاک ہو اس کے لباس سے اتراہٹ اور بڑائی ظاہر نہ ہوتی ہو۔ اور اس کی نشست میں غرور کی جھلک نہ ہو، کسی جرم کی سزا میں اس پر اسلامی حد جاری نہ کی گئی ہو، یعنی سزا یافتہ نہ ہو لوگوں کی نظر میں متّہم نہ ہو، حکام سے کسی کی لگائی بجھائی نہ کرتا ہو،

لوگوں کے رازوں کی حفاظت کرے (پردہ دَری نہ کرے) کسی سے کینہ نہ رکھے، امانت، تجارت، اور مستعار چیزوں میں خیانت کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔

خبیث کمائی والا امامت کا اہل نہیں ہے، جس کے دِل میں حسد، کینہ اور بغض ہو اس کو بھی امام نہ بنایا جائے، دوسروں کے عیب کی تلاش کرنے والے لوگوں کو فریب دینے والے، مغلوب الغضب، نفس پرست اور فتنہ وفساد پیدا کرنے والے شخص کو بھی امام نہیں بنانا چاہئے۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۸۵۸)

امام کے لئے مزید شرطیں

امام کے لئے ضروری ہے کہ فتنہ پیدا کرنے کی کوشش نہ کرے نہ فتنہ کو تقویت پہنچائے بلکہ باطل پرستوں کے خلاف اہلِ حق کی مدد کرے، ہاتھ سے ممکن نہ ہو تو زبان سے، اگر زبان سے بھی ممکن نہ ہو تو دِل سے ان کی مدد کا خواہاں ہو، اللہ کے معاملہ میں کسی بُرا کہنے والے کے بُرا کہنے کا خیال نہ کرے، اپنی تعریف کو پسند نہ کرے، نہ اپنی مذمت کا بُرا مانے، دُعا میں اپنے لئے تخصیص نہ کرے، بلکہ جب دُعا کرے تو اپنے لئے اور تمام لوگوں کے لئے عام طور پر دُعا کرے اگر تنہا اپنے لئے دُعا کرے گا تو دوسروں کے ساتھ خیانت ہوگی۔

اہل علم کے سوا کسی کو کسی پر ترجیح نہ دے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''نماز میں مجھ سے قریب اہلِ علم اور ذی فہم لوگ کھڑے ہوں''۔ اس طرح امام سے پیچھے یعنی اگلی صف میں ایسے ہی لوگوں کو ہونا چاہئے دولت مند کو، اپنے قریب اور غریب کو حقیر جان کر دُور کھڑا نہ کرے۔ ایسے لوگوں کی امامت نہ کرے جو اس کی امامت کو پسند نہیں کرتے۔ اگر مقتدیوں میں کچھ لوگ اس کی امامت کو پسند اور کچھ ناپسند کرتے ہوں تو ناپسند کرنے والوں کی تعداد اگر زیادہ ہے تو اِمام کو محراب چھوڑ دینی چاہئے (یعنی نماز نہ پڑھائے) لیکن شرط یہ ہے کہ مقتدیوں کی ناگواری اور ناپسندیدگی کی وجہ حقانیت اور علم و آگہی پر ہو اگر ناگواری کا باعث جہالت اور باطل پرستی ہو یا وہ فرقہ وارانہ تعصب

اور نفسانی خواہش پر مبنی ہو تو پھر مقتدیوں کی ناگواری کی پرواہ نہ کرے اور نہ ان کی وجہ سے نماز پڑھانا ترک کرے، اگر قوم میں اس بناء پر فتنہ وفساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو تو البتہ کنارہ کش ہو جائے اور محراب کو چھوڑ دے اور اس وقت تک محراب کے پاس نہ جائے جب تک لوگ آپس میں صلح نہ کر لیں اور اس کی امامت پر راضی نہ ہو جائیں۔

امام جھگڑنے والا، زیادہ قسمیں کھانے والا اور لعنت کرنے والا نہ ہو، امام کو برائی کی جگہ اور تہمت کے مقام پر جانا مناسب نہیں اس کو چاہئے کہ نیک لوگوں کے علاوہ کسی سے میل ملاپ نہ رکھے۔ امام کو لازم ہے کہ فتنہ وفساد اُٹھانے والوں، گناہ اور گنہگاروں نیز سرداری اور سرداروں سے محبت نہ کرے، اگر لوگ اسے ایذاء پہنچائیں تو صبر کرے۔ اور اس کے عوض اُن سے محبت کرے اور ان کی بھلائی کا طالب ہو اور خیر خواہی کی کوشش کرتا رہے۔

امامت کے لئے جھگڑا کرنا منع ہے

امامت کے لئے جھگڑا نہیں کرنا چاہئے اگر کوئی دوسرا شخص اس بار کو اس کی جگہ اُٹھانا چاہتا ہے تو اس سے اس معاملے میں نہ جھگڑے، اکابر ملت اور سلفِ صالحین کے بارے میں منقول ہے کہ اُنہوں نے امام بننے سے گریز کیا اور اپنے بجائے ایسے لوگوں کو امامت کے لئے بڑھا دیا جو بزرگی اور تقویٰ میں ان کے برابر نہیں تھے۔ اس طرزِ عمل سے ان کا مدعا یہ تھا کہ خود ان کا بوجھ ہلکا ہو جائے وہ اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں امامت میں ان سے کوئی قصور اور کوتاہی نہ ہو جائے۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۸۶۵)

اِمامت کی اُجرت

اِمامت کی اُجرت کے بارے میں شروع ہی سے اختلافی مسئلہ چلا آرہا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ و امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ایسی طاعت پر جو اجیر کے ذمہ متعین نہ ہو۔ عقدِ اجارہ منعقد کرنا اور اُجرت لینا دینا جائز ہے جیسے تعلیم قرآن، اذان و امامت وغیرہ۔

امام اعظم ابوحنیفہ، زہری اور قاضی شریح رحمہم اللہ اور ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ طاعت پر اجارہ ناجائز ہے۔ متقدمین حنفیہ کا یہی مسلک تھا کہ طاعت پر اُجرت لینا دینا ناجائز ہے اور قدمائے حنفیہ اسی کے موافق فتویٰ دیتے اور عمل کرتے رہے۔

علم دین پڑھانے والوں، اذان کہنے والوں اور اِمامت کرنے والوں کے وظائف بیت المال سے مقرر ہوتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان اور فارغ البالی سے اپنا کام انجام دیتے رہتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد اسلامی سلطنت نہ رہنے یا بیت المال کے مصارف میں بعض مسلمان بادشاہوں کے شرعی حدود سے تجاوز کر جانے کی وجہ سے ان علماء اور موذنین وائمہ کے وظائف بند ہو گئے اور تعلیمِ علوم دینیہ یا اذان و امامت کی انجام دہی میں جو فراغت قلبی انہیں حاصل تھی وہ جاتی رہی چونکہ یہ لوگ بھی آخر اِنسان تھے اور اِنسانی ضروریات معاش ان کی زندگی کے لوازمات میں بھی داخل تھیں، اس لئے ان کو مجبوراً مال حاصل کرنے کے ذرائع کی طرف متوجہ ہونا پڑا، جس کے ذریعہ اپنی اور اپنی اولاد و متعلقین کی گذر بسر ہو سکے۔

ذرائع معاش چونکہ مختلف اقسام کے ہیں، کسی نے کوئی طریقہ اختیار کیا کسی نے کوئی کسی نے تجارت، کسی نے زراعت، کسی نے ملازمت اور کسی نے صنعت و دست کاری اختیار کی۔ اسی طرح ضرورتیں بھی کم وبیش مختلف تھیں، اس لئے رات دِن کے چوبیس گھنٹوں میں ایک بڑا حصہ کسبِ معاش میں خرچ کر دینے کے باوجود بھی بعض افراد کی ضرورتیں پوری نہ ہوئیں۔ ان حالات کی وجہ سے مجبوراً بہت سے علماء، موذن اور امام، تعلیم علومِ دینیہ یا اذان و اِمامت کی خدمت کو بالالتزام پورا نہ کر سکے اور بالآخر ان خدمات کو چھوڑنا پڑا۔

لیکن تعلیم چھوڑنے سے یہ نقصان تھا کہ علمِ دین کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا کیونکہ جب پڑھانے والوں کو اپنی ضروریاتِ معاش میں مشغول ہونے کی وجہ سے اتنی فرصت نہ ملتی کہ طلباء کو پڑھا سکیں تو علومِ دین کی زندگی اور بقاء کی کیا صورت تھی؟

اذان چھوڑ دینے سے یہ نقصان تھا کہ نماز کے اوقات کا انضباط جو معین مؤذن ہونے کی صورت میں ہوسکتا ہے درہم برہم ہو جاتا چونکہ اس زمانہ میں بڑے بڑے شہروں میں بلکہ بعض قصبوں میں بھی اکثر غریب مسلمان کارخانوں اور کمپنیوں اور ملوں میں مزدوری پر کام کرتے ہیں اور اپنے افسروں کی خوشامد کر کے نماز اور جماعت کی اجازت حاصل کرتے ہیں ایسے لوگوں کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ اذان اور نماز کا وقت معین ہو کہ اس کے موافق وہ کارخانوں سے ٹھیک وقت پر آجایا کریں اور جماعت سے نماز پڑھ کر اپنے کام پر چلے جائیں۔ اگر اذان و جماعت کے اوقات معین نہ ہوں تو ان لوگوں کو یا تو جماعت چھوڑنی پڑے گی یا اپنے کام میں زیادہ دیر تک غیر حاضر رہنے کی وجہ سے افسروں کی ناراضگی پیش آئے گی اور اپنے ذرائع معاش کو کھونا پڑے گا۔ امام معین نہ ہونے کی صورت میں جماعت کا انتظام درست نہیں رہ سکتا اور پورے انضباط سے نماز نہیں ہوسکتی۔

پس متاخرین فقہاء حنفیہ نے اس ضرورتِ شرعیہ کی وجہ سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق یہ فتویٰ دے دیا کہ مواقع ضرورت میں طاعت پر اُجرت لینا جائز ہے اور قرآن شریف وحدیث وفقہ کی تعلیم اور اذان وامامت پر اُجرت لینے کے جواز کی تصریح کر دی۔ کیونکہ یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے باقی نہ رہنے سے اسلامی حقیقت کا باقی رہنا بھی مشکل ہے۔

(دینی خدمات اور معاوضہ، ص ۱۷،۲)

ائمہ کرام کی صفات

ذیل میں چند ”صفات“ اور خوبیوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے یہ صفات اور خوبیاں اگرچہ بالعموم ہر مسلمان میں ہونی چاہئیں، چاہے وہ عالم ہو یا عام مسلمان، پڑھا لکھا ہو یا اَن پڑھ، البتہ امامت جیسے اعلیٰ اور ممتاز منصب پر فائز ہونے والے صاحب نصیب شخص چوں کہ عام لوگوں سے زیادہ رابطہ میں ہوتا ہے۔ اس لئے بطور مذاکرہ و یاددہانی کے ان صفحات میں چند صفات کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

❶ ...معاف کردینا

حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائبین کو چاہئے کہ وہ معاف کرنے والے بنیں، لوگوں کی باتوں کو دل پر نہ لیں۔ اگر کوئی مقتدی یا کمیٹی کا کوئی رکن کسی غلطی پر معذرت کرے تو اس کی معذرت کو قبول کرنا چاہئے۔

اسی طرح اپنے مقتدیوں، شاگردوں، ماتحتوں اور گھر والوں کو معاف کردیا کریں، تاکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی مکمل اتباع نصیب ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ“ (سورۃ الاعراف:۱۹۹)

ترجمہ: ”آپ درگزر کو اختیار کریں، نیک کام کی تعلیم دیں اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جائیں۔“

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

”عفو“ کے، ایک معنیٰ ”معافی اور درگزر کرنے“ کے بھی آتے ہیں“۔

علماء تفسیر کی ایک جماعت نے اس جگہ یہی معنیٰ مراد لے کر اس جملہ کا یہ مطلب

قرار دیا ہے کہ آپ گناہ گاروں، خطا کاروں کے گناہ و قصور کو معاف کر دیا کریں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے آیت کا مطلب پوچھا، حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ اس آیت میں آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَکَ اَنْ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَ تُعْطِيَ مَنْ حَرَمَکَ وَتَصِلَ مَنْ قَطَعَکَ" (تفسیر ابن کثیر: ۵٦۱، الاعراف: ۱۹۹)

ترجمہ: "جو شخص آپ پر ظلم کرے آپ اس کو معاف کر دیں اور جو آپ کو کچھ نہ دے آپ اس پر بخشش کریں اور جو آپ سے تعلق قطع کرے آپ اس سے بھی ملا کریں۔"

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ دار العلوم دیوبند کے طلبہ میں اور بستی والوں میں فساد کی صورت پیدا ہوگئی، طلبہ مظلوم تھے، اس لئے ان کو انتقام کی فکر تھی، جذبات اتنے مشتعل تھے کہ ان پر قابو پانا طاقت سے باہر تھا۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی صدارت میں اساتذہ اور طلبہ کا ایک اجتماع ہوا۔ اس موقع پر حضرت (مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ) نے تقریر فرمائی۔ واقفیت رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ حضرت صرف خطابت کی حیثیت سے ایسے ممتاز خطیب نہ تھے کہ صرف زورِ خطابت سے مجمع پر قابو پا لیتے، لیکن قدرت نے جو روحانی طاقت دی تھی اس موقع پر اس کا ظہور ہوا۔ حضرت نے ایسے مؤثر انداز میں تقریر فرمائی کہ آج پندرہ سال کے بعد بھی اس کی آواز میرے سامعہ میں گونج رہی ہے۔

موضوع تقریر تھا "مظلوم بننا کتنا مفید ہے اور انتقام اگرچہ بحق ہو، لیکن اس حق کو چھوڑنا اللہ تعالیٰ کی کن کن رحمتوں کا ذریعہ بنتا ہے۔" میں نے دسیوں تقریریں حضرت کی سنی تھیں، لیکن زندگی میں پہلی مرتبہ مشکل ترین وقت میں جہاں کہ لوگوں کے حوصلے ختم ہو چکے تھے ایسی مؤثر تقریر فرمائی کہ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آسمان سے آگ پر پانی برس رہا ہے۔ ایک گھنٹہ کی تقریر میں سارے مشتعل جذبات ایسے سرد پڑ گئے کہ گویا

ایک شیطانی طلسم تھا، فرشتوں کے ظہور سے ایک آن میں ٹوٹ گیا، ہر طرف سکون ہی سکون تھا۔ (مولانا حسین احمد مدنی واقعات و کرامات کی روشنی میں: ص ۱۱۲، ۱۱۳)

اُمرتسر کے جس کوچہ میں مسجد نور واقع تھی اس کوچہ میں مکانوں کی پشت لگتی تھی، ان تمام مکانوں کے پرنالے اسی کوچہ میں گرتے تھے۔ پرنالے بھی اتنے بڑے بڑے اور کھلے تھے کہ اُوپر سے کوئی خورد سالہ بچہ اس میں گر پڑے تو آسانی کے ساتھ نیچے آ جاوے۔ یہ مکانات سب کے سب تاجرانِ چرم کے تھے جو بڑے امیر آدمی تھے، ان کی خادمائیں گھر کا تمام کوڑا کرکٹ اور غلاظت ان پرنالوں کے ذریعے نیچے پھینک دیتی تھیں۔

ایک مرتبہ حسبِ معمول حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ درس کے لئے مسجد نور آ رہے تھے کہ ایک پرنالے سے گندا پانی گرا اور سب کا سب آپ کے اُوپر گرا۔ تمام کپڑے خراب ہو گئے۔

مبارک شاہ حضرت والا کا خادم چوں کہ پٹھان تھا، اس لئے بہت سیخ پا ہوا۔ کہنے لگا: میں ابھی اُوپر جا کر اس خادمہ کے جوتے لگواتا ہوں۔ حضرت والا نے فرمایا: خاموش رہو بالکل کچھ نہ کہنا۔ پھر حضرت والا نے اسی وقت غسل کیا، کپڑے بدلے، اپنے مشاغل پورے کئے اور معمول کے مطابق درس دیا۔ جب دھوبی کو گندے کپڑے دھونے کے لئے دیئے تو دیگر خدام کو پتہ چلا کہ یہ واقعہ ہوا ہے۔

ایک صاحب نے ان مکان والوں کو سارا واقعہ سنا کر متنبہ کیا اور ان پرنالوں کا ایسا بندوبست کیا کہ کسی نمازی پر گندی چھینٹ تک نہ پڑے۔

پھر ایک خادم نے پوچھا کہ آپ نے مبارک شاہ کو تنبیہ کرنے کی اجازت کیوں نہ دی تھی؟ فرمایا: یہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بارہا گندا کوڑا ڈالا گیا اور آپ نے صبر اختیار فرمایا، حالاں کہ وہ فعل تو جان بوجھ کر کیا جاتا تھا جب کہ یہ بے خبری سے ہوا ہے اس لئے یہاں صبر ہی بہتر تھا۔

چوں کہ اس واقعہ کی خبر تاجرانِ چرم کو ہو چکی تھی، اس لئے اُنھوں نے حضرت والا کے

پاس آکر معافی مانگی اور معذرت چاہی اور ان میں سے کئی ایک تو حضرت والا کے برتاؤ سے اتنے متاثر ہوئے کہ وہ نہ صرف درس اور پنج وقتہ نماز کے لئے مسجد میں آنے لگے بلکہ اپنی ساری خرافات سے تائب ہو کر دل سے یادِ الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ (احسن السوانح،ص ۴۳۶)

ان مذکورہ تمام واقعات سے اصل مقصود یہی ہے کہ ''معاف کر دینے'' والی سنت اور ہمارے اسلاف خیر القرون کی یہ عمدہ اور امتیازی صفت اللہ تعالیٰ ہمیں بھی نصیب فرمادے اور یہ یقینی بات ہے کہ فطری طور پر معاف کر دینا اگرچہ ایک صبر آزما اور مشکل کام ضرور ہے لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ کو پسند بھی یہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی کی تعلیم دی ہے اور ہمارے اسلاف کا عملی نمونہ بھی ہمارے لئے مزید تاکید کی بات ہے۔ بحیثیت امام ہونے کے چوں کہ عام لوگوں سے واسطہ بہت زیادہ ہوتا ہے اس لئے ایسے موقع پر ''معاف کر دینے'' کی خوبی کا ہونا بھی نہایت ناگزیر ہے۔

اور یہ طے شدہ بات ہے کہ ثمرات اور فوائد وبرکات کے لحاظ سے معاف کر دینا بہ نسبت انتقام لینے کے بہت ہی زیادہ اچھا اور مطلوب امر ہے۔ اور اکثر وبیشتر اللہ تعالیٰ معاف کر دینے کے فوائد کا مشاہدہ بھی کرا دیتے ہیں۔ اس لئے تمام ائمہ کرام سے درخواست ہے کہ وہ ضرور عملاً اس کی مشق فرمالیں طبعاً اگر گرانی ہو تو تہجد کی دعاؤں میں اللہ تعالیٰ سے خوب خوب اس صفت کو مانگا جائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

❷...اطاعت

حاکم وقت محمد بن سلیمان جب امام حماد رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملنے آئے تو پوچھا: ''کیا وجہ ہے کہ میں آپ کی طرف دیکھ نہیں سکتا، جب بھی میں آپ کو دیکھتا ہوں ایسا رُعب چھا جاتا ہے کہ آنکھیں اُٹھا نہیں سکتا؟''

امام حماد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اَلْعَالِمُ إِذَا أَرَادَ بِعِلْمِهِ وَجْهَ اللّٰهِ هَابَهُ كُلُّ شَيْءٍ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّكْنِزَ بِهِ الْكُنُوْزَ، هَابَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ'' (بستان العارفین للامام النووی ص ۹۵)

ترجمہ: ''جب آدمی کا علم حاصل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی مقصود ہو تو پھر اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جب اس کا مقصود علم حاصل کرنے سے مال کی کثرت اور زیادتی ہو تو پھر وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے۔''

چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے:

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ مسجد میں بیٹھے تھے، اس اثناء میں خلیفہ متوکل کی طرف سے ایک آدمی آیا اور ان سے کہنے لگا:

امیر المؤمنین کے گھر میں ایک لڑکی ہے، جس پر جن کا اثر ہے تو انہوں نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے کہ آپ اس کے لئے عافیت کی دُعا کریں۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو لکڑی کے بنے ہوئے جوتے دے دیئے اور اس سے فرمایا کہ یہ جوتے امیر المؤمنین کے گھر لے جاؤ اور اس لڑکی کے سرہانے بیٹھ کر جن سے کہو:

''يَقُوْلُ لَکَ أَحْمَدُ أَيُّمَا أَحَبُّ إِلَيْکَ تَخْرُجُ مِنْ هٰذِهِ الْجَارِيَةِ أَوْ أَصْفَعُ الْاٰخَرَ بِهٰذِهِ النَّعْلِ'' کہ تجھے احمد کہتا ہے دو چیزوں میں سے ایک چیز پسند کرلو، یا اس لڑکی کو تکلیف دینا چھوڑ دو اور نکل جاؤ...... ورنہ دوسری صورت میں میرے جوتے کھانے کے لئے تیار ہو جاؤ تو وہ آدمی جوتے لے کر لڑکی کے پاس چلا گیا اور اس کے سرہانے بیٹھ کر جن سے اسی طرح مخاطب ہوا جس طرح امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا تو جن نے لڑکی کی زبان میں کہا:

''السَّمْعَ وَالطَّاعَةَ لَوْ أَمَرَنَا أَنْ لَا نُقِيْمَ فِي الْعِرَاقِ مَا أَقَمْنَا بِهٖ
إِنَّهٗ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ أَطَاعَ اللّٰهَ أَطَاعَهٗ كُلُّ شَيْءٍ''

کہ میں احمد کی بات مانتا اور ان کی فرمان برداری کرتا ہوں۔ اگر وہ ہمیں حکم دیں کہ اس پورے عراق سے نکل جاؤ تو ہم عراق سے بھی نکل جائیں گے، اس لئے کہ وہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے تو پھر ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے۔ (طبقات الحنابلہ: ۱/۲۳۳، الرقم: ۳۲۴)

③...قناعت

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑے عارف گزرے ہیں، آپ نے فرمایا:

''دہ درویشے در گلیمے می خسپند　　و دو پادشاہ در اقلیمے نمی گنجند''

''دس درویش ایک کمبل میں سما سکتے ہیں، مگر دو بادشاہ پورے ملک میں نہیں سما سکتے۔''

درویش سے پوچھیں تو کہے گا کہ یہ کمبل بہت بڑا ہے دس اور بھی آ جائیں تو بھی اس میں سما جائیں گے اور بادشاہ سے پوچھیں تو وہ کہے گا کہ یہ ملک تو بہت ہی چھوٹا ہے ایسی ہزاروں دنیا اور بھی پیدا ہو جائیں تو وہ بھی میرے لئے کم ہیں، معلوم ہوا کہ اصل بات لوگوں کی ہوس اور قناعت کی ہے۔ کسی میں ہوس ہو تو ہزاروں دنیا بھی اس کے لئے کم ہیں اور کسی میں قناعت ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد:

" وَارْضَ بِمَا قَسَمَ اللّٰهُ لَکَ تَکُنْ أَغْنَى النَّاسِ "

(جامع الترمذی، الزہد، باب من اتقی المحارم فھو اعبد الناس، الرقم: ۲۳۰۵)

کے مطابق وہ خود کو پوری دنیا سے زیادہ مال دار سمجھے گا، بات تو اپنے اپنے ظرف کی ہے کہ کسے ضرورت سمجھتے ہیں کسے نہیں۔

زندگی کا معیار کیسا رکھنا چاہئے؟

حضرت مفتی رشید احمد رحمہ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں:

''ضرورت پوری ہو جانے کے بعد اپنی زندگی کا معیار کیسے رکھے، اس کا قانون یہ ہے کہ اپنے مصارف (خرچہ جات) آمدن کے تحت رکھے، اس لئے کہ آمدن (یعنی تنخواہ وغیرہ) تو غیر اختیاری ہے اور مصارف پر ضابطہ رکھنا اپنے اختیار میں ہے، ایسا نہ ہو کہ آمدن ہے نہیں اور خرچ زیادہ کرنے لگے پھر کسی سے بھیک مانگنا پڑے یا قرض لینا پڑے۔ لہٰذا جتنی آمدن ہو اپنے مصارف کو اس کے نیچے رکھے، زندگی کا معیار اونچا کرنے کے لئے

آمدن کی ہوس بڑھا کر کوئی ناجائز طریقہ اختیار نہ کرے۔" (علماء کا مقام: ۱۱ تا ۱۳)

انفاق فی سبیل اللہ سے الگ اپنے رہنے سہنے، کھانے پینے اور زندگی گزارنے میں اس کا لحاظ رکھے کہ کہیں دنیا کی ہوس پیدا نہ ہو جائے، آمدن بڑھانے سے ہوس ختم نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ بڑھتی ہے۔

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"علماء دُنیا داروں کو رُکن نہ بنائیں اور ان کی کوئی رائے قبول نہ کریں، یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اندر قناعت پیدا کریں اور حبِّ دُنیا کا علاج کریں، جس میں قناعت نہیں ہوتی، مالی قناعت بھی نہیں اور جاہ کی قناعت بھی نہیں، وہ ہر وقت یہی سوچتا رہتا ہے کہ عام لوگ تو کجا بڑے بڑے لوگ بھی اس کا بہت اعزاز و اکرام کریں اور اس کے پاس پیسہ بھی بہت رہے، ایسا شخص تو دُنیا داروں سے کبھی بھی استغناء نہیں کر سکتا۔ اسی لیے میں نے یہ شعر پڑھا تھا:

لَنَقْلُ الصَّخْرِ مِنْ قُلَلِ الْجِبَالِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مِنَنِ الرِّجَالِ

ترجمہ: "پہاڑوں کی چوٹیوں سے پتھر ڈھو ڈھو کر گزراوقات کروں یہ میرے لئے اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کی منت سماجت کروں۔"

اہلِ ثروت سے استغناء اسی صورت میں پیدا ہو سکتا ہے کہ اپنے مصارف کم سے کم رکھیں اور کم سے کم مصارف رکھنے پر اپنے نفس کی تضمیر (یعنی قلیل پر اکتفاء کرنے کی مشق) کریں جیسے گھوڑوں کی تضمیر کرتے تھے تا کہ وہ تیز تیز بھاگیں اسی طرح اپنے نفس کی تضمیر کریں تا کہ اس کو قلیل پر اکتفاء کرنے کی عادت پڑے۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اشعار ہیں:

آفریں تجھ پہ ہمت کوتاہ طالبِ جاہ ہوں نہ طالبِ مال
مال اتنا کہ جس سے ہو خورد نوش جاہ یہ کہ خلق کا نہ ہوں پامال

"مال تو اتنا بھی کافی ہے جس سے دو وقت چنے چبا کر گزارہ ہو جائے۔ ویسے تو

اللہ تعالیٰ کسی کو زیادہ دے دیں تو ٹھیک ہے ورنہ ''اپنی احتیاج دنیاداروں کے سامنے پیش کرنے سے بہتر تو یہی ہے کہ انسان چنے چبانے پر گزارہ کرلے۔''

کتنی بڑی مشقت برداشت کرنی پڑے مگر کسی کے سامنے زبان اور ہاتھ نہ کھلیں حتیٰ کہ زاویۂ قلب بھی غیر اللہ کی طرف مائل نہ ہو جو تعلق رہے اللہ تعالیٰ سے رہے، جو مانگیں اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادات ہر وقت سامنے رہیں:

" وَإِذَا سَأَلْتَ فَسْأَلِ اللّٰهَ وَ إِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ "

(جامع الترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ، باب حدیث حنظلۃ، الرقم:۲۵۱۶)

ترجمہ: ''مانگو تو اللہ سے مانگو اور مدد طلب کرو تو اللہ سے کرو۔''

" وَمَنْ يَسْتَعْفِفْ يُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللّٰهُ "

(صحیح البخاری، الزکوۃ، باب لا صَدَقَةَ إِلَّا عَنْ ظَهْرِ غِنًى: ۱/۱۹۲)

ترجمہ: ''اور جو غیر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچنا چاہے گا اللہ اسے بچائے گا اور جو غیر اللہ سے مستغنی رہنا چاہے گا اللہ اسے مستغنی رکھے گا۔''

یہ اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں، اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھیں، جتنا زیادہ صبر کریں گے اور نفس کو قلیل پر اکتفاء کرنے کی عادت ڈالیں گے اسی قدر یہ عادت و تمرین اور یہ مشق غیر اللہ سے مستغنی رہنے میں معین ثابت ہوگی۔

غیر اللہ سے استغناء کے بغیر کام میں اخلاص اور پورے طور پر للّٰہیت پیدا نہیں ہو گی۔ مشقتیں اُٹھانا پڑیں تو اس پر پریشان ہونے کے بجائے اور زیادہ خوش ہونا چاہئے کہ اللہ کی خاطر، اپنی آخرت بنانے کی خاطر یہ مشقتیں برداشت کر رہے ہیں، جب تک ایسی ایسی قناعت اور مشقت برداشت کرنے کا جذبہ پیدا نہیں ہوگا غیر اللہ سے استغناء تو ہی نہیں سکتا۔ (علماء کا مقام ص ۳۰ تا ۳۲)

یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ اگر کوئی عالم درس و تدریس یا دین کا کوئی کام اس لئے

کرتا ہے کہ اگرچہ دنیوی دھندوں میں پیسہ زیادہ ملتا ہے، مگر وہ دھندے اسے مشکل لگتے ہیں کہ کون گدھے پر بوجھ اُٹھائے، کون تغاری اُٹھائے، کون مزدوری کرے، گرمی بھی اور بوجھ بھی کون یہ سب چیزیں برداشت کرے۔

لہٰذا آسان سی صورت یہ ہے کہ کسی مدرسے میں داخلہ لے لیں، آرام سے بیٹھے رہیں گے، اچھا کھانا، پنکھوں کی ٹھنڈی ہوا، کولر کا ٹھنڈا پانی سب کچھ ملتا رہے گا، مزے ہی مزے ہوں گے، محنت ومشقت سے بھی بچ جائیں گے۔

تو ایسا مولوی اللہ تعالیٰ کا بندہ نہیں، بلکہ وہ تو اس قابل بھی نہیں کہ اسے "مولوی" کہا جائے، وہ تو پکا دنیا دار ہے۔ میں (یعنی مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ) جن علماء کے بارے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ متروک الدنیا نہیں تارک الدنیا ہوتے ہیں اس سے مراد وہ علماء ہیں، جن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگرچہ دنیا کے دوسرے کام کرنے میں منافع زیادہ ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے کام کے لئے پیدا فرمایا ہے، روکھی سوکھی کھا کر، آدھا پیٹ کھا کر گزارہ کرلیں گے، مگر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا کام کریں گے دنیا کا کوئی کام نہیں کریں گے۔ ایسے علماء کے بارے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ متروک الدنیا نہیں ہوتے، تارک الدنیا ہوتے ہیں۔

دنیوی کام کرنے والوں کی تنخواہیں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ مثلاً بھنگی جتنا کماتے ہیں بڑے بڑے علماء کی تنخواہیں اتنی زیادہ نہیں ہوسکتیں۔

جب میں دار العلوم کورنگی میں تھا تو ایک بار حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے علماء وطلبہ کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "دار العلوم میں کام کرنے والے بیل کی اُجرت یہاں کے سب سے اُونچے درجہ کے استاذ کے وظیفہ سے بھی زیادہ ہے۔" (اس زمانے میں دار العلوم میں جو زمین خالی پڑی ہوئی تھی اس میں سبزیاں وغیرہ کاشت کرنے کے لئے ایک کاشت کار رکھا ہوا تھا جو اس میں ہل چلاتا تھا) بیل چلانے والے کی بات تو الگ رہی بیل کی تنخواہ سب سے بڑے استاذ کے وظیفے

سے بھی زیادہ تھی۔ اس ارشاد کے ذریعہ آپ اس طرف متوجہ فرما رہے تھے کہ ”اگر مولوی اپنی نیت صحیح نہیں کرتے اور اخلاص پیدا نہیں کرتے تو انہیں چاہئے کہ ہل چلانا شروع کردیں یا بیل اور گدھے بن جائیں تو زیادہ کمائیں گے۔“ علماء پر لازم ہے کہ یہ جو دنیوی دھندوں کو چھوڑ کر کم پر قناعت کر رہے ہیں، اس میں اپنی نیت درست کریں، صبر سے کام لیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے اپنے کام میں لگا رکھا ہے:

شکر خدای کن کہ موفق شدی بخیر زانعام و فضل او نہ معطل گزاشتت

منت منہ کہ خدمتِ سلطان ہمی کنی منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

دارالعلوم دیوبند کتنا بڑا ادارہ ہے، مگر اس میں صرف دارالحدیث میں پنکھے تھے، اس کے سوا کسی بھی درس گاہ میں پنکھے نہیں تھے۔ بڑے بڑے اساتذہ ایسے ہی پڑھاتے تھے۔ جب درس گاہوں میں پنکھے نہیں تھے تو اساتذہ کے گھروں میں کہاں ہوں گے۔

حضرت مولانا محمد اعزاز علی رحمہ اللہ تعالیٰ کو دارالعلوم کے احاطے میں دارالعلوم کی طرف سے جو کمرا ملا ہوا تھا اس میں بجلی کا پنکھا نہیں تھا۔ میں وہاں حاضر ہوا کرتا تو ان کے پاس دستی پنکھا ہوتا اسی کو جھلتے رہتے اور ساتھ ہی ساتھ تصنیف و تالیف اور کتب بینی فرماتے رہتے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ دارالعلوم دیوبند میں استاذ تھے، استاذ بھی حدیث کے۔ میں نے طحاوی آپ ہی سے پڑھی ہے، استاذ حدیث بھی اور ساتھ ہی ساتھ مفتی اعظم، اتنا بڑا مقام، اس زمانے کی بات بتاتے ہیں کہ ”جس مکان میں ہم رہتے تھے وہ اتنا تنگ اتنا چھوٹا تھا کہ کھانا پکانے کے لئے سوختے کی جو لکڑی استعمال ہوتی تھیں انہیں رکھنے کی کوئی جگہ نہیں تھی، وہ لکڑیاں اپنی چارپائی کے نیچے رکھتے تھے۔“

خانقاہ تھانہ بھون میں بجلی نہیں تھی، نہ بلب تھے نہ پنکھے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ روشنی کے لئے لالٹین جلا کر اور ہوا کے لئے ہاتھ میں پنکھا لے کر کام کرتے

رہتے۔ جب زیادہ گرمی ہوتی تو کرتا اُتار کر کام کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان سے کتنا بڑا کام لیا۔ جب تک غیر اللہ سے استغناء پیدا نہیں ہوگا اس وقت تک دین کے کام میں اخلاص وللّٰہیت پیدا نہیں ہوگی۔ (علماء کا مقام: ص ۴۴ تا ۴۶)

امام ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ بہت بڑے عالم، فقیہ اور مدینہ کے قاضی تھے، ان سے ایک مرتبہ وقت کے امیر المؤمنین سلیمان بن عبد الملک نے کہا:

"اِرْفَعْ إِلَیْنَا حَاجَتَکَ یَا أَبَا حَازِمٍ نَقْضِهَا لَکَ مَهْمَا کَانَتْ"

"ابو حازم! اپنی کوئی ضرورت ہمیں بتاؤ ہم اسے پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔"

حضرت ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

"حَاجَتِیْ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ، وَ تُدْخِلَنِیْ الْجَنَّةَ"

ترجمہ: "میری ضرورت یہ ہے کہ آپ مجھے جہنم سے بچالیں اور جنت میں داخل کردیں۔" (صور من حیاۃ التابعین: ۱۹۰)

ایک مرتبہ امیر المؤمنین نے حضرت ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ کے لئے دیناروں سے بھری ہوئی ایک تھیلی بھیجی اور ساتھ ہی یہ لکھ کر بھیجا۔

"ابو حازم! یہ رقم آپ کے خرچہ کے لئے ہے آپ اس کو خرچ کیجئے میرے پاس آپ کے لئے اور بھی بہت سارا مال ہے بعد میں بھیجوں گا۔"

حضرت ابو حازم رحمہ اللہ تعالیٰ نے وہ تھیلی واپس بھیج دی اور ساتھ ہی یہ تحریر لکھ کر بھیجی، ہمیں چاہئے کہ اس کو بار بار پڑھیں اور اس پر غور کریں، فرمایا:

"یَا أَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! أَعُوْذُ بِاللّٰهِ أَنْ یَّکُوْنَ سُؤَالُکَ إِیَّایَ هَزْلًا، وَرَدِّیْ عَلَیْکَ بَاطِلًا ، فَوَاللّٰهِ مَا أَرْضٰی ذٰلِکَ یَا أَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَکَ ...... فَکَیْفَ أَرْضَاهُ لِنَفْسِیْ ؟

یَا أَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! إِنْ کَانَتْ هٰذِهِ الدَّنَانِیْرُ لِقَاءَ حَدِیْثِی الَّذِیْ حَدَّثْتُکَ بِهٖ، فَالْمَیْتَةُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ فِیْ حَالِ الْإِضْطِرَارِ أَحَلُّ مِنْهَا ......

وَ إِنْ كَانَتْ حَقٌّ لِيْ فِيْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ فَهَلْ سَوَّيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ النَّاسِ جَمِيْعًا فِيْ هٰذَا الْحَقِّ ؟ " (صور من حیاۃ التابعین:۱۹۲)

ترجمہ: ''امیر المؤمنین! میں اللہ کے حضور پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آپ کے سوالات جو آپ نے مجھ سے کئے وہ مذاق بن جائیں اور میرا جواب دینا باطل اور بے کار ہو جائے، اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم میں یہ مال تو آپ کے لئے پسند نہیں کرتا اپنے لئے کیسے پسند کر سکتا ہوں۔

امیر المؤمنین! اگر یہ دینار میری اس دینی گفتگو کے عوض دیئے گئے ہیں جو میں نے آپ سے کی ہے، تو میں اضطراری حالت میں مردار اور خنزیر کا گوشت اس سے کہیں زیادہ بہتر سمجھتا ہوں اور اگر آپ نے بیت المال سے میرے حق کے طور پر مجھے دیا ہے تو جتنا مجھے دیا ہے اتنا دوسرے مسلمانوں کو بھی برابر دیا ہے؟''

4 ...اتباعِ سنت

ائمہ کرام کو چاہئے کہ ان کا ہر کام سنت کے مطابق ہو، کوئی کام خلافِ شرع یا خلافِ سنت نہ ہو، ورنہ مقتدی اس کو دلیل و حجت بنا کر پیش کریں گے کہ ہم جو کام کرتے ہیں، یہ تو ہمارے امام صاحب یا فلاں مولوی صاحب بھی کرتے ہیں، لہٰذا ائمہ کرام کو بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: حضرت ابن عطاء اللہ اسکندری کا ایک ملفوظ ہے۔ فرمایا: ''جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو گے تو اتنا ہی بھلائی کی طرف چلو گے اور جتنا اتباع سے دُوری ہوگی، اتنی ہی ہلاکت ہوگی۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک آج قبولیت کے دروازے بند ہیں، بجز اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آج کوئی نجات نہیں پا سکتا بغیر کامل اتباع کے۔''

فرمایا: ''اللہ نے ساری نیکیاں ایک مکان میں جمع کر دیں اور اس کی کنجی اتباعِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔''

فرمایا: ''یقین کیجئے کہ عبادت کا جو طریقہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار نہیں کیا وہ دیکھنے میں کتنا ہی دِل کش اور بہتر نظر آئے، وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اچھا نہیں۔''

فرمایا: ''سنت کے موافق نکاح میں نورانیت ضرور ہوتی ہے اور یہ بھی بات ہے کہ جتنی سہولت ہوتی ہے اتنی ہی نورانیت قلب میں ہوتی ہے، کیوں کہ جھگڑا بکھیڑا ہوتا نہیں۔ اس لئے انشراح رہتا ہے اور جہاں طوالت اور جھگڑے ہوتے ہیں وہاں ضرور قلب میں کدورت اور ظلمت ہوتی ہے۔'' (مجالس مفتی اعظم: ۷۹، ۸۰، ۸۲، ۶۹، ۱۸۷)

علماء کو بہت سے جائز کام بھی چھوڑنے پڑتے ہیں

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

میں اپنے دوستوں سے اور علماء وطلبہ سے یہی بات کہا کرتا ہوں کہ تم اپنے آپ کو عوام کی طرح سمجھ کر یہ مت کہو کہ یہ کام جائز تھا، اس لئے ہم نے کرلیا۔ بل کہ علماء کو بہت سے جائز کاموں سے بھی اس لئے رکنا پڑتا ہے، تاکہ عوام گمراہ نہ ہوں۔

علماء کو بہت سے ایسے جائز کام چھوڑنے پڑتے ہیں جن میں خطرہ یہ ہو کہ عوام کو کوئی مغالطہ لگ جائے گا۔ ایسے کاموں سے بھی علماء کو بچنا چاہئے۔

اس واسطے کہ تم اپنی ظاہری وضع قطع سے دعویٰ کررہے ہو کہ ہم اللہ والے ہیں اور اللہ والوں کا جو طرزِ عمل ہے اہلِ علم کو اس کے خلاف نہیں کرنا چاہئے۔ چاہے وہ حقیقت میں جائز ہی ہو۔ (مجالس مفتی اعظم: ۲۰۰)

امام ابو شامہ نے اپنی کتاب ''الباعث'' میں لکھا ہے کہ عالم کو ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے عوام کسی مخالفِ شریعت اَمر کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو جائیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے ایک کام پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا، جس کی ظاہری شکل سے جاہل عوام کے دھوکہ میں پڑنے کا

اندیشہ تھا، چناں چہ ''موطا امام مالک'' میں حضرت نافع رحمہ اللہ تعالیٰ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو احرام کی حالت میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے دیکھا، تو پوچھا کہ طلحہ یہ کیا ہے؟

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا: ''امیر المؤمنین! یہ مٹی سے رنگا ہوا ہے۔''

حضرت عمر رضی تعالیٰ عنہ نے فرمایا: لوگوں کے تم امام ہو، لوگ تمہاری اقتداء کریں گے، اگر کوئی جاہل اس کپڑے کو دیکھے گا تو ضرور یہ کہے گا کہ طلحہ احرام کی حالت میں رنگین کپڑا پہنے ہوئے تھے۔ اس لئے تم یہ رنگین کپڑے مت پہنو۔''

(موطا الامام مالک، الحج، باب لبس الثیاب المصبغۃ فی الاحرام: ۳۳۲)

اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک ہی کام کا شرعی دلیلوں کی رُو سے کرنا اور چھوڑنا دونوں بمقتضائے مصلحت مستحب ہوتا ہے۔ مسلمان کبھی مستحب کام کو اس لئے چھوڑ دیتا ہے کہ اس کے کرنے میں فساد کا اندیشہ ہوتا ہے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بناءِ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پر بیت اللہ کی تعمیر نہیں کی اور اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ

''لَوْلَا أَنَّ قَوْمَكِ حَدِيثُ عَهْدٍ بِجَاهِلِيَّةٍ لَأَمَرْتُ بِالْبَيْتِ فَهُدِمَ فَأَدْخَلْتُ فِيهِ مَا أُخْرِجَ مِنْهُ وَأَلْزَقْتُهُ بِالْأَرْضِ وَجَعَلْتُ لَهُ بَا بَيْنِ، بَابًا شَرْقِيًّا وَبَابًا غَرْبِيًّا.'' (سنن النسائی، المناسک، باب بناء الکعبۃ: ۲/۳۳،۳۴)

ترجمہ: ''اگر تمہاری قوم نئی نئی مسلمان نہ ہوئی ہوتی، تو میں کعبہ کے گرانے کا حکم دیتا اور اس میں وہ حصہ داخل کرتا جو اس میں سے نکال دیا گیا ہے اور اس کے دو دروازے بنا کر زمین کے ساتھ برابر کرتا ایک دروازہ مشرق کی طرف ہوتا اور دوسرا دروازہ مغرب کی طرف۔'' ..... یہاں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحۃً لوگوں کو متنفر نہیں کیا اور افضل کام کو ترک کر دیا۔ (اصلاح المساجد: ۴۸،۴۶،۴۵)

5...استغناء

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''ملفوظاتِ مولانا الیاس'' میں لکھتے ہیں، کہ مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا:

''بعض اہلِ دین اور اصحابِ علم کو استغناء کے باب میں بڑا سخت مغالطہ ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ استغناء کا مقتضیٰ یہ ہے کہ اغنیاء اور اہلِ ثروت سے مطلقاً ملا ہی نہ جائے اور ان کے اختلاط سے مکمل پرہیز کیا جائے، حالاں کہ استغناء کا منشاء صرف یہ ہے کہ ہم ان کی دولت کے حاجت مند بن کر ان کے پاس نہ جائیں اور طلبِ جاہ و مال کے لئے ان سے نہ ملیں، لیکن ان کی اصلاح کے لئے اور دینی مقاصد کے لئے ان سے ملنا اور اختلاط رکھنا ہرگز استغناء کے منافی نہیں، بل کہ یہ تو اپنے درجہ میں ضروری ہے، ہاں اس چیز سے بہت ہوشیار رہنا چاہئے کہ ان کے اس اختلاط سے ہمارے اندر حُبِّ مال وحُبِّ جاہ اور دولت کی حرص پیدا نہ ہو جائے''۔ (ملفوظات مولانا الیاس:۱۳۰)

لہٰذا ہم سب کو چاہئے کہ ہم نیت کرلیں کہ حتی الامکان اپنی ذاتی ضروریات یا مسجد، مدرسہ کی اجتماعی ضرورت کا ذکر اللہ تعالیٰ کے غیر سے نہیں کریں گے، بل کہ ہر حال میں ہر ضرورت کو اللہ ہی کے سامنے پیش کریں گے، اساتذہ اور طلبہ سے کہیں گے، روزہ رکھ کر، اعتکاف کر کے، صلاۃ الحاجت پڑھ کر دُعا مانگو۔

اس بارے میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک استفتاء ''چندہ مانگنے کا مروّجہ طریقہ'' کے جواب میں جو اِرشاد فرمایا ہے ہم سب کو چاہئے کہ خوب توجہ اور زیادہ دھیان سے ان کے الفاظ پڑھ کر دُعا مانگیں کہ اللہ تعالیٰ اس فقیہ العصر، ولی کامل اور جید عالم باعمل کے قلم مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کو ہمارا حقیقی حال بنادے۔ آمین۔

صِيَانَةُ الْعُلَمَآءِ عَنِ الذُّلِّ عِنْدَ الْأَغْنِيَآءِ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اس دور میں دینی اقدار کے سقوط کا ایک نہایت ہی دردناک سانحہ یہ بھی ہے

کہ دینی کاموں بالخصوص دینی مدارس کے لئے چندہ کرنے کا عام دستور یوں چل پڑا ہے کہ مدارس کے سفیر اہلِ ثروت کی دکانوں اور مکانوں پر جا جا کر خوشامد، تملق اور الحاح واصرار کے ساتھ دستِ سوال دراز کرتے ہیں، اہلِ ثروت اُن کو ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں، بل کہ بسا اوقات ان کے لئے نازیبا الفاظ استعمال کر کے ان کی تذلیل کرتے ہیں، جو درحقیقت دینِ اسلام کی تذلیل ہے۔

یہ اتنا بڑا اَلمیہ ہے کہ اس کے تصور سے بھی شرم سے آنکھیں جھک جاتی ہیں اور دِل پر آرے چلنے لگتے ہیں، دین اور علماء دین کی اس تذلیل وتوہین میں اہلِ مدارس اور اہلِ ثروت دونوں برابر کے مجرم ہیں۔ اللہ کرے کہ ایک عاجز (حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ) کی درد میں ڈوبی ہوئی آواز کسی دِل میں اُتر جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو فکرِ آخرت عطاء فرمائیں۔ آمین

دنیا کی طرف میلانِ قلبی سے بچنا چاہئے

دنیا میں کفار وفجار کی عیش وعشرت اور دولت وحشمت ہمیشہ ہی سے ہر شخص کے لئے یہ سوال بنتی رہی ہے کہ جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ذلیل ہیں تو ان کے پاس یہ نعمتیں کیسی اور کیوں ہیں اور اطاعت شعار مؤمنین کے لئے غربت وافلاس کیوں؟

یہاں تک کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے عالی قدر بزرگ کو اس سوال نے متاثر کیا، جس وقت وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کے خاص حجرہ میں داخل ہوئے، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلوت گزیں تھے اور یہ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک موٹی موٹی تیلیوں کے بوریئے پر لیٹے ہوئے ہیں، ان تیلیوں کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک پر پڑ گئے ہیں تو بے اختیار رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کسریٰ وقیصر اور ان کے اُمراء کیسی نعمتوں اور راحتوں میں ہیں اور آپ ساری مخلوق میں اللہ تعالیٰ کے منتخب رسول اور محبوب ہیں اور آپ کی معیشت کا یہ حال ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابن خطاب! کیا تم اب تک شک و شبہ میں مبتلا ہو؟ یہ لوگ تو وہ ہیں جن کی لذات ومحبوبات اللہ تعالیٰ نے اسی دنیا میں ان کو دے دی ہیں، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں" (وہاں عذاب ہی عذاب ہے اور مؤمنین کا معاملہ برعکس ہے)....(صحیح البخاری، المظالم، باب الغرفة والعلّية المشرفة)

یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی زینت اور راحت طلبی سے بالکل بے نیاز اور بے تعلق زندگی کو پسند فرماتے ہیں۔ باوجود یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری قدرت حاصل تھی کہ اپنے لئے بہتر سے بہتر راحت کا سامان جمع کر لیں۔

اور جب کبھی دنیا کی دولت آپ کے پاس بغیر کسی محنت مشقت اور سعی وطلب کے آبھی جاتی تھی تو فوراً اللہ تعالیٰ کی راہ میں غرباء فقراء پر اس کو خرچ کر ڈالتے تھے اور اپنے واسطے کل کے لئے بھی کچھ باقی نہ چھوڑتے تھے۔

ابن حاتم نے بروایت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اَخْوَفُ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمْ مَا يُخْرِجُ اللّٰهُ لَكُمْ مِنْ زَهْرَةِ الدُّنْيَا."

(صحیح مسلم، الزكاة، باب التحذير من الاغترار بزينة الدنيا، الرقم:۱۰۵۲)

ترجمہ: "مجھے تم لوگوں کے بارے میں جس چیز کا سب سے زیادہ خوف اور خطرہ ہے وہ دولت وزینتِ دنیا ہے جو تم پر کھول دی جائیگی۔"

اور حضرت علامہ قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"مَنْ تَبَاعَدَ مِنَ الدُّنْيَا فَتَقَارَبَ إِلَى اللّٰهِ وَفِيْ بَعْضِ الْكُتُبِ أَنَّ أَهْوَنَ مَا أَصْنَعُ بِالْعَالِمِ إِذَا مَالَ إِلَى الدُّنْيَا فَأَسْلُبُهُ حَلَاوَةَ مُنَاجَاتِيْ" (اسماء الحسنیٰ للقشیری:۲۱۴)

ترجمہ: "جس شخص نے دنیا سے دُوری اور علیحدگی اختیار کی تو وہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوا اور بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ سب سے

ہلکی مصیبت کسی عالم کی یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف مائل ہو تو پھر میں اس سے دُعاؤں کی لذت چھین لیتا ہوں۔"

6... سترِ عیوب

امام کو اس صفت میں بھی امتیازی درجہ حاصل ہونا چاہئے کہ وہ لوگوں کے عیوب پر پردہ ڈالے، جس طرح اسلاف مسلمانوں کو شرمندگی سے بچانے کے لئے قربانیاں دیتے تھے اور خود اپنے اُوپر سہہ لیتے تھے، تاکہ کسی مسلمان کو شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے، ہمیں بھی چاہئے کہ اس صفت سے بھی وافر حصہ اپنائیں اور اس حدیث مبارکہ میں جو فضیلت بیان کی گئی ہے اس کو حاصل کرنے والے بنیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ وَسَّعَ عَلٰى مَكْرُوْبٍ كُرْبَةً فِي الدُّنْيَا وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كُرْبَةً فِي الْاٰخِرَةِ، وَ مَنْ سَتَرَعَوْرَةَ مُسْلِمٍ فِي الدُّنْيَا سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ، وَاللّٰهُ فِيْ عَوْنِ الْمَرْءِ مَا كَانَ الْمَرْءُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ." (مسند احمد: ۲/۴/۲۷، الرقم: ۷۶۴۴)

ترجمہ: جو شخص دنیا میں کسی پریشان حال کی پریشانی کو دُور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی آخرت کی پریشانی دُور فرمائیں گے اور جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کے عیب پر پردہ ڈالیں گے۔ جب تک آدمی اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے رہتے ہیں۔"

مسجد کی امامت کے لائق کون؟

یہ پہلو بھی بہت زیادہ قابلِ توجہ اور لائقِ اصلاح ہے۔ اس سلسلہ میں مولوی سید عبدالاحد مرحوم نے اپنی مشہور کتاب ''مسلمان کی ڈائری'' میں اپنے جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے: مسجد کا امام عالم باعمل بزرگ ہونا چاہئے۔ اگر ایسا نہ ملے تو جسے قرآن زیادہ یاد ہو اور اچھا پڑھتا ہو ایسا امام رکھا جائے۔ آج کل ایسے امام ملنا چنداں مشکل نہیں۔ لیکن اب ایسے امام کی تلاش زیادہ ہے جو متولی کے اِشاروں پر چلے اور متولی ایسے ہوتے ہیں جو کسی طرح مسجد کے اہتمام کے اہل نہیں۔

آخر یہ کیا بات ہے کہ ہمیں اپنے معمولی سے کام کے لئے ملازم کی تلاش ہوتی ہے تو ہم بڑی احتیاط برتتے ہیں اور ہر طرح دیکھ بھال کر اپنی پسند کا ملازم رکھتے ہیں، لیکن جب مسجد کے لئے امام کی ضرورت وتلاش ہوتی ہے تب ہم مسجد کے لائق نہیں، بلکہ اپنے مطلب کا امام ڈھونڈتے ہیں۔ اس وقت نہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ امام سند یافتہ عالم نہ سہی ضروری مسائل سے واقف بھی ہے یا نہیں، قاری اور حافظ نہ سہی لیکن کم از کم قرآن بھی صحیح پڑھتا ہے یا نہیں، کس عقیدہ کا پیرو ہے اور کون سے مسلک کا حامی ہے۔ مقلد بھی ہے یا شتر بے مہار۔ نہ تحقیق ہے نہ تفتیش۔ نتیجہ یہ کہ جو مؤذن بنانے کا اہل نہیں وہ اِمام بن جاتا ہے اور جو دنیا میں کسی مصرف کا نہ ہو وہ مؤذن بنتا ہے۔

جب متولی مسجد کی ذمہ داری اُٹھانے کا اہل نہیں ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنی مرضی کا نااہل اِمام ہی تلاش کرے گا۔ گھوم پھر کر دیکھ لیجئے تو نااہل متولی اور نااہل امام کی جوڑی آپ کو اکثر جگہ نظر آئے گی۔ (مسلمان کی ڈائری، ص۱۵۲)

اسلام میں مساجد کی بہت ہی اہمیت اور بہت ہی عظیم حیثیت ہے۔ مساجد مراکز اسلام اور شعائرِ اسلام ہیں۔ مساجد روئے زمین پر سب سے مقدس، سب سے پاکیزہ اور سب سے بہترین جگہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ دنیا میں جنت کے باغ ہیں۔ اسلام کے قلعے اور اہلِ اسلام کے اجتماعی نظام کے لئے مرکز ہیں۔ لہٰذا مساجد کا نظام جس قدر بہتر ہوگا مسلمانوں کی انفرادی واجتماعی زندگی پر اس کے اُسی قدر خوش نما اثرات مرتب ہوں گے۔ مسلمانوں کا معاشرہ پاکیزہ بنے گا اور اسلام کی رُوح ان کی زندگیوں میں جلوہ گر نظر آئے گی۔

مساجد کا نظام اور آبادی صرف اس کی ظاہری تعمیر وتزئین، اس کے نقش ونگار اور اس کے فلک بوس میناروں سے نہیں۔ اس کی صحیح آبادی عبادتِ الٰہی، ذکرِ الٰہی اور اعمال مساجد سے ہے۔ ان اُمور کے پیشِ نظر مساجد کا صحیح نظام خداترس امام، صالح مؤذن اور باصلاحیت واہل متولیوں پر ہے۔

بہترین اِمام کون؟

اِمام حقیقت میں پورے محلّہ، پوری بستی اور پوری قوم کا پیشوا ہوتا ہے۔ لہٰذا امام بہترین عالم باعمل، مسائل واحکام نماز سے خوب واقف ہو۔ قرآنِ مجید با تجوید اور صحیح پڑھنے والا، خوش الحان، سب سے زیادہ متقی، پرہیزگار، خداترس، خوش اخلاق اور ملن سار ہونا چاہئے۔ امام ایسا ہو کہ اس کے اندر دین کا درد اور اُمت کا غم ہو، اپنی اور قوم کی اصلاح کی فکر ہو اور اپنے دل سوز بیانات، مواعظِ حسنہ اور تعلیم وتبلیغ کے ذریعہ مسلمانوں میں دین کا شوق، خوفِ خدا، انابت الی اللہ، عبادت کا ذوق وشوق اور عبادت صحیح وسنت طریقہ کے مطابق ادا کرنے کا جذبہ، دنیا کی بے ثباتی اور فکرِ آخرت، حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے کی فکر پیدا کردے۔ بلاخوف لومۃ لائم معروف (نیکی) کا حکم کرے اور نواہی ومنکرات (برائی) پر نکیر کرے۔

پریشانی کا موقع ہو یا خوشی کی تقریبات ہر موقع پر قوم کی صحیح رہنمائی اور اسلامی تعلیمات سے واقف کرے۔ بدعات اور رسومات کی نشاندہی اور برملا ان پر روک ٹوٹ کرے۔ خود بھی اسلامی احکامات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور نورانی سنتوں پر سختی سے عمل کرے اور مسلمانوں کو بھی عمل کرنے کا عادی بنائے۔

مسلمانوں اور لوگوں کے ساتھ ایسی ہمدردی اور خوش اخلاقی سے پیش آئے کہ چھوٹے بڑے، مرد عورتیں، اپنے اور پرائے سب اس کے دلدادہ اور دِل وجان سے اس پر قربان ہو جائیں۔ حتیٰ کہ اپنے نجی معاملات میں بھی اس سے مشورہ اور رہنمائی حاصل کر کے اس کے مطابق عمل کرنے لگیں۔ اپنے اعمال واقوال سے لوگوں میں اسلام کی محبت اور دین کی ایسی عظمت پیدا کر دے کہ ان کو اپنی اور اپنے اہل وعیال اور مسلمانوں کے اصلاح کی فکر پیدا ہو جائے۔ خود بھی دینی علم حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی فکر کریں اور اپنی اولاد کو بھی دینی تعلیم وتربیت سے آراستہ و پیراستہ کرنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہو جائے اور قوم کے بچے بچیوں کی بھی دینی تعلیم کی فکر پیدا ہو اور اس کا انتظام کریں۔ خواتین میں بھی دین پر عمل کرنے، نماز، قرآن کی تلاوت اور عبادت کا شوق اور پردہ کی اہمیت پیدا ہو جائے اور ہر مسلمان اپنے گھر سے برائیوں، ناچ گانے، ٹی وی (کیبل، سی ڈی) اور وی سی آر کی نحوست کو ختم اور دُور کرنے کی فکر اور کوشش کرنے لگے۔ غرض کہ امام کو اپنی ذمہ داری کا پورا احساس ہونا چاہئے اور اپنی ذمہ داری سمجھ کر محض رضائے الٰہی کے لئے (نہ کہ دنیا کے بے حیثیت چند ٹکوں کے لئے) ان تمام خدمات کو انجام دے۔

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ضرورت کی وجہ سے امامت وغیرہ پر اُجرت (تنخواہ) لینے کے جواز کا اگرچہ فتویٰ دیا ہے، گر اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ اُجرت اور تنخواہ کو ہرگز مقصود نہ بنائیں، صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور سلف صالحین کے طرزِ عمل کو ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھیں۔

آداب امامت

حدیث شریف میں قصہ آیا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں امام تھے ایک مرتبہ عشاء کی نماز پڑھانے کیلئے گئے تو سورۂ بقرہ شروع کردی۔ ایک محلہ دار غریب دن بھر کی محنت مشقت سے تھکے ہوئے تھے وہ جماعت سے علیحدہ ہوکر اپنی نماز پڑھ کر چلے گئے۔ اس وقت میں جماعت کیساتھ شریک نہ ہونا نفاق منافقت کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان کو برا بھلا کہا۔ صبح کو یہ مقدمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش ہوا۔

ان صحابی نے حضرت معاذؓ کی شکایت کی کہ یارسول اللہ ہم مزدور پیشہ لوگ ہیں دن بھر تو مزدوری محنت کرتے ہیں اور رات کو یہ سورۂ بقرہ شروع کردیتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر عتاب فرمایا اور فرمایا۔ یعنی اے معاذ! کیا تم لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والے ہو۔ والشمس، واللیل، والتین پڑھا کرو۔ یعنی مقتدیوں میں ضعیف، بیمار، کاروبار والے آدمی ہوتے ہیں۔

اس زمانہ میں ہم نے امام بہت دیکھے ہیں لیکن حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے برابر ہلکی اور پھر تمام ارکان کو کمال کے ساتھ نماز پڑھانے والا نہیں دیکھا۔

حضرت قرآن شریف ایسا پڑھتے تھے کہ سننے والے کو تاب نہ ہوتی تھی اور جی چاہتا تھا کہ سنتے جائیں۔ مگر عادت حضرت کی یہ تھی کہ فجر کی نماز میں سورۃ بروج والطارق یا اذا الشمس کورت واذا السماء انفطرت پڑھتے تھے پس اس قدر تاخیر نماز میں کرنا یا قرات اتنی لمبی پڑھنا جس سے نمازی بھاگ جائیں جائز نہیں ہے۔

تراویح اور حفاظ

بلکہ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ رمضان میں نمازی ایک قرآن ہی سننے سے اکتاتے ہوں تو وہاں تراویح الم تر کیف سے پڑھ لیں۔ بعض حفاظ ایسا ستم ڈھاتے ہیں کہ پانچ پانچ پارے پڑھ جاتے ہیں۔ ان حفاظ کو مسائل جاننے کی سخت ضرورت ہے بعض حفاظ بہت جاہل ہوتے ہیں عجب نہیں بلکہ غالب ہے کہ سجدہ سہو کے مسائل کی بھی ان کو خبر نہ ہو۔ امام یا تو عالم ہو یا علماء کا صحبت یافتہ ہونا چاہیے۔ اور اگر یہ دونوں امر نہ ہوں تو وہ ضرور نماز کو خراب کریگا۔ مجھے خود ایسا موقع پیش آیا ہے گرمیوں کے رمضان تھے۔ میں اور ایک میرا سامع تھا۔ ہم دونوں ایک مسجد میں قرآن سننے کیلئے گئے۔ ان حافظ صاحب نے ایک رکعت میں آدھا پارہ گھسیٹا۔ ان کو یاد تو رہا نہیں کہ ایک رکعت ہوئی یا دو وہ ایک ہی رکعت پر بیٹھ گئے۔ مقتدی بچارے تھکے ہوئے تھے انہوں نے غنیمت سمجھا یا یاد نہ رہا ہو۔ کسی نے نہ بتلایا۔ میں نے اپنے سامع سے کہا کہ تم شریک ہو کر بتلا دو لیکن انہوں نے جلدی سے سلام پھیر دیا۔ میں نے پکار کر کہا کہ حضرت ایک رکعت ہوئی ہے اعادہ کرو اور یہ قرآن جو تم نے پڑھا ہے اس کا بھی اعادہ کرلو۔ اس وقت امام اور مقتدیوں میں خوب چخ چخ ہوئی۔

اب تو یہ حالت ہے کہ ایک جگہ شبینہ ہو رہا تھا۔ ایک حافظ چار پائی پر لیٹے ہوئے بتلا رہے تھے۔ سب کی نماز تباہ ہو رہی تھی۔ کسی کی ہمت ہو خود پڑھو۔ لوگوں کو کیوں دق کرتے ہو۔ آج کل لوگ اس کا بالکل خیال نہیں کرتے۔

حفاظ اور ائمہ کا فرض

اے حفاظ اور اے اماموں! اپنے مقتدیوں کو دیکھ لو کہ کیسے ہیں۔ اگر واقعی ان کو قرآن سننے کا شوق ہو تو سبحان اللہ! قرآن زیادہ پڑھو۔ قرآن تو جس قدر بھی زیادہ ہو باعث نورانیت ہے اور اگر دیکھو کہ شوق نہیں تو مقتدیوں کی رعایت کرو۔

(از خطبات حکیم الامت جلد ۱۰ شمارہ ۹۵)

امامت سے متعلق کچھ اہم ہدایات

حضرت مولانا فضل الرحمٰن اعظمی صاحب لکھتے ہیں:

امامت بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے۔ اس کے لئے صلاحیت کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ احتیاط کی بھی ضرورت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ" امام ذمہ دار ہے۔ (جامع الترمذی......۱/۵۱)

امام کی نماز اگر فاسد ہوئی تو مقتدیوں کی نماز بھی فاسد ہوگی، امام کی نماز اگر واجب یا سنت چھوڑنے کی وجہ سے مکروہ ہوئی تو تمام مقتدیوں کی نماز بھی مکروہ ہوگی۔ سنن و مستحبات کے ترک کی وجہ سے ثواب میں کمی ہوئی تو اس کا وبال بھی امام کے سر پر ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"یُصَلُّوْنَ لَکُمْ فَاِنْ اَصَابُوْا فَلَکُمْ وَ اِنْ اَخْطَاُوْا فَلَکُمْ وَعَلَیْھِمْ" (صحیح البخاری)

"ائمہ تم کو نماز پڑھاتے ہیں۔ اگر ٹھیک اور درست پڑھائی تو تم کو اور ان کو پورا ثواب ملے گا اور اگر انہوں نے غلطی کی تو تمہیں پھر بھی پورا ثواب ملے گا اور وبال ائمہ کے سر پر رہے گا۔"

اس لئے ذیل میں چند خاص باتیں بطور یاددہانی کے لکھی جاتی ہیں، ان کا خاص اہتمام کیا جائے: (۱) غسل اور وضو مسنون طریقہ پر کیا جائے۔ اس کے لئے مسائل کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے۔ (۲) پاکی اور صفائی کا بھی اہتمام کیا جائے، کپڑے اور بدن وغیرہ غیر مشکوک طریقے پر پاک ہوں۔ (یعنی پاکی کا ایسا اہتمام ہو کہ شک وشبہ بھی نہ ہو)

(۳) پائجامہ اور لنگی کو خوب اچھی طرح ٹخنے سے اُوپر رکھا جائے۔ اسی طرح لمبے

کرتے کو بھی، اس میں بہت کوتاہی ہوتی ہے، اس سے نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔

(۴) جماعت کا وقت ہونے سے قبل امام کو مسجد میں حاضر ہونا چاہئے۔ سنن و نوافل سے فارغ ہو جانا چاہئے۔ (۵) سورۂ فاتحہ کے ختم ہونے پر سراً آمین کہنا چاہئے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر کر آمین کہتے تھے۔ اس موقع پر تھوڑی دیر کے لئے سکتہ معلوم ہوتا تھا۔ (جامع الترمذی، الصلوٰۃ، باب ما جاء فی السکتتین: ۱/۵۹)

(۶) سورۂ فاتحہ اور سورت کے درمیان "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" پڑھ لینا چاہئے، بہتر ہے۔ "إِنْ سَمّٰى بَيْنَ الْفَاتِحَةِ وَالسُّوْرَةِ الْمَقْرُوْءَةِ سِرًّا أَوْ جَهْرًا كَانَ حَسَنًا عِنْدَ أَبِيْ حَنِيْفَةَ" (شامی: ۱/۳۴۲، کتب خانہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور ہر رکعت کے شروع میں بھی بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ (معارف السنن، باب ما جاء فی ترک الجهر ...... بقية بحث الجهر بالبسملة: ۲/۳۷۲)

سورۂ فاتحہ کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا سنت ہے۔ (معارف السنن)

(۷) سورۂ فاتحہ کے بعد سورت کی قرأت میں سنت کا خیال رکھنا چاہئے۔ اس بارے میں کوتاہی دیکھی جاتی ہے۔ سنت یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل یعنی "سورۂ حجرات سے سورۂ بروج" تک کی سورتوں میں سے کوئی سورت پڑھی جائے۔ ظہر میں ایک روایت کے مطابق اوساط مفصل کی بھی گنجائش ہے۔ عصر اور عشاء میں اوساط مفصل یعنی سورۂ "بروج" سے "البینۃ" تک کوئی سورت پڑھی جائے اور مغرب میں قصار مفصل یعنی البینہ سے آخر قرآن تک کی قرأت کی جائے۔

(البحر الرائق، الصلاة، فصل ما يفعله من أراد الدخول......: ۱/۳۴۰)

(۸) اور سنت یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھی جائے۔ (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ)

(۹) یہ طریقہ مکروہ تنزیہی ہے کہ ایک رکعت میں کسی سورت کا آخری حصہ اور دوسری رکعت میں کسی دوسری سورت کا آخری حصہ پڑھے۔ اسی طرح یہ عادت کرنا بھی ٹھیک نہیں کہ ایک رکعت میں کسی سورت کے اوّل یا درمیان سے پڑھے اور دوسری رکعت

میں دوسری سورت کے درمیان سے یا اوّل سے پڑھے ایسا کرنے سے اگر چہ نماز صحیح رہتی ہے لیکن یہ خلافِ اولیٰ ۔(ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاة:۱/۵۴۱)

اگر کبھی کبھی ایسا ہو تو ایک درجہ مسنون ہے۔(امداد الفتاویٰ، باب القراءة:۱/۲۱۷)

(۱۰) سنت کے مطابق قرأت کرتے ہوئے اختصار اور تخفیف کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ احادیث میں ائمہ کو تخفیفِ صلوٰۃ کا تاکیدی حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب علماء اور فقہاء کے یہاں یہ ہے کہ سنت کے دائرے میں رہتے ہوئے اختصار سے کام لے۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ مسنون سورتوں میں سے مختصر کو پڑھے اور تجوید کی پوری رعایت کرتے ہوئے تیزی سے پڑھے، آج کل یہ عادت ہوگئی ہے کہ تغنی کی خاطر دیر لگائی جاتی ہے جس سے گرانی بھی ہوتی ہے اور مسنون قرأت نہیں ہو پاتی مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے لکھا ہے کہ قرأت میں تغنی کی خاطر دیر لگانا تخفیف کے خلاف ہے۔(تقریر ترمذی، مفتی محمد تقی عثمانی:۱/۴۹۴)

"اَلْجُمْلَةُ فِيْهِ اَنَّهٗ يَنْبَغِيْ لِلْاِمَامِ اَنْ يَّقْرَأَ مِقْدَارَ مَا يَخِفُّ عَلَى الْقَوْمِ وَلَا يَثْقُلُ عَلَيْهِمْ بَعْدَ اَنْ يَّكُوْنَ عَلَى التَّمَامِ "(ردالمحتار، الصلاة، باب صفة الصلاة:۱/۵۴۱)

(۱۱) جن سورتوں کو نماز میں پڑھنا ہو اس کی تجوید خصوصی طور پر صحیح کر لینی چاہئے۔ بعض غلطیوں سے نماز فاسد ہو سکتی ہے۔

(۱۲) جمعہ کے دن فجر کی نماز میں سورۂ "الم السجدہ" اور سورہ "دھر" اکثر پڑھنی چاہئے، کبھی کبھی چھوڑ دینی چاہئے، تاکہ لوگ واجب نہ سمجھیں، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کو پڑھا کرتے تھے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ پڑھتے تھے۔(فتح الباری لابن رجب، الصلاة:۶/۱۷۱)....(۱۳) جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں، ان نمازوں میں سلام کے بعد مختصر دُعا کر لینی چاہئے۔

حدیث میں آیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اتنی دیر بیٹھتے تھے جتنی دیر میں "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ" پڑھیں۔(صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلوٰۃ......:۱/۲۱۸)

اس حدیث میں ہمارے فقہاء نے ان نمازوں پر محمول کیا ہے جن کے بعد سنتیں ہیں، جیسے ظہر، مغرب، عشاء، اس لئے مذکورہ دُعا سے زیادہ سنتوں میں دیر نہیں کرنی چاہئے اور علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ......" سے مراد خاص وہی ذکر نہیں بلکہ یہ یا اس کے قریب کوئی ذکر مراد ہے، اس لئے صحیحین میں یہ ذکر بھی آیا ہے:

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ" (شامی، آداب الصلاۃ، مطلب: هل یفارقه المکان: ۱/ ۵۳۰)

جمعہ بھی ان نمازوں میں داخل ہے جن کے بعد سنتیں ہیں۔

(۱۴) جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں سلام پھیرنے کے بعد قوم کی طرف متوجہ ہو کر یا دائیں طرف یا بائیں طرف مڑ کر بیٹھے اور تسبیحات و اذکار کے بعد دُعا کرے۔ (شامی، آداب الصلاۃ، مطلب: هل یفارقه الملکان: ۱/ ۵۳۰، فرض نمازوں کے بعد استحباب دعاء برفع الایدی پر تفصیلات کے لئے "التحفة المطلوبة فی استحباب رفع الیدین فی الدعا بعد المکتوبة" (مؤلف پیرزادہ مفتی شمس الدین نور) دیکھیں۔)

(۱۵) نماز میں خشوع وخضوع پیدا کرنے کی کوشش کی جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ پڑھا جائے اس کی طرف توجہ کی جائے اور ہر لفظ کو محض یاد سے نہیں بلکہ مستقل اِرادہ سے نکالے۔ (اصلاح انقلاب حضرت تھانوی: ص ۱۱۴)

(۱۶) نماز کے مفسدات ومکروہات نیز سجدہ سہو واجب کرنے والے اُمور کو فقہ کی کتابوں میں غور سے پڑھنا چاہئے۔

حدیث شریف میں آتا ہے جو اِمام اس طرح نماز پڑھائے کہ قوم راضی ہو اس کو قیامت کے دن مشک کا ٹیلہ نصیب ہوگا۔ (جامع الترمذی، صفة الجنة، ۲/ ۸۴)

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ائمہ کے لئے یوں دُعا فرمائی ہے:

"اَللّٰھُمَّ اَرْشِدِ الْاَئِمَّةَ" (جامع الترمذی، الصلوۃ، باب ما جاء ان الامام ضامن: ۱/ ۵۱)

ترجمہ: "اے اللہ! ائمہ کو رُشد وہدایت عطاء فرما۔" (آمین ثم آمین)

(ماخوذ از: قومہ اور جلسہ میں اطمینان کا وجوب اور ان میں اذکار کا ثبوت: ۳۳ تا ۳۵، ۳۸، ۳۹)

مساجد کی آبادکاری میں ائمہ کرام کا کردار

مسجد کو تعلیم و تعلّم کے حلقوں کے ذریعے آباد کرنا

اگر ہم مساجد کی تاریخ اور مساجد کا اصلاحِ معاشرہ میں کردار اور مساجد کے ذریعے ہر مرد وعورت (چاہے وہ عمر کی کسی بھی منزل میں ہو) تک علمِ دین کس طرح پہنچا اس پر غور کریں تو یہ بات ہم پر واضح ہوجائے گی کہ قرونِ اُولیٰ میں مساجد فجر سے لے کر عشاء تک تعلیمی حلقوں سے آباد تھیں۔

محلے کا ہر فرد جس طرح کھانا پینا اپنے ذمے سمجھتا تھا اسی طرح مسجد سے اپنی رُوحانی غذا ان تعلیمی حلقوں میں بیٹھ کر حاصل کرنا ضروری سمجھتا تھا جس کے نتیجے میں اس اُمت کا ہر فرد شرک کے گناہ سے بچتا تھا اس لئے کہ تعلیمی حلقوں کے ذریعے اس کے عقائد کی اتنی اصلاح ہوجاتی تھی کہ وہ قبر پرستی، شخصیت پرستی، باطل کے تمام حربوں اور چالوں سے بچنے کے لئے ان تعلیمی حلقوں کے ذریعے اپنی حفاظت کرلیتا تھا۔

آرزو اور تمنا ہے اور دُعا بھی ہے کہ! ائمہ حضرات دوبارہ اپنی اپنی مساجد میں ایسی ترتیب بنالیں کہ محلے کا ہر شخص ان تعلیمی حلقوں میں بیٹھے اور ہماری مسجدیں دوبارہ ان تعلیمی حلقوں سے آباد ہوجائیں اور مساجد پر کسی وقت بھی تالا نہ لگے۔

لہٰذا ائمہ کرام کی خدمت میں نہایت ہی ادب سے عاجزانہ گزارش ہے کہ وہ اپنی مساجد میں صبح تا شام تعلیمی حلقے قائم کریں۔ مساجد میں تعلیمی حلقے قائم کرنے سے معاشرے کی بہت سی برائیاں ختم ہوجائیں گی۔

❶ آپ کے محلے میں امن وامان قائم ہوگا۔ ❷ رحمت وبرکت کی فضا قائم ہوگی۔

❸ آپس میں تعاون، اُخوت (بھائی چارہ) قائم ہوگا۔

احادیث سے مساجد کے اندر تعلیم و تعلّم کے حلقے قائم کرنے کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام سے ان حلقوں کو قائم فرما گئے، اس میں بیٹھنے اور بٹھانے کے فضائل ارشاد فرمائے۔ نہ بیٹھنے والوں اور نہ سیکھنے والوں اور نہ سکھانے والوں کے لئے وعیدیں ارشاد فرمائیں۔ اس سلسلے میں اہل علم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی مساجد اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و تابعین کے زمانے کی مساجد میں تعلیم و تعلّم کے حلقوں کے قیام کی اہمیت پر کتابیں لکھی ہیں جن میں اس بات کے دلائل، اس کے فوائد لکھے ہیں اور مساجد کو نمازوں کے بعد تالے لگوانا یا ان میں علمی حلقے نہ لگوانا اس کے نقصانات اور اس پر وعیدیں جمع کی ہیں۔

عہدِ نبوی اور بعد میں بھی دین کے سیکھنے اور سکھانے کا مرکز مسجدیں تھیں۔ یہ مسجد میں سیکھنے اور سکھانے کا سلسلہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے زمانے میں رہا اور اسی طرح بعد کے زمانے میں بھی رہا۔ چناں چہ احادیث میں وارد ہے کہ:

❶ ...رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر کے بعد ستون ابولبابہ کے پاس تشریف لاتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس طرح حلقہ باندھ کر بیٹھ جاتے تھے کہ سب کا چہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کی طرف ہوتا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مجلس اور حلقہ کا بھی یہی طریقہ تھا اور وہ مسجد کے ستونوں کے پاس عام طور سے بیٹھتے تھے اور ہر ستون کے پاس حلقہ قائم ہوتا تھا۔

❷ ... مسجدِ نبوی میں مجلسوں اور حلقوں کا ذکر بڑے فصیح و بلیغ اور والہانہ انداز میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک شاگرد نے یوں کیا ہے:

”عَهْدِیْ بِهٰذَا الْمَسْجِدِ وَاَنَّهٗ کَمِثْلِ الرَّوْضَةِ اِخْتَرْ مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُ“

(المحدث الفاصل، باب فضل الطالب لسنة......۱۸۰)

ترجمہ: ”اس مسجد میں میرا وہ دور گزرا ہے جب یہ باغیچہ کے مانند تھی تم اس کے جس حصہ میں چاہو بیٹھ جاؤ۔“

مسجد کی آبادی کے فضائل

ائمہ حضرات کو چاہئے کہ مقتدیوں کو مسجد کے درج ذیل فضائل بتلائیں، تاکہ ان میں مسجد کو آباد کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

❶ ... حضرت ابو سعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی کو دیکھو کہ وہ مسجد کا عادی بن گیا ہے۔ (جب کام سے چھوٹتا ہے مسجد کا رُخ کرتا ہے) تو اس کے مؤمن ہونے کی شہادت دو کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ" (ال عمران:۱۸)

❷ ... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص صبح یا شام کو مسجد جاتا ہے جتنی مرتبہ بھی جائے اللہ تعالیٰ (ہر مرتبہ جانے کے بدلے میں) اس کے لئے جنت میں مہمانی کا سامان تیار کر دیتا ہے۔" (مسند احمد، ابو سعید خُدری: ۳/۶۷، الرقم: ۱۱۳۲۰)

❸ ... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس روز اللہ کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا اس دن سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں لے لے گا" ان سات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کا شمار بھی کیا کہ جب وہ مسجد سے نکلتا ہے تو واپس مسجد میں آنے تک "اس کا دل مسجد میں ہی اٹکا رہتا ہے۔" (صحیح البخاری، الزکوٰۃ، باب الصدقۃ بالیمین: ۱/۱۹۱)

❹ ... حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص گھر میں اچھی طرح وضو کرنے کے بعد مسجد کو جاتا ہے، وہ اللہ کی ملاقات کو آنے والا (یعنی اللہ کا مہمان) ہو جاتا ہے اور میزبان پر حق ہے کہ وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔ (مجمع الزوائد، الصلاۃ باب المشی الی المساجد: ۲/۱۱۴، الرقم: ۲۰۸۷)

❺ ... حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے تھے: ''زمین پر مسجدیں اللہ کے گھر ہیں جوان مسجدوں میں اللہ کی ملاقات کو آئے اللہ پر حق ہے کہ وہ ان کا اکرام کرے۔''

(شعب الایمان للبیہقی، فضل المشی الی المساجد: ۴/ ۳۷۸، الرقم: ۲۶۸۲)

❻...حدیث میں ہے مسجدوں کو آباد کرنے والے اللہ والے ہیں۔

(شعب الایمان للبیہقی: ۴/ ۳۷۹، الرقم: ۲۶۸۴)

❼...حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنا عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔ (کنز العمال، الصلاۃ، اَلْفَصْلُ الثانی فی فضائلِ الصلاۃ، الرقم: ۱۸۸۹۴)

❽...حدیث میں اللہ عزوجل فرماتے ہیں کہ میں زمین والوں کو عذاب دینا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب کو ہٹا لیتا ہوں۔ (الجامع لشعب الایمان: فضل المشی الی المساجد: ۴/ ۳۷۹، الرقم: ۲۶۸۵)

❾...حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان کا بھیڑیا ہے۔ جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی اِدھر اُدھر کی بکری کو پکڑ کے لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو جماعت، عوام اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔

(مسند احمد، معاذ بن جبل: ۵/ ۲۳۳، الرقم: ۲۱۵۲۴)

مسجد کے آباد ہونے سے گھروں اور عصری اداروں میں بھی دین آئے گا

حضرت مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اگر تم سارے مرد حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرح بھی بن جاؤ پھر بھی دین زندہ نہیں ہوگا جب تک عورتوں کے اندر دین زندہ نہ ہو۔

اور عورتیں ساری رابعہ بصریہ کی طرح بن جائیں پھر بھی دین زندہ نہیں ہوگا جب

تک بچوں میں دین زندہ نہ ہو۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو محنت فرمائی اس سے مردوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو عورتوں میں اُمّ المؤمنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، بچوں میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور غلاموں میں سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے۔ جب ان چاروں طبقوں میں ہماری طرف سے محنت ہوگی تو دین تمام شعبوں میں زندہ ہوگا۔

لہٰذا ہمیں چاہئے کہ ہم مساجد کو اس طرح آباد کریں کہ اس کا اثر محلّہ کے سکولوں، یونیورسٹیوں، کالجوں تک بھی پہنچے۔

جس کالج، یونیورسٹی، مدرسہ، سکول میں اگر معمولی دین داری بھی ہے تو وہ مسجد کے ذریعہ سے آئی ہوئی ہوگی، جو کسی نہ کسی امام مسجد نے سکول کے پرنسپل، اساتذہ وغیرہ کو مسجد کے تعلیمی حلقوں میں بٹھایا ہوگا، ان کے اندر اس بات کا جذبہ بڑھا ہوگا کہ اپنے کام سے پہلے مسجد کے تعلیمی حلقہ سے ایمانی نور حاصل کر کے جائیں۔

مقتدیوں سے بحث مباحثہ اور غیر ضروری سوالات میں اکابر کا طرزِ عمل

بے کار سوالات اور غیر ضروری باتوں کا نتیجہ بالآخر یہ نکلتا ہے کہ آہستہ آہستہ افراد اور جماعتوں کی قوتیں مضمحل اور سلب ہوتی چلی جاتی ہیں اور لوگ مفلوج ہو کر رہ جاتے ہیں، جن لوگوں میں عمل کی قوتیں بیدار ہوتی ہیں وہ باتونی نہیں ہوا کرتے، بلکہ باعمل اور فعال ہوا کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”پچھلے لوگ اس لئے تباہ ہوئے کہ انہوں نے پیغمبروں سے بے جا اور بے موقع سوالات کیے اور ان کے بتلائے ہو طریقے پر نہیں چلے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الاعتصام)

اور پھر اس پر وقت ضائع ہوتا ہے لوگوں میں سمجھنے کی صلاحیت ہوتی نہیں اور علماء

سے بحث ومباحثہ کرنا شروع کردیتے ہیں جس سے سوائے دینی نقصان اورمزید پریشانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ایک بزرگ کسی سے ملاقات کرنے کے لئے گئے، وہ نہ ملے تو پوچھا: ''کہاں گئے ہیں؟'' بعد میں یہ بزرگ آخر عمر تک اس بات پر روتے تھے کہ میں نے یہ فضول بات کیوں پوچھی کہ وہ کہاں گئے ہیں؟ یہ تھی ہمارے اکابر کی احتیاط۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا معمول تھا کہ نامکمل، فضول سوالات اور بے فائدہ باتوں پر بہت سخت تنبیہ فرماتے تھے، یہاں پر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے چند واقعات وارشادات مقتدیوں کی اصلاح کی نیت سے نقل کئے جاتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آج کل ایسے فضول سوالات بہت کئے جاتے ہیں جن پر دن کا کوئی مقصود موقوف نہیں۔مثلاً یہ سوال کیا جاتا ہے کہ: ''فلاں کام بڑا گناہ ہے یا چھوٹا گناہ ہے۔''

میں جواب دیا کرتا ہوں کہ اگر چھوٹا گناہ ہوا تو کیا اِرتکاب کا قصد ہے؟ اگر کہے: ''ہاں!'' تو میں کہتا ہوں کہ: ''کیا کبھی اپنے چھپر میں چنگاری لگانے کے متعلق بھی یہ سوال کیا ہے کہ یہ چنگاری چھوٹی ہے یا بڑا انگارہ ہے اور اگر یہ معلوم ہو کہ چھوٹی چنگاری ہے تو کیا اُس کو چھپر میں لگانے کی جرأت کروگے؟''۔

اگر کہو: ''نہیں کیوں کہ ذراسی چنگاری بھی کبھی بڑھ جاتی ہے۔'' میں کہتا ہوں کہ: ''اسی پر چھوٹے گناہ کو قیاس کرلو جو شخص چھوٹے گناہ پر جرأت کرتا ہے وہ کل بڑے پر بھی جرأت کرے گا۔'' اسی طرح یہ سوال کیا جاتا ہے کہ: ''چند مُردوں کو ثواب بخشا جائے تو تقسیم ہو کر پہنچے گا یا بلا تقسیم کے سب کو برابر پہنچے گا؟ اگر تقسیم ہو کر پہنچتا ہے تو اباجان کو بہت کم ملے گا۔'' میں کہتا ہوں کہ: ''تم اس فکر میں کیوں پڑے، اگر تقسیم ہو کر بھی ثواب پہنچا تو اللہ تعالیٰ کو بڑھانا بھی تو آتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ ایک چھوارے کے صدقے کو اتنا بڑھاتے ہیں کہ جبلِ اُحد سے بھی بڑھ جاتا ہے۔ (صحیح مسلم: الرقم: ۱۰۱۴)

اب بتلاؤ کہ پہاڑ میں کتنے ارب چھوارے ہوں گے اور اتنے ارب میں تقسیم

جاری ہوتو کیا حرج ہے۔'' ارے میاں! اللہ تعالیٰ کے یہاں تو ذرا سا عمل بھی قبول ہو جائے تو بہت ہے پھر تم کس فکر میں پڑے ہو؟

مگر اب علماء بھی ان مسائل کی تحقیق کے درپے ہو جاتے ہیں اور ہم نے بھی لڑکپن میں ایسی تحقیق کی ہے، مگر اب معلوم ہوا کہ یہ مشغلہ فضول تھا پس عوام کو یہ چاہئے کہ فضولیات کی تحقیق نہ کریں اور ''علماء کو چاہئے کہ ان فضولیات کا جواب نہ دیں۔''

حضرت مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک شخص نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق سوال کیا۔ مولانا نے سائل سے پوچھا: ''یہ سوال کس کا ہے اور وہ اور تم کیا کام کرتے ہو؟''

کہا: ''سوال فلاں حافظ صاحب کا ہے اور وہ رنگریز ہیں اور میں درزی ہوں۔''

فرمایا: ''تم کپڑے سیتے رہو اور ان حافظ صاحب سے کہہ دو کہ کپڑے رنگتے رہیں۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانیں اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانیں۔ تم سے اُن کے معاملہ کا کیا تعلق؟ میں اطمینان دِلاتا ہوں کہ قیامت کے دن اُن کا مقدمہ تمہارے اجلاس میں نہ آئے گا۔'' اسی طرح ایک شخص نے میرٹھ میں ایک عالم سے سوال کیا کہ: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین شریفین مؤمن تھے یا نہیں؟''

عالم نے کہا: ''آپ نماز پڑھتے ہیں یا نہیں؟'' کہا: ''ہاں! پڑھتا ہوں۔''

کہا: ''اچھا بتلاؤ نماز کے اندر کتنے فرض ہیں؟''

اب وہ خاموش ہیں فرمایا: ''جاؤ! تم کو نماز کے فرائض کی خبر نہیں جس کا سب سے اوّل قیامت میں حساب ہوگا اور زائد باتوں کی تحقیق کے درپے ہو۔''

ان فضولیات کی تحقیق میں نفس کا کید یہ ہے کہ فرائض وواجبات کی تحقیق میں تو عمل کرنا پڑتا ہے اور عمل دُشوار ہے اور فضولیات کے سوال میں لوگ تو اس کو دین دار سمجھیں گے کہ ایسے ایسے باریک سوال کرتے ہیں اور کرنا کچھ پڑتا نہیں۔ اس لئے عام طور سے لوگ فضول سوال کر کے دین دار مشہور ہونا چاہتے ہیں۔ خیر عوام تو

جاہل ہیں، مگر بعض علماء کو کیا ہو گیا کہ وہ بھی ایسے سوالات کا جواب دیتے ہیں، میں ایسا روگ نہیں پالتا۔ (فضائل صبر وشکر: ۳۲۸ تا ۳۲۹)

ایک خط میں کاتب نے بعض لوگوں کی نسبت تعریضاً یہ لکھا کہ:

''جو لوگ حرام کھاتے ہیں ان کا حشر کیا ہوگا؟''

فرمایا: ''مجھ کو فضول سوال سے گرانی ہوتی ہے انسان پہلے اپنی فکر کرے، کیوں کہ بعض لوگوں کی عادت ہے کہ ایسے مضمون سے نصیحت کرنا منظور نہیں ہوتا، بلکہ محض دوسرے کو چڑانا (مقصود ہوتا ہے)۔''

ایک شخص حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں آیا کہ فلاں شخص فلاں کام شرک کا کر رہا ہے اور اس پر بنظر تحقیر کہا تھا۔

حضرت نے فرمایا: ''میاں بیٹھ بھی، جس وقت اپنی حقیقت کھلے گی تو سب بھول جاؤ گے اور اپنے کو کافر سے بھی بدتر سمجھو گے۔ دوسروں کے عیوب کی طرف نظر ہی نہ ہوگی۔''

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا:

''ایک شخص نے کہا: یزید پر لعنت کرنا کیسا ہے؟'' میں نے کہا: ''ہاں اس شخص کو جائز ہے جس کو یقین ہو جائے کہ میں اس سے بہتر ہو کر مروں گا۔''

اس نے کہا: ''یہ مرنے سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے؟''

میں نے کہا: ''بس مرنے کے بعد جائز ہوگا''۔

ایک اور موقع پر فرمایا: ''شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سے کسی نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے؟''

فرمایا: ''جیسے جمعرات کی نماز پڑھنا۔'' کسی اور نے یہ پوچھا: ''فاحشہ عورت کا جنازہ پڑھنا کیسا جائز ہے؟'' فرمایا: ''اس کے آشناؤں کے جنازے کیسے جائز سمجھتے ہو۔''

ایک عامی نے حضرت سے پوچھا: ''ضاد (ض) کیسے پڑھا جائے؟''

آپ نے فرمایا: ''جیسے قرآن میں لکھا ہے۔''

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سے فرمایا: ''ایک شخص ہے بہشتی زیور کے ایک مسئلہ پر بہت اعتراض کرتا ہے۔'' حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اس کو میرے پاس بھیجو۔'' جب وہ سامنے آیا تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں ''نفسِ مسئلہ سمجھ نہیں آیا یا اس کی علت؟'' اب وہ عامی شخص تھا اس بات کو سمجھ ہی نہ سکا اور چپ چاپ واپس آ گیا۔

ایک شخص نے کہا: ''حضرت! لوگ آپ پر اعترض کرتے ہیں، اس لئے ایک جلسہ منعقد کیا جائے جس میں اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں۔'' اس پر آپ نے فرمایا: ''لوگ تو اللہ تعالیٰ وَاحد لاشَرِیک پر بھی اعتراض کرتے ہیں، پہلے اس پر جلسہ قائم ہو، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی، کیوں کہ ان پر اعتراض کئے جاتے ہیں، اس کے بعد قرآن پاک پر کیوں کہ اس پر بھی اعتراض کئے جاتے ہیں۔ اسی طرح تمام عظیم ہستیوں پر جلسے کرا کر اعتراضات کے جوابات دیئے جائیں پھر جب میرا نمبر آئے گا تو میں جلسہ کراؤں گا اور جوابات دوں گا۔''

ایک شخص نے کہا: ''نمازیں پانچ کیوں فرض کی گئیں؟'' حضرت نے جواب دیا: ''تمہاری ناک کمر پر کیوں نہ لگائی؟'' اس نے کہا: بُری لگتی'' تو حضرت نے فرمایا: ''سب کی ہوتی تو بُری کیسی لگتی۔''

ایک شخص نے پوچھا: ''دیہات میں جمعہ کیوں نہیں ہوتا؟''

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بمبئی میں حج کیوں نہیں ہوتا؟''

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے حکمت کا خزانہ عطا فرمایا تھا، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے عوام کی اصلاح کی خاطر بہت سی اصلاحی تصانیف لکھیں جو اِنتہائی اہم ہیں۔ حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں:

''علماء کو چاہئے کہ وہ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مواعظ

کو معمولاتِ یومیہ میں جگہ دیں اور اس سے روزانہ کچھ صفحات مطالعہ کریں، اس سے بہت فائدہ ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطاء فرمائیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے مطالعہ سے نہ صرف دینی طور پر بلکہ دنیاوی طور پر بھی ذہن وسیع ہوتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا بڑا اہتمام تھا کہ جن سوالات پر دنیا و آخرت کا کوئی عملی فائدہ مرتب نہ ہو ان کی ہمت شکنی کی جائے۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایسے سوالات کے جواب میں فتویٰ لکھنے کے بجائے نصیحت فرماتے تھے جس سے عمل کا دھیان اور آخرت کی فکر پیدا ہو۔

مثلاً ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا: ''یزید کی مغفرت ہوگی یا نہیں؟'' آپ نے جواب دیا: ''یزید سے پہلے اپنی مغفرت کی فکر کرنا چاہیے۔''

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مسئلہ معلوم کیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سر نیچا کئے خاموش بیٹھے رہے۔ سائل نے دوبارہ معلوم کیا اور کہا: آپ نے میرا سوال نہیں سنا؟''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا: ''ہاں سنا، تم لوگ گویا سمجھتے ہو کہ جو باتیں ہم سے معلوم کرتے ہو، ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ ہم سے سوال نہیں کرے گا، اتنا موقع تو دو کہ ہم تمہارے مسئلہ میں غور کرلیں، اگر ہمارے نزدیک جواب ہوگا تو بتادیں گے ورنہ تم سے کہہ دیں گے کہ ہم کو اس کا علم نہیں ہے۔''

(خیر القرون کی درسگاہیں: ۲۰۱)

حضرت مسلم بن عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میں چونتیس سال تک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس میں بیٹھا ہوں، بسا اوقات لوگ ان سے مسائل دریافت کرتے تو وہ جواب میں ''لَآ اَدْرِیْ'' کہتے اور میری طرف متوجہ ہو کر فرماتے: ''یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ یہی چاہتے ہیں کہ ہماری پشت کو جہنم کا پل بنائیں'' اور ان لوگوں سے کہتے: ''تم لوگ ہماری پشت کو جہنم کا پل بنا کر کہنا چاہتے ہو کہ ابن

عمر نے یہ فتویٰ دیا ہے۔'' (خیر القرون کی درسگاہیں: ۲۰۱، ۲۰۲)

اسی طرح بعض اوقات امام مسجد کو ایسے لوگوں کے ساتھ واسطہ پڑ جاتا ہے جو یا تو جاہل ہوتے ہیں، یا ہوتے تو وہ عالم ہیں، لیکن جاہلانہ کام کرتے ہیں...... یا مقابلہ میں آ کر جاہلانہ باتیں کرتے ہیں کوئی ایسی بحث شروع کر دیں گے جس کے ذریعے امام کو تنگ کرنا مقصود ہوتا ہے...... یا امام کے ذریعے اپنے دوسرے ساتھیوں کو ذلیل کروانا مقصود ہوتا ہے یا آپس کے نمازیوں میں تفرق پیدا کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔

اس وقت امام کو چاہئے کہ اس صفت سے متصف ہو جائے جو صفت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رحمٰن کے بندوں کی بیان فرمائی ہے کہ:

"وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا" (الفرقان، آیت ۶۳)

''اور جب بے علم لوگ ان سے باتیں کرنے لگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔''

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''یعنی کم عقل اور بے ادب لوگوں کی بات کا جواب عفو و صفح سے دیتے ہیں جب کوئی جہالت کی گفتگو کرے تو ملائم بات اور صاحب سلامت کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسوں سے منہ نہیں لگتے۔ نہ ان میں شامل ہوں نہ ان سے لڑیں۔ (تفسیر عثمانی: ۴۸۷، حاشیہ: ۹)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''یعنی جب جہالت والے ان سے خطاب کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام۔ یہاں جاہلوں کا ترجمہ جہالت والوں سے کر کے یہ بات واضح کر دی گئی ہے کہ مراد اس سے بے علم آدمی نہیں بلکہ وہ (شخص) جہالت کے کام یا جاہلانہ باتیں کرے خواہ واقع میں ذی علم بھی ہو اور لفظ سلام سے مراد یہاں عرفی سلام نہیں بلکہ سلامتی کی بات ہے۔ (معارف القرآن: ۶/۵۰۳)

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نحاس رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے کہ اس جگہ سلام ''تسلیم'' سے مشتق نہیں بلکہ ''تسلم'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''سلامت رہنا''۔ (تفسیر قرطبی: ۷/۵۵، الفرقان: ۶۳)

مراد یہ ہے کہ جاہلوں کے جواب میں وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں جس سے دوسروں کو ایذاء نہ پہنچے اور یہ گناہ گار نہ ہو۔ حاصل یہ ہے کہ بے وقوف جاہلانہ باتیں کرنے والوں سے یہ حضرات انتقامی معاملہ نہیں کرتے بلکہ ان سے در گزر کرتے ہیں۔

لہٰذا ہماری جماعت (ائمہ کرام) کو چاہئے کہ ایسے جاہل لوگوں کی باتوں کا جواب نہ دیں...... ان سے منہ نہ لگیں...... اگر چہ وہ ذی علم ہی کہلاتے ہوں...... کیوں کہ بسا اوقات شیطان ان ہی کی زبان سے ایسی باتیں کہلواتا ہے جس سے امام صاحب کو غصہ آئے اور وہ تردید میں کچھ جواب دیں...... پھر محلے میں یہ مشہور ہو جائے امام صاحب نے یوں کہا...... یوں کہا...... پھر دونوں اہل علم لڑتے رہیں اور محلے کے بے دین عوام خوش ہوتے رہیں...... اور شیطان کی خوشی کا تو کیا ہی کہنا...... لہٰذا ایسے اوقات میں بہت ہی حکمت سے کام لیتے ہوئے اور اللہ جل جلالہٗ سے خوب مدد مانگتے ہوئے شیطان اور اس کے حواریین کے جال سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے۔

یا تو اس مجلس سے چلا جائے...... یا کہہ دے کہ کسی دار الافتاء سے اس مسئلہ میں رجوع فرمالیں...... یا صاف کہہ دے یہ مسئلہ منبر و محراب پر بیان کرنے کا نہیں ہے جس کو جس قدر ضرورت ہو وہ کتابوں سے رجوع کر لے...... یا کوئی صاحب بے جا غصہ کر رہے ہیں تو صبر و ضبط کرتے ہوئے ان کو سمجھائیں، یا کہہ دے کہ اس مسئلہ کے متعلق بعد میں بات کر لیں گے۔

خواب کے بجائے بیداری کی فکر کروائیں

اکثر مقتدی احباب ائمہ حضرات کے پاس خواب کی تعبیر پوچھنے آتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو برے خواب دیکھ کر بہت پریشان ہو جاتے ہیں اور بعض اچھے خواب دیکھ کر بہت مطمئن ہو جاتے ہیں۔ خوابوں کے پیچھے بہت زیادہ پڑنا مطلوب اور مقصود نہیں، البتہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے۔ لیکن اس پر نجات کا مدار نہیں کیوں کہ غیر

اختیاری معاملہ ہے۔ ہمارے طبقے میں ایک بڑی تعداد ہے جو خوابوں ہی کے پیچھے پڑی ہے۔ دن رات یہی فکر ہے کہ کوئی اچھا خواب آجائے۔ اسی کو منتہاءِ مقصود سمجھا ہوا ہے۔ حالاں کہ یہ بات درست نہیں۔ اس لئے کہ پھر یہ ہوتا ہے کہ جب کبھی کوئی اچھا خواب اپنے بارے میں دیکھ لیا تو بس یہ سمجھا کہ اب میں کہیں سے کہیں پہنچ گیا ہوں۔

خوب سمجھ لیں کہ خواب اپنی ذات میں نہ تو کسی کا درجہ بلند کرتا ہے اور نہ اُجر و ثواب کا موجب ہوتا ہے، بلکہ اصل مدار بیداری کے اعمال پر ہے۔ یہ دیکھو کہ تم بیداری میں کیا عمل کر رہے ہو۔ لہٰذا اگر کوئی اچھا خواب دیکھے۔

مثلاً اپنے بارے میں کوئی دینی یا دنیوی ترقی دیکھے، تو اس صورت میں اپنے جاننے والے اور اپنے محبت کرنے والوں کے سامنے اس خواب کا تذکرہ کرے، دوسروں کو نہ بتائے، کیوں کہ بعض اوقات ایک آدمی وہ خواب سُن کر اس کی اُلٹی سیدھی تعبیر بیان کر دیتا ہے، جس کی وجہ سے اس اچھے خواب کی تعبیر اس کے مطابق ہو جاتی ہے، اس لئے اپنے محبت کرنے والوں کو وہ خواب بتائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ (صحیح البخاری، باب رؤیا من اللہ)

اور اگر کوئی شخص برا خواب دیکھے تو کسی سے بیان نہ کرے کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"فَإِذَا رَاٰى أَحَدُكُمْ رُؤْيَا يَكْرَهُهَا فَلَا يُحَدِّثْ بِهَا أَحَدًا وَلْيَقُمْ فَلْيُصَلِّ" (جامع الترمذی، ابواب الرؤیا، ۲/۵۵)

ترجمہ: "تم میں سے کوئی برا خواب دیکھے تو کسی سے بیان نہ کرے (بلکہ چاہئے کہ وہ کھڑا ہو جائے اور (نفل) نماز پڑھے۔"

لہٰذا ائمہ کو چاہئے کہ لوگوں کو بتلائیں کہ خواب کے معاملہ میں وہ درمیانی راستہ موقع مناسبت دیکھ کر اختیار کریں جو ہمیں شریعت نے بتلایا ہے۔

مقتدیوں کے لباس کی اِصلاح

اکثر مقتدی حضرات روزمرہ زندگی میں شرعی لباس کی رعایت نہیں کرتے اور یہ عادت ان کی اتنی پختہ ہو جاتی ہے کہ نماز میں بھی شرعی لباس کی رعایت کا اہتمام اور اس کا خیال تک نہیں آتا، لہٰذا امام صاحب کی یہ ذمہ داری ہے کہ (حکمت اور پیار محبت کے ساتھ) وہ مقتدیوں کو اس کی باقاعدگی سے پابند کرائیں اور بتائیں کہ:

''نماز میں ستر عورت تو شرط ہی ہے، ستر عورت کے بعد بھی کچھ چیزوں کی رعایت ضروری ہے۔ مردوں کا کپڑا ریشمی نہ ہو۔ جان دار کی تصویر والا نہ ہو اتنا چست نہ ہو کہ اعضاء کی ساخت نمایاں ہو۔ کرتا یا پاجامہ یا لنگی ٹخنے سے نیچے نہیں ہونا چاہئے۔ کوئی کپڑا اگر ٹخنے سے نیچے ہوا تو نماز مکروہ ہوگی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے نماز پڑھی ان کا پاجامہ یا لنگی ٹخنے سے نیچے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نماز اور وضو دونوں کے لوٹانے کا حکم دیا۔ پوچھا گیا: ''حضرت آپ نے وضو لوٹانے کا حکم کیوں دیا؟'' فرمایا: ''اس نے لنگی نیچے کر کے نماز پڑھی اور جو ایسا کرتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔'' (سنن ابی داؤد، الصلوٰۃ، باب الاسبال فی الصلاۃ، الرقم: ۶۳۸)

معلوم ہوتا ہے کہ وضو لوٹانے کا حکم بطور سزا کے دیا، تاکہ پھر ایسی غلطی نہ کریں۔ نماز کے لوٹانے کا حکم تو ظاہر ہے کہ اس لئے دیا کہ ایسی نماز مکروہ ہوتی ہے، بارگاہ الٰہی میں قبول نہیں ہوتی۔ اور یہ مضمون تو بہت سی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، جو تکبر کے ساتھ لنگی پائجامہ ٹخنے سے نیچے کرتا ہے

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف (ناراضگی کی وجہ سے نظرِ رحمت سے) نہیں دیکھیں گے۔ (صحیح البخاری، اللباس، باب من جر ثوبہ من الخیلاء، الرقم: ۵۷۸۸)

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تکبر کی وجہ سے ایسا نہیں کرتے۔

اگر بالفرض مان لیا جائے کہ یہ لوگ ایسا تکبر کی وجہ سے نہیں کرتے تو کم از کم متکبرین کے ساتھ مشابہت تو پائی جاتی ہے۔ یہی کیا کم ہے؟

حدیث شریف میں یہ بھی تو آیا ہے: "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ" (سنن ابی داؤد)

کیا متکبرین سے مشابہت اچھی بات ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ عمل تکبر کی وجہ سے ہوتا ہے اور آدمی کو اس بیماری کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے ایک صحابی سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَإِيَّاكَ وَ إِسْبَالَ الْإِزَارِ فَإِنَّهَا مِنَ الْمَخِيلَةِ وَ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ" (سنن ابی داؤد، اللباس، باما جاء فی اسبال الازار، الرقم: ۴۰۸۴)

یعنی لنگی نیچی کرنے سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ تکبر کی وجہ سے ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتے۔ ایک اور حدیث میں ہے "مَا أَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْإِزَارِ فِي النَّارِ" (صحیح البخاری، اللباس، باب ما أسفل من الکعبین، الرقم: ۵۷۸۷)

یعنی جو کپڑا ٹخنے سے نیچے ہے وہ جہنم میں جائے گا۔ کپڑا تو دنیا ہی میں اُتار لیا جاتا ہے مطلب یہ کہ کپڑے والا جہنم میں جائے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے: "لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ" (جامع الترمذی، البر والصلۃ، باب ماجاء فی الکبر: ۲/۲۰)

جس کے دل میں ذرّہ برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جا سکتا۔ اس کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے اس میں عام طور سے غفلت برتی جاتی ہے۔

یہ ممانعت مطلقاً ہے۔ نماز کے اندر بھی اور باہر بھی، جب یہ حالت اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں تو ایسی حالت میں نماز کیسے قبول ہوگی بہت سے لوگ ایسے

دیکھے جاتے ہیں کہ نماز کے وقت تو پائجامہ یا پینٹ موڑ لیتے ہیں۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو نیچے کر لیتے ہیں۔ یا کام کرنے کے وقت ٹخنے سے نیچے رکھتے ہیں۔ ائمہ کرام ایسے لوگوں کو سمجھائیں کہ یہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو ہر وقت ناپسند ہے۔ پھر ہم نماز کے باہر بھی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کیوں مول لیتے ہیں۔ اسی حال میں موت آجائے تو کیا ہوگا۔ "اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْھُمْ"

(نماز کی پابندی اور اس کی حفاظت: ۲۱ تا ۲۳)

بعض ائمہ کرام کا بھی بے احتیاطی سے پائجامہ ٹخنوں سے نیچے ہوتا ہے۔

بعض میں وضع قطع کے اعتبار سے کمی پائی جارہی ہوتی ہے، تو بعض ائمہ کرام نماز سکون واطمینان سے نہیں پڑھتے۔

اور یہ ایسی عادات ہیں کہ جن کو مقتدی ائمہ کے حق میں کسی حال میں بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے، کیوں کہ ہر مقتدی یہ چاہتا ہے کہ میں جس امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھوں اس کا لباس، اخلاق، نماز، وضع قطع غرض ہر کام شریعت اور سنت کے عین مطابق ہو۔ لہٰذا ائمہ کرام سے مؤدبانہ گزارش ہے کہ وہ ایسی صفات ہرگز اختیار نہ کریں جن کو دیکھ کر مقتدی غلط تاثر لیں اور مقتدیوں کے دِلوں میں امام کے لئے نفرتیں پیدا ہوں۔

علماء کی زندگی عوام سے ممتاز ہونی چاہئے

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہماری زندگی عوام کی زندگی سے ممتاز ہو، دیکھنے والا کھلی آنکھوں دیکھے کہ یہ دنیا کے طالب نہیں ہیں، ان کے یہاں مال و دولت معیار نہیں۔ ہمارے کام زیادہ تر حسبۃً للہ ہوں، جیسا کہ ہمارے اسلاف کا طریقہ رہا ہے، جب تک ہمارے طبقۂ علماء میں یہ اخلاقی امتیاز نہ ہوگا، ایثار کا مادّہ نہ ہوگا، ان کی شخصیت مؤثر اور قابلِ احترام نہیں ہوگی، دِل و دماغ میں دین کا گہرا اثر و وقار نہیں ہوگا۔ علماء کا وقار اس سے نہیں بڑھے گا کہ یہ مدرسہ اتنا بڑا ہے، وہ مدرسہ اتنا بڑا ہے، وہاں اتنے طالب علم پڑھتے ہیں اور وہاں کے جلسے اتنے کامیاب ہوتے ہیں۔ اس سے علماء کا وقار نہیں قائم ہوگا۔ علماء کا وقار قائم ہوتا ہے ذاتی نمونے سے، عوام جب دیکھتے ہیں کہ یہ چیز ایسی ہے کہ اس پر جان دے دی جائے لیکن علماء اس کو ہاتھ لگانا بھی گناہ سمجھتے ہیں، وہ اس کو خاطر میں نہیں لاتے، ہم نے سمجھا ہے کہ دولت سب سے بڑی چیز ہے، ان کے یہاں دولت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

جیسا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے نواب صاحب ڈھاکہ کو جواب دیا تھا۔ نواب صاحب نے کہلوایا: ”آپ مجھ سے مل لیں“ حضرت نے کہلوایا: ”نواب صاحب سے کہنا کہ آپ کے پاس جو چیز ”دولت“ ہے وہ میرے پاس بقدر ضرورت موجود ہے، لیکن میرے پاس جو چیز (علم دین) ہے وہ آپ کے پاس بقدر ضرورت بھی نہیں ہے۔ اس لئے آپ کو آنا چاہئے، مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔“

شیخ سعید حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک بزرگ عالم تھے، ایک دن دمشق کی ایک مسجد

میں سبق پڑھا رہے تھے، اس دن ان کے پاؤں میں کچھ تکلیف تھی (یہ واقعہ اگرچہ میرا منہ اس قابل نہیں کہ سنائے، لیکن واقعات کے بغیر کام نہیں چلتا، چھوٹا آدمی بھی اگر یہ واقعہ سنائے تو اس کا کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہے) ہاں تو شیخ سعید درس دے رہے تھے۔

آپ جانتے ہیں کہ مسجد میں جب درس دیا جاتا ہے تو پشت قبلہ کی طرف ہوتی ہے اور سامنے طالب علم ہوتے ہیں، تو سامنے سے جو آتا ہے، استاذ تو دیکھتا ہے طالب علم نہیں دیکھتے، ابراہیم پاشا جو محمد علی خدیو، بانی سلطنت خدیو کا فرزند تھا اور بڑا با جبروت حاکم وسپہ سالار تھا، جس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور جس سے لوگ کانپتے تھے۔

وہ دروازہ کی طرف سے مسجد میں داخل ہوا۔ حضرت کے پاؤں میں تکلیف تھی اس لئے دروازہ کی طرف پاؤں پھیلائے ہوئے تھے۔ جب وہ قریب آیا تو طالب علموں نے دیکھا کہ وہ ہے اور اس کے ساتھ حفاظتی دستہ بھی ہے، جلاد اور پہرہ دار بھی ہیں۔ طالب علم سمجھے کہ حضرت کو ہزار تکلیف ہو، پاؤں سمیٹ لیں گے، حاکم کا بھی ادب ہوتا ہے، شیخ نے بالکل جنبش نہیں کی، پاؤں پھیلائے رہے وہ سامنے آیا اور کھڑا ہو گیا۔ مؤرخ نے لکھا ہے کہ طالب علموں نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے کہ اب جلاد کو حکم ہوگا استاذ کا قابلِ احترام خون ہمارے کپڑوں پر نہ پڑے، وہ دیر تک کھڑا رہا۔

اس پر ایسا جلال طاری ہوا کہ کچھ بولا نہیں، سبق سنتا رہا اور پھر چلا گیا، بعد میں شیخ سعید حلبی کے لئے اشرفیوں کا ایک توڑا بھیجا۔ اہل اللہ کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ سلام کہلوایا اور کہا یہ قبول فرمایئے، جو جملہ انہوں نے جواب میں کہا وہ جملہ سننے کے قابل ہے، میں تو کہتا ہوں کہ ایسے ایک جملے پر غزلوں کے دس دیوان قربان کئے جاسکتے ہیں۔ انہوں نے کہا: "اپنے ولی نعمت سے میرا سلام کہنا اور کہنا کہ جو پاؤں پھیلاتا ہے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا" "اَلَّذِیْ یَمُدُّ رِجْلَهٗ لَا یَمُدُّ یَدَهٗ" یہ جملہ اسی طرح نقل ہوا ہے اگر مجھے ہاتھ پھیلانے ہوتے تو میں اس وقت پاؤں نہ پھیلاتا پاؤں سمیٹ لیتا، لیکن یہ علامت ہے کہ میں ہاتھ پھیلانے والا نہیں تھا، جو پاؤں پھیلاتا ہے ہاتھ نہیں پھیلاتا۔"

یہ جوہر علماء میں، دین کے خادموں میں دسویں درجے میں، پچاسویں درجے میں سہی، ہونا چاہئے۔ اگر یہ جوہر نہیں ہے تو میں صاف کہتا ہوں کہ آپ کی ساری علمی قابلیت اور آپ کی ساری خطابت جس میں آپ ممتاز ہیں (سیاسی جماعتوں میں بھی ایسے خطیب ہوں گے) سب بے اثر ہے۔ جب تک کہ آپ کا عملی نمونہ نہ ہو، اہل اقتدار یہ نہ سمجھیں کہ علماء خریدے جاسکتے ہیں، علماء پیسے کے غلام اور دولت کے بندے نہیں ہیں، علماء ضمیر کے خلاف کوئی کام نہیں کر سکتے، علماء کی زندگی ہم سے زیادہ سادہ ہے، علماء ہم سے کم درجے کے مکانوں میں رہتے، کم درجے کا کھانا کھاتے ہیں، اس کا اظہار ہونا چاہئے، ہمارے اسلاف نے اس کا اظہار کیا ہے۔

میں اپنے اساتذہ ہی کے واقعات سناتا ہوں کہ میں مدرسہ قاسم العلوم لاہور میں پڑھتا تھا اور وہاں ہم لوگوں کے لئے کبھی کبھی پُرتکلف کھانے پکتے تھے اور چوں کہ میرا قریبی تعلق تھا، مدرسے کے پیچھے حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قیام تھا، ان کے صاحب زادے مولانا حبیب اللہ صاحب مرحوم سے میرا قریبی تعلق تھا، وہ ہمارے دوست تھے، مجھے معلوم ہوتا رہتا تھا کہ آج وہاں فاقہ ہے اور یہاں پلاؤ پکا ہے، کیا مجال کہ چاول کی ایک کھیل وہاں پہنچ جائے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہماری جماعت سے دین کی خدمت کا جو کام لیا ہے، وہ ان ہی صفات کا نتیجہ ہے، زہد، ایثار، قربانی کا جذبہ، تواضع اور اپنے خلاف بات سُن کر ضبط کر لینا، دوسرے کو اپنے سے بہتر اور افضل سمجھنا۔ ہماری جماعت کا یہ شعار کبھی نہیں رہا ہے کہ "ہم چوں من دیگر نیست" بل کہ ہم نے بڑے سے بڑوں کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ہیچ سمجھتے تھے۔ مولانا مدنی (شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ مراد ہیں) سے جب کوئی بیعت کے لئے کہتا تو میں نے حضرت کو بعض اوقات یہ شعر پڑھتے سنا ہے

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم در حیرتم کہ دہقاں بچہ کار کشت مارا

نہ پھول ہوں، نہ گھاس نہ میں سبزہ ہوں، مجھے حیرت ہے کہ دہقان نے مجھے کس کام کے لئے پیدا کیا، ہمیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اپنے سے شرمندہ ہیں، یہ بڑے سے بڑے اولیاء اللہ کا شعار رہا ہے۔ (خطبات علی میاں:۱/۸۳تا۸۶)

ائمہ حضرات خود کو مطالعہ کا عادی بنائیں

ہر اِمام کو چاہئے کہ کتاب دوست بننے کی کوشش کرے، کتابوں سے بے پناہ اُنس اور لگاؤ ہو، کتاب پڑھیں تو آسانی سے نیند آجائے، طبیعت ایسی بن جائے کہ مطالعہ کے بغیر نیند نہ آئے۔ خوش بختی کے اسباب میں سے یہ چیزیں بھی ہیں کہ آدمی کو مطالعہ کے لئے یک سوئی، پڑھنے کا اہتمام اور اس کے ذریعے حاصل ہونے والے فائدوں سے دانش مندی حاصل ہو جائے۔

امام جاحظ رحمہ اللہ تعالیٰ (جو کہ عربی ادب کی مشہور و معروف شخصیت ہیں) غم و پریشانی دور کرنے کے لئے کتابیں پڑھنے کی تاکید کرتے ہوئے کتاب کی خصوصیات اور فوائد پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں: ''کتاب ایسی چیز ہے کہ نہ (حد سے زیادہ تعریف کر کے) خوش فہمی میں ڈالتی ہے...... نہ کبھی دھوکا دیتی ہے...... نہ کبھی آدمی اس سے بے زار ہوتا ہے...... ایسی سخت ہے کہ اپنے پڑھنے والے سے کچھ نہیں چاہتی...... کبھی ٹال مٹول سے کام نہیں لیتی ...... چاپلوسی اور خوشامد نہیں کرتی ...... کہ مجھے کچھ (مال وغیرہ) مل جائے ...... نہ کبھی جھوٹ یا دو غلے پن سے پیش آتی ہے...... کتاب کبھی سوتی نہیں اور نہ ہی جاگنے سے تھکتی ہے...... کتاب ایسی معلم ہے کہ آپ جب فائدہ اُٹھانا چاہیں یہ حاضر ہوگی ...... کتاب کے ہوتے ہوئے کسی کی ضرورت نہیں اور کتاب کی موجودگی کی وجہ سے تنہائی کی وحشت دُور ہو جاتی ہے...... آدمی تنہائی سے جان چھڑا کر بُری صحبت کے عذاب میں گرفتار ہونے سے بچ جاتا ہے۔''

اس کے علاوہ کتابیں پڑھنے کے یہ فائدے ہیں:

❶ ...صلاحیتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ❷ ...ذہن تیز ہو جاتا ہے۔

❸ ...زبان کھل جاتی ہے (یعنی لوگوں کو سمجھانا آجاتا ہے) ❹ ...ذخیرۂ الفاظ بڑھ جاتا ہے۔ ❺ ...مزاج معتدل اور خوش گوار ہو جاتا ہے۔ ❻ ...سینہ مختلف علوم سے بھر جاتا ہے۔ ❼ ...انسان عام لوگوں کی عزت کرنا اور بڑوں سے پکی بات کہنا سیکھ جاتا ہے۔ ❽ ...بعض چیزیں اور باتیں جو عام لوگوں کے ساتھ رہ کر بڑے عرصے میں سیکھی جاتی ہیں تو وہ انسان صرف چند دِنوں میں مطالعہ سے حاصل کر لیتا ہے۔

لہٰذا زیادہ سے زیادہ وقت کتب خانہ میں گزاریں، اخبارات پڑھنے کے بجائے اکابر واسلاف کی سوانح مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیں۔ اکثر اخبارات غیبت اور جھوٹ کا مجموعہ ہوتے ہیں۔ اخبار پڑھنے کا ایک نقصان یہ بھی ہوتا ہے کہ انسان پڑھنے کے بعد جب تک دوسروں کو نہ بتائے چین نہیں آتا، تو غیبت اور جھوٹ پھیلانے کا گناہ الگ سر پر ہوتا ہے۔

مطالعہ اس طرح کریں

سفر و حضر میں بہترین رفیق اچھی کتابیں ہیں... جن کے مطالعہ سے آدمی بہت کچھ حاصل کرتا ہے... ذیل میں مطالعہ کے سلسلہ ایسے رہنما اصول و تدابیر ذکر کی جاتی ہیں۔ جن کی روشنی میں آپ بہتر انداز میں مطالعہ کر کے اپنے وقت کو قیمتی بنا سکتے ہیں...

❶ ...مطالعہ کیلئے ایک جگہ مخصوص کریں... ❷ ...مطالعہ کرتے وقت آپ کی نشست آرام دہ ہونی چاہئے... توجہ کے بغیر مطالعہ ناممکن ہے...

❸ ...مطالعہ کی جگہ روشنی کا مناسب انتظام ہو... روشنی ہمیشہ آپکی بائیں طرف سے آئے... کمرے میں تازہ ہوا آنے کا انتظام ہو... ❹ ...مطالعہ کا آغاز ہمیشہ آسان اور پسندیدہ مضمون سے کریں... بعدازاں مشکل مضامین کا مطالعہ کریں...

❺ مطالعہ ہمیشہ ایک ٹائم ٹیبل کے مطابق کیا جائے۔ ❻ ...مطالعہ میں اہم ترین اصول یہ ہیں کہ پڑھتے وقت آپ کی توجہ صرف اور صرف پڑھائی کی طرف ہو۔

اس کیلئے ضروری ہے کہ بیرونی مداخلتوں مثلاً شور وغل وغیرہ کو کنٹرول کیا جائے...

❼ ... کسی بھی کتاب یا مضمون کو پڑھنے سے قبل ایک بار اس کا سرسری جائزہ لیں... کوئی کتاب پڑھ رہے ہیں۔ تو اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے دیباچہ اور عنوانات کی فہرست پڑھ لیں... ❽ ... پڑھنے کا کوئی نہ کوئی مقصد ہونا چاہئے... مقصد جتنا اعلیٰ ہوگا کام کی اہمیت اتنی بڑھ جائے گی... اپنے مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھیں...

❾ ... مسلسل ایک ہی جگہ کام کرنے سے انسان تھک جاتا ہے اور تھکاوٹ توجہ کو منتشر کر دیتی ہے... تھکنے سے پہلے اپنے جسم اور ذہن کو آرام پہنچائیں... چنانچہ ہر ایک گھنٹہ مطالعہ کرنے کے بعد دس منٹ کا وقفہ کر لیں... ❿ ... مطالعہ کرتے ہوئے خاص نکات کے نوٹس تیار کر لیجئے... اپنی کتاب میں خاص نکات کے نیچے رنگین پنسل سے نشان لگائیں، نوٹس تیار کرنے کے بعد ان پر تبصرہ کیجئے...

⓫ ... اگر کسی کتاب یا باب کا خلاصہ دیا ہوا ہو تو اصل کتاب یا مضمون کو پڑھنے سے پہلے خلاصہ کو پڑھیں... اصل مواد کو بعد میں پڑھیں... اصل مضمون کو پڑھنے کے بعد خلاصہ کو ایک بار پھر پڑھ لیں کہ اس طرح مضمون کا مرکزی نقطہ ذہن نشین ہو جائے گا

⓬ ... جب بھی موقع ملے... اپنے حاصل شدہ علم کو استعمال میں لائیں... جو بھی بات پڑھیں اس پر عمل شروع کر دیں دوسروں کو بتائیں... اس طرح وہ علم آپ کی زندگی کا حصہ بن جائے گا... ⓭ ... جب بھی عمومی مطالعہ کرنے لگیں تو سوچیں کہ آپ نے اس مواد کو یاد رکھنا ہے اس ذہنی رویہ سے آپ مواد کو بہتر طور پر مطالعہ کر کے یاد رکھ سکیں گے...

⓮ ... دینی کتب کے مطالعہ میں ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ کوئی بھی کتاب علماء کے مشورہ کے بغیر نہ پڑھیں... کیونکہ مشاہدہ میں آیا ہے کہ آزادی کے ساتھ بعض دینی کتب کا مطالعہ بھی شکوک و شبہات میں مبتلا کر دیتا ہے اور انسان کی عملی قوت بُری طرح متاثر ہوتی ہے اسی سے آپ اندازہ لگالیں کہ جب بعض دینی کتب کے بارہ میں اہل علم علماء کی مشاورت ضروری ہے تو دیگر لٹریچر میں کس حد تک یہ مشاورت ضروری ہوگی...

سلف صالحین پر اعتماد

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"البرکۃ مع اکابرکم" (صحیح ابن حبان، بیہقی)

"کہ برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔" اس پُرفتن دور میں دین وایمان کی متاعِ عزیز بچانے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ انسان ان اکابر سے جڑ جائے جو اللہ والے ہیں جن کا دین وایمان، تقویٰ وطہارت، فہم دین، اصلاح وارشاد مسلم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کی ظاہری شکلوں وصورتوں میں بہت فرق رکھا ہے کسی انسان کی شکل وصورت مکمل طور پر دوسرے انسان سے نہیں ملتی۔ اسی طرح صورت کے اندر جو دماغ رکھا ہے اس میں بھی بہت فرق ہے ہر شخص کی ذکاوت ولیاقت۔ "قوت اَخذ وفہم" دوسرے سے جدا ہے اس لیے دُنیا کا فطری وعقلی اُصول ہے کہ کسی بھی شعبہ میں کچھ لوگ ماہر فن ہوتے ہیں باقی ساری دُنیا کے لوگ اس شعبہ میں ان کے تابع ہوتے ہیں۔ ہر شخص بیک وقت ماہر ڈاکٹر، ماہر قانون دان، ماہر انجینئر، بہترین تاجر نہیں ہوتا۔ دین کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔

اور حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے زمانہ سے معاملہ یونہی چلا آرہا ہے کہ ہر زمانہ میں ہر علاقہ میں کچھ لوگ دین کے ماہر اور تفہیم وارشاد کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ باقی لوگ ان کی دیانت وامانت پر اعتماد کر کے (کہ یہ قرآن وسنت کے مطابق رہنمائی کرتے ہیں) عمل کرتے چلے آئے ہیں یہ ایک محفوظ طریقۂ عمل ہے۔

امین ملت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ (سابق صدر شعبہ

دعوت والارشاد خیر المدارس ملتان) فرماتے ہیں کہ امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے طویل تعلق وصحبت سے میں نے دو باتیں حاصل کی ہیں۔

❶ ...فکرآخرت کہ ہمیشہ آدمی فکرآخرت کوتمام دنیوی تفکرات پر غالب رکھے۔

❷ ...اعتماد علی السلف سلف صالحین کی دینی تحقیقات وتشریحات پر اعتماد رکھے۔

ہمارے اُستاذ الاساتذہ حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی رحمہ اللہ (سابق شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑپکا) کا اپنے اکابر پر اعتماد و انقیاد کا یہ عالم تھا کہ فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اجمالی ایمان مقبول ہے تو میرے وہی عقائد و نظریات ہیں جو امام اہلسنّت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کے ہیں۔ (بحوالہ حکیم العصر رحمہ اللہ نمبر ماہنامہ لولاک)

اس سلسلہ میں نری ذہانت اور نکتہ رسی کافی نہیں ہوتی بلکہ وہ مومنانہ فراست اور صفائے باطنی مطلوب ہوتی ہے جو تقویٰ وطہارت اور کسی اللہ والے کی طویل صحبت کے نتیجہ میں حاصل ہوتی ہے۔

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

اَصاغر کا کام اکابر کی اتباع وتقلید اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہے نہ کہ ان کی اصلاح! یہ ناکارہ اپنے اکابر کا کمترین نام لیوا ہے اور اپنے اکابر کو ارباب قوت قدسیہ سمجھتا ہے۔ دوسرے لوگ برسوں کی جھک مارنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچیں گے میرے یہ اکابر اپنی فراست اور قوت قدسیہ کی برکت سے پہلے دن اُس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے۔

(بحوالہ ماہنامہ بینات شہید اسلام نمبر)

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے سابق شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری رحمہ اللہ تعالیٰ (تلمیذ خاص: مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ وخلیفۂ مجاز مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ) شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم المدنی نور اللہ مرقدہ کی طرف سے موصول ہونے والے ایک عتاب نامہ کے جواب میں حضرت شیخ کو تحریر فرماتے ہیں کہ ہمارا رشتہ تو آپ حضرات سے ہی ہے

ہمارا اسلام، ہمارا مسلک، ہمارا اعتقاد واللہ العظیم بالکل تقلیدی ہے۔ آپ حضرات کے مسلک سے الگ ہو کر ہمارا کہاں ٹھکانہ ہوگا۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی ہماری کوتاہیوں پر ہم کو متنبہ فرماتے رہیں گے۔

اس پر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ (مولانا عبداللہ رائے پوری رحمہ اللہ) کا یہ فقرہ کہ "ہمارا اسلام، ہمارا مسلک، ہمارا اعتقاد واللہ العظیم بالکل تقلیدی ہے" اس کی شرح ایک مبسوط مقالے کا موضوع ہے۔ مختصر یہ کہ علم کی آفات میں سے ایک مہلک آفت اعجاب بالرائے (اپنی رائے کو حرفِ آخر اور اچھا سمجھنا) اور علمی پندار ہے اور اس دور میں ناپختہ علم کے ساتھ خود رائی و خود روی کا جو مرض عام ہوتا جا رہا ہے۔

وہ اسی اعجاب بالرائے کی پیداوار ہے جس کے نشہ میں مست ہو کر اپنے اکابر اور سلف صالحین پر تنقید کی جاتی ہے اور اپنے علم و فہم اور وسعت معلومات کے مقابلہ میں اکابر کے علم و فہم کو ہیچ سمجھا جاتا ہے اور جو مسائل اکابر کے زمانے میں طے کر دیئے گئے تھے ان پر از سرِ نو طبع آزمائی کی ضرورت سمجھی جاتی ہے۔

اسی اعجاب بالرائے کے نتیجے میں اُمت نئے نئے فتنوں اور نئے نئے نظریات کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ اکابر کے مقابلے میں جدید تحقیقات کو خطرۂ ایمان تصور فرماتے تھے اور تمام اُمور میں سلف صالحین اور اکابر اُمت کی اتباع و تقلید کو سلامتی کا راستہ سمجھتے تھے۔ (شخصیات و تاثرات، ص 275، ج 1)

اللہ تعالیٰ ہمیں علمائے حق سے وابستہ رکھیں آمین۔

جمہور اہل سنت کا دامن کبھی نہ چھوڑنا

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تقریباً پچاس سال تک مختلف فکری و اعتقادی اور فقہی و اجتہادی مسائل پر تحقیق کی اور

تحقیق کے دوران بعض علمی و فقہی ایسے مسائل بھی میرے سامنے آئے جن کے بارے میں ذاتی تحقیق و مطالعہ کی بنا پر میری ذہنی رائے اکابرین اہل سنت کی تحقیقی رائے سے مختلف رہی... لیکن میں نے تقریری و تحریری طور پر کبھی بھی پبلک کے سامنے اپنی ان ذہنی آراء کا اظہار نہیں کیا... اس لئے کہ خود کو اکابر و اسلاف کی علمی و تحقیقی سطح کے برابر لانے کا تصور بھی دل میں پیدا نہیں ہوا... ہمیشہ یہی سوچا کہ میری اس ذہنی رائے کے پیچھے تحقیق میں کوئی نہ کوئی کمی موجود ہے... اسی سوچ و فکر کے تحت ہمیشہ اپنے اکابر و اسلاف کی تحقیقی آراء کو ہی زیادہ صحیح سمجھا... انہی کو دل و جان سے قابل قبول جانا اور انہی کی اتباع و پیروی کو اپنے لئے باعث ہدایت و نجات سمجھا بلکہ ان میں سے بعض مسائل ایسے بھی تھے جن کے بارے میں طویل مدت کے بعد تحقیقی طور پر بھی یہ منکشف ہو گیا کہ اس مسئلہ میں بھی اکابر کی تحقیق و رائے ہی مدلل و محقق تھی...

میں نے جن دلائل پر اپنی رائے قائم کی تھی وہ تو ریت کا گھروندا تھے... اس لئے میں اپنے عزیز علماء کرام اور طلباء سے درخواست کرتا ہوں... ان کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اکابر و اسلاف کی اجماعی و اتفاقی تحقیقات و تعلیمات سے کبھی انکار و انحراف نہ کرنا اور نہ ہی کبھی جمہور اہل سنت کا دامن چھوڑنا کیونکہ ہمارے علم و فن اور دیانت و امانت کا انتہا بھی ان کے علم و حکمت کی ابجد کو نہیں چھو سکتا انہی پر اعتماد میں ہماری نجات ہے اور اسی میں ہمارے لئے خیر و برکت ہے... (ماہنامہ الشریعہ)

مخدوم نہیں.... خادم بنئے

معاشرہ میں کرنے والے کاموں میں سے ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ مخدومیت کے مزاج کو توڑا جائے، ہم میں سے ہر ایک کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی ہمارے چھوٹے چھوٹے بہت سے کام کر دے، کوئی پانی لا دے، کوئی چائے لا دے، کوئی بیل بجنے پر دروازہ کھول دے، کوئی دستر خوان پر سالن کا برتن پکڑے کھڑا رہے، کوئی گرم گرم روٹیاں لا

لا کر دیتا رہے، کوئی ٹی وی کا ریموٹ ڈھونڈ دے، کوئی موبائل چارجنگ پر لگادے، کوئی گاڑی پارک کروادے، کوئی کپڑے استری کردے، کوئی باتھ روم تیار کردے، کوئی پاؤں دبادے، کوئی سر کی مالش کردے۔ اپنے بڑے پاک یا مقدس ہونے کا گھمنڈ اور یہ روش آدمی کی دین دُنیا تباہ کردیتی ہے، مخدومیت کے بت کو توڑیئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا تھا؟ اپنا کام خود کرنا یہی تقویٰ ہے اور یہی سنت نبوی ہے۔ آپ کی رائے آخر میں پوچھی جائے، کھانا سب سے پہلے آپ کو پیش کیا جائے، آپ روٹی کے کنارے چھوڑ دیں، آپ بوتل میں تھوڑا سا مشروب چھوڑ دیں، چائے کی آدھی پیالی بچا کر ضائع کردیں۔ یہ تکبر نہیں تو اور کیا ہے؟

اپنے خیالی پلاؤ، جھوٹی تمناؤں اور من گھڑت پاکیزگی کی بنا پر لوگوں کو حقیر سمجھنا کہاں کا انصاف ہے۔ ان آہوں سے ڈریں جو رات کی تاریکی میں آسمانوں کی طرف سفر کرتی ہیں۔ وہ نظر نہیں آتیں لیکن متکبروں کا بیڑہ ضرور غرق کردیتی ہیں۔

یاد رکھیں! کسی کی آہ آپ کی دُعاؤں کو روک دیتی ہے، کسی دن کوئی صاحب حال آپ کی تیز طرار زبان کے نیچے آگیا تو آہوں کے حصار میں دُعائیں راکھ کردے گا۔

اپنی نیکیوں، شہرت، کارناموں کو ایسے چھپائیں جیسے کوئی اپنی بُرائی چھپاتا ہے، انسان کو انسان سمجھیں، نوکروں، مالیوں، ڈرائیوروں اور خاص و عام کا یکساں خیال رکھیں، کسی کو گالی مت دیں، آپ کو کام پسند نہیں نوکری سے نکال دیں لیکن گالی دینا تحقیر و تذلیل کرنا کب روا ہے۔ کبھی ایسے شخص کو کچھ نہیں کہنا چاہیے جس کا اللہ کے سوا کوئی نہ ہو۔ چار ٹائروں سے زیادہ چار آدمیوں کا خیال رہے (جو آپ کا جنازہ لے کر چلیں گے) تو آدمی کبھی اپنی گاڑیوں کا تذکرہ نہیں کرتا۔

مخدومیت کا مزاج آرام سے نہیں ٹوٹتا، کسی ایسی جگہ جائیں جہاں نفس پر چھوٹ پڑے، مزید تعریفیں نہ ہوں، تعریف و تذلیل سے بچنا صلاحیتوں کو زنگ لگادیتی ہے۔

آیئے! وعدہ کریں کہ اپنے کام اپنے ہاتھوں سے کریں کہ آدمی ایسے ہی بڑا ہوتا ہے۔

دین سیکھنے والا کبھی بیروزگار نہیں ہوتا

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آج کل لوگ انگریزی کے بہت دلدادہ ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بدوں انگریزی حاصل کئے روٹیاں ملنا مشکل ہے، اب ہزاروں لاکھوں بی۔اے، ایف۔اے جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں کوئی دھیلے کو بھی نہیں پوچھتا، اکثر انگریزی خوانوں کے میرے پاس خطوط آتے ہیں جن میں پریشانیاں لکھی ہوتی ہیں۔ علم دین اور علم دنیا کا اگر تقابل کیا جائے تب معلوم ہو کہ دنیا بھی دین ہی میں سہولت سے ملتی ہے۔

دیکھئے! علم دنیا کا تو نصاب خاص ہے اس سے قبل محض ناکارہ جس سے دنیا بھی نہیں ملتی اور علم دین کا کوئی نصاب نہیں وہ قلیل بھی دنیا ملنے کیلئے کارآمد ہے۔

دیکھئے ادنیٰ درجہ تعلیم دین کا ''اذان'' ہے جو پانچ منٹ میں یاد ہوسکتی ہے اور پھر ساری عمر خود اپنی اور اپنے کنبہ کی گذر کیلئے کافی ہے یہ شخص کسی گاؤں یا قصبہ میں جا پہنچے اور کسی خالی مسجد میں وقت پر اذان دینا شروع کردے کسی سے نہ کچھ کہے نہ سنے دو چار روز میں بستی والوں یا محلہ والوں کو خود رحم آئے گا کہ بھائی بیچارے نیک آدمی معلوم ہوتے ہیں انہیں کو مسجد میں رکھ لو۔ لیجئے ہو گیا تقرر اور اگر ان کو ذرا سی بھی عقل ہے تو سارا گاؤں اطاعت کرنے لگے اور کوئی کام بدوں میاں جی سے پوچھے نہ کریں گے چلو اچھی خاصی حکومت بھی ہاتھ آ گئی۔

ایک مولوی صاحب بڑے دلیر ہیں، ایک انگریز یعنی لیفٹیننٹ گورنر کے پاس پہنچے ملاقات ہوئی کہا کہ کیا مولویوں کا آپ کے یہاں کوئی حق نہیں۔ کیا یہ آپ کی رعیت نہیں۔ لیفٹیننٹ گورنر نے کہا کہ حق ہے، حق کیوں نہ ہوتا آپ فرمائیے کیا بات ہے۔ کہا کہ کوئی نوکری دلوایئے، کہا کہ نوکری بہت مگر میں آپ کو ایک نیک اور مفید مشورہ دیتا ہوں کہ آپ عالم ہیں۔ آپ کو اللہ نے علم دین عطا فرمایا ہے آپ اس کے بھروسہ

پر مسجد میں بیٹھ کر درس دیجئے گا آپ کی شان کیلئے یہی شایان ہے۔ ہمارے یہاں کی نوکری آپ کی شان علم کے خلاف ہے اللہ آپ کے کفیل ہونگے۔

اس کے بعد اپنے خدمت گار کو اشارہ کیا وہ پچاس روپیہ لے کر حاضر ہوا۔ لیفٹیننٹ گورنر نے وہ اپنے ہاتھ میں لے کر احترام اور ادب سے ان مولوی صاحب کے سامنے پیش کئے اور کہا یہ قبول فرمالیجئے۔

انہوں نے کہا کہ میں آپ کے مشورہ پر عمل کرنے کی نیت کر چکا ہوں کہ اب تو اللہ ہی دے گا تو لوں گا۔ اس مشورہ پر یہیں سے عمل شروع کرتا ہوں۔ اس لئے یہ نہ لوں گا کس قدر حوصلہ کی بات ہے۔ میں نے سن کر کہا کہ اتنی ہی کمی نکلی میں اگر ہوتا لے لیتا اس لئے کہ دین پر نیت کر لینے ہی کی خلوص کی برکت تھی کہ اللہ نے وہیں سے کفالت شروع کردی وہ بھی تو اللہ ہی دلوار ہے تھے وہ بیچارا کیا دیتا۔

یہ ہیں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کے ملفوظات جن کا ہر ہر فقرہ حقائق و معانی سے لبریز اور ہر جملہ اصلاح نفس و اخلاق کا خزینہ ہے۔

اہل علم اور ائمہ مساجد کی خدمت میں

اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں میں سے دو عظیم نعمتیں ”رزق اور امن“ ہیں جن کا تذکرہ سورۃ قریش میں فرمایا گیا ہے۔ امن کا دائرہ گھر کی چاردیواری سے لے کر پوری دُنیا تک وسیع ہے۔ ایمان امن سے ہے۔ ہر مؤمن نہ صرف خود پُر امن رہنے کا پابند ہے بلکہ وہ اپنے گھر، علاقہ، شہر اور ملک میں امن کا نمائندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو جس قدر حلقہ عطا فرمایا ہے وہ اس میں امن رائج کرنے اور ہر قسم کی بدامنی کو ختم کرنے کا پابند ہے۔

دینی امتیازات میں اہل علم اور ائمہ مساجد کا مقام و مرتبہ کسی بھی مسلمان سے مخفی نہیں۔ معاشرہ میں امن کی ترویج میں ان کا کردار نہایت اہم ہے اور یہ کام تب ہی ممکن ہے جب یہ حضرات ہر قسم کے مادی مفادات سے لاتعلق ہو کر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھیں۔

آج کے پُرفتن دور میں بڑی ضرورت ہے کہ اہل علم اور ائمہ مساجد حسب وسائل

دین کی خدمت کے لیے کمربستہ رہیں اور پوری بیدار مغزی کا مظاہرہ کریں۔ بعض اوقات دین کی وسیع تر خدمت کے لالچ میں آدمی اغیار کا آلہ کار بن کر رہ جاتا ہے اور ساری عمر یہ راز آشکارا ہی نہیں ہوتا کہ اس قدر دینی خدمات کی ابتدا اور انتہا کیا تھی۔

ہمارے اکابر اس سلسلہ میں بڑے محتاط تھے وہ نہ خود کسی حکومتی مداخلت کو پسند فرماتے اور نہ کسی کی مستقل معاونت کے زیر بار ہوتے۔ وہ اپنے تلامذہ اور متعلقین کو سادہ طرزِ زندگی اپنانے کی دعوت دیتے اور مساجد و مدارس کی خدمت کے عوض جو قابل گزارہ حق الخدمت ملتا اسی پر قناعت کیے رہنے کی دعوت دیتے۔

ہمارے اکابر میں سے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، علامہ انور شاہ کشمیری اور مولانا حسین احمد مدنی رحمہم اللہ یہ سب حضرات علم و فضل اور بزرگی میں کمال رکھتے تھے جنہیں مختلف جامعات سے بڑی بڑی رقموں کی آفر ہوئیں کہ آپ ہمارے ہاں تدریس کریں۔ یہ ہمارے اکابر کی فراست تھی کہ انہوں نے بوریا نشین رہ کر ایسے ایسے علمی و عملی کارنامے سرانجام دیئے کہ آج بھی دنیا حیرت میں ہے۔

شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحب رحمہ اللہ (فیصل آباد) اپنے طلباء کو یہ قیمتی نصیحت بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ زمانہ طالب علمی میں قناعت اختیار کیے رہو اور جو کچھ میسر ہے اسی پر راضی رہو۔ اگر اس زمانہ طالب علمی میں فضول خرچی کی عادت پڑ گئی تو پھر بعد میں مسجد کی امامت اور مدرسہ میں تدریس پر تمہارا گزارہ مشکل ہوگا، پھر تم سرکاری نوکری یا کسی غیر اسلامی این جی اوز میں دینی خدمات کا جوہر دکھانے کی کوشش کرو گے اور پھر خود بھی دین سے دور ہو کر رہ جاؤ گے۔

آج کے پُرفتن دور میں دین و ملک کے دشمن سادہ لوح لوگوں کے ذریعے ہی اپنے مقاصد حاصل کرتے ہیں اور ہمارے بعض اہل علم اور ائمہ مساجد مال و شہرت کے لالچ میں ان کے آلہ کار بن جاتے ہیں جن کا انہیں ساری زندگی علم ہی نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کلہاڑی سے اس وقت تک درخت نہیں کاٹا جاتا جب تک اس میں لکڑی ہی کا

دستہ نہ ڈالا جائے۔ اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ دشمن نے خود مسلمانوں ہی کی صفوں سے ان افراد سے غداری کا کام لیا جو مال و دولت اور شہرت کے دلدادہ تھے۔

ارباب علم اور ائمہ مساجد! خدارا بیدار رہئے اور اپنی عقل کو سلامت رکھئے، آپ کی معمولی غفلت دین و ملک کے لیے بڑے بڑے مسائل پیدا کر سکتی ہے۔ دشمن بڑا عیار ہے وہ ایسے طریقوں سے آدمی کو شیشہ میں اُتارتا ہے کہ بندہ کو پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے مقاصد و مفادات کیلئے سہولت کار ثابت ہوتا ہے۔

اپنی مجالس تقریر و تحریر اور خطبات میں باہمی محبت و اخوت اور ملکی سلامتی و امن کے پیش نظر ہر قسم کی مذہبی، لسانی، علاقائی منافرت کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ شہرت حرص و ہوس، مال و دولت کی محبت، یہ تو وہ چیزیں ہیں جو ایک مسلمان کو زیبا نہیں۔ موجودہ حالات کے پیش نظر ملک اور فوج کی طرف سے بھی اہل علم اور ائمہ مساجد کی خدمت میں پُرزور اپیل کی گئی ہے کہ خدارا! ہوشیار رہیں اور دشمن اور اس کے طریقہ واردات پر پوری بیداری کے ساتھ نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت کا جو ذریعہ اور حلقہ بنایا ہوا ہے اور جو روزی مقدر ہو چکی ہے اس پر قناعت اور سادگی کے ساتھ گزر بسر کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام شرور و فتن سے اپنی پناہ میں رکھے۔ جب دجال کا ظہور ہوگا تو اس کے حیرت ناک کرتب دیکھ کر بڑے بڑے عقل مندوں کی عقلیں مسخ ہو جائیں گی۔ خدا ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور دین و ملک کا سچا خادم اور وفادار بن کر رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

ریاکاروں کیلئے سخت تنبیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

آخری زمانہ میں کچھ ایسے مکار لوگ پیدا ہوں گے جو دین کی آڑ میں دنیا کا شکار کریں گے، وہ لوگوں پر اپنی درویشی اور مسکینی ظاہر کرنے اور ان کو متاثر کرنے کے لئے بھیڑوں کی کھال کا لباس پہنیں گے اور ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی

حکمران کے سینوں میں بھیڑیوں کے سے دل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ کا (ان کے بارے میں) فرمان ہے: کیا یہ لوگ میرے ڈھیل دینے سے دھوکہ کھا رہے ہیں، یا مجھ سے نڈر ہو کر میرے مقابلے میں جرأت کر رہے ہیں؟ پس مجھے اپنی قسم ہے کہ میں ان مکاروں پر انہی میں سے ایک فتنہ کھڑا کروں گا جو ان میں سے عقل مندوں اور داناؤں کو بھی حیران بنا کے چھوڑے گا۔ (جامع ترمذی)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ریاکاری کی یہ خاص قسم کہ عابدوں، زاہدوں کی صورت بنا کر اور اپنے اندرونی حال کے بالکل برعکس ان خاصانِ خدا کی سی نرم و شیریں باتیں کر کے اللہ کے سادہ لوح بندوں کو اپنی عقیدت کے جال میں پھانسا جائے اور ان سے دنیا کمائی جائے بدترین قسم کی ریاکاری ہے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی تنبیہ ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اس دنیا میں بھی سخت فتنوں میں مبتلا کیے جائیں گے۔ (معارف الحدیث جلد ۲ صفحہ ۳۴۴)

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا زاہدانہ طرزِ حیات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے پوتے مولانا میاں اجمل قادری مدظلہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ جو ہمارے علماء کے سرخیل تھے... بہت بڑے محدث تھے... مجھے انہوں نے ایک بڑا عجیب واقعہ سنایا...

فرمانے لگے کہ "بھائی! میں نے آج تک بحمد اللہ اپنے دامن کو حسد سے پاک رکھا ہے... ہمیشہ لوگوں پہ رشک کیا ہے... لیکن تمہارے دادا جان رحمہ اللہ سے میں نے ایک دن کا کچھ حصہ حسد کیا..." میں نے عرض کیا کہ "حضرت! وہ کیسے؟"

فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ عمرے پر جا رہے تھے، ان کے سفر عمرہ کی اطلاع لگتا تھا کراچی کے ہر فرد کو الگ الگ ملی ہے... ابھی مدرسے کے مطبخ کا ناظم آ کر کہتا ہے:... حضرت معلوم ہے "حضرت لاہوری خیبر میل سے آ رہے ہیں دو گھنٹے کی چھٹی چاہیے..." تو اگلے لمحے طلباء یکے بعد دیگرے آ کر یہی بات کہتے ہیں

ابھی وہ گئے ہیں تو مختلف مدرس آ کے درخواست پیش کر رہے ہیں کہ ”حضرت لاہوری تشریف لا رہے ہیں... ہمیں دو گھنٹے کی چھٹی چاہیے...“

مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان کا فون آتا ہے کہ حضرت! آپ کو معلوم ہے کہ حضرت لاہوری تشریف لا رہے ہیں کیا آپ اسٹیشن میرے ساتھ چلیں گے؟

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی کا فون آتا ہے کہ حضرت! میں اسٹیشن جا رہا ہوں آپ کا کیا پروگرام ہے؟ جب اتنے لوگوں نے احمد علی، احمد علی، احمد علی کہا تو مجھے چڑ ہو گئی کہ یہ کیا بات ہے کہ ہر شخص یہی کہہ رہا ہے کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ آ رہے ہیں اور ہم جا رہے ہیں... گویا کہ کراچی والوں کو کوئی اور کام ہی نہیں...

ہر کام پس پشت ڈال دیا اور مولانا احمد علی ہر چیز پر حاوی ہو گئے ... ہر چیز پر چھا گئے تو میرے اندر کا پٹھان جاگ اُٹھا اور میں نے کہا کہ میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا... لیکن جب سب علماء تشریف لے گئے تو میں بھی چلا گیا

جیسے ہی حضرت اسٹیشن پر اُترے میں نے ان کا بازو پکڑا اور ایک طرف لے گیا اور میں نے کہا ”یا تو مجھے بھی وہ نسخہ بتاؤ جس سے لوگوں میں تم اتنے مقبول ہو یا اپنی مقبولیت کے اس بھیس اور ڈھونگ کو ختم کر دو۔“ میں نے سمجھا کہ یہ حضرت رحمہ اللہ کا کوئی تصرف ہے۔انہوں نے کوئی عمل کیا ہوا ہے کہ ہر کسی پہ چھا گئے۔ حضرت لاہوری نے فرمایا:

”اچھا میں نسخہ آپ کو بھی بتا دیتا ہوں...“ میں ہمہ تن متوجہ ہو گیا تو فرمایا ”مولانا میں نے دین کی خدمت کر کے آج تک معاوضہ نہیں لیا... جہاں جاتا ہوں کرایہ ہوتا ہے تو چلا جاتا ہوں... نہیں ہوتا تو نہیں جاتا... وہاں کھانا اور پانی بھی قبول نہیں کرتا“

حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ:

میں نے مدرسے پہنچتے ہی پشاور میں مولوی ایوب جان کو فون کیا کہ وہ جو فلانی خاندانی جائیداد سے میرا اس میں جو حصہ ہے... اس کی قیمت جلد بھجواؤ... اس نے جلدی قیمت بھیج دی جس سے میں نے بتیس برسوں میں مدرسے سے جتنی تنخواہ وصول کی تھی سب کی سب داخل مدرسہ کرا دی۔ (خدام الدین، ص ۱۹، جولائی ۹۹ء)

اہل علم اور ائمہ حضرات کیلئے اہم نصیحت

حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا بدر عالم مہاجر مدنی رحمہ اللہ اپنے طلباء اور علماء کو دوران درس بہت نصائح فرمایا کرتے تھے... خصوصاً حالات حاضرہ کے مطابق ضروری اور اہم پیش آمدہ مسائل کی اور فراغت کے بعد جن فتنوں سے واسطہ پڑنے والا تھا... ان کے متعلق ضروری معلومات اور ہدایت فرماتے... آپ کی بیش قیمت نصائح میں سے صرف ایک نصیحت دی جاتی ہے۔ (مدیر)

میری نصیحت ہے کہ جو دینی علوم حاصل کیے ہیں جا کر پڑھانے کی کوشش کرنا اور تنخواہ لے کر پڑھانا کہ کہیں شیطان یہ دھوکہ نہ دے کہ دین پڑھانے کیلئے اُجرت لینا جائز نہیں۔ دین تو مفت پڑھائیں گے اور پیٹ پالنے کیلئے کوئی دُنیاوی دھندہ کریں گے... یہ شیطانی وسوسہ ہے دین سے ہٹانے کا... وہ براہِ راست تو دین کے کام سے نہیں ہٹا سکتا وہ دین کے رنگ میں دین سے دور کریگا... جب آپ اپنے بچوں کیلئے کوئی دُنیاوی شغل شروع کریں گے تو آہستہ آہستہ اسی میں پھنس جائیں گے اور دین پڑھانا چھوٹ جائے گا... فرمایا کہ حضرت شیخ الہند صاحب رحمہ اللہ بھی تنخواہ لیتے تھے اور حضرت سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ بھی تنخواہ لیتے تھے اور روتے بھی تھے ہم بھی تنخواہ لیتے ہیں اب آپ سے بھی کہتے ہیں کہ تنخواہ ضرور لیں اور اچھی تنخواہ لیں تا کہ مطمئن ہو کر دین کی خدمت کر سکیں... آج جو علماء فارغ ہوتے ہیں ان میں تدریس والے بہت کم ہی نکلتے ہیں جو تنخواہ لیں اور دین پڑھائیں... حضرت کی اس نصیحت کو پچاس سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے... آج ان کی حکیمانہ باتوں کی زمانہ تصدیق کر رہا ہے۔

قوت عمل کی ضرورت

ڈاکٹر مصطفیٰ سعید الحق نے مفکر اسلام سید ابوالحسن مولانا علی ندوی رحمہ اللہ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے کہ مولانا موصوف جب ۱۹۵۶ء میں دمشق یونیورسٹی کی

دعوت پر دمشق تشریف لائے تو یونیورسٹی کی طرف سے ایک نہایت شاندار ہوٹل میں آپ کے قیام کا نظم کیا گیا... مگر آپ نے یونیورسٹی کی اس پیشکش کو قبول نہیں کیا بلکہ سادگی اور تواضع کے ساتھ ایک مسجد کے حجرہ میں قیام پسند فرمایا تا کہ عبادت والا ماحول میسر رہے اور پھر اس شان سے مقالات پیش کئے کہ پورے ملک میں دھوم مچ گئی...
ان مقالات کی کامیابی میں مولانا مرحوم کی انابت الی اللہ کو بڑا دخل تھا...

شام کے مشہور ترین داعی اور مصلح قوم شیخ علی الدقر رحمہ اللہ علیہ کا واقعہ لکھا ہے کہ شیخ موصوف روزانہ صبح کو نماز فجر کے بعد ایک مسجد میں درس دیتے تھے... یہ مسجد اگرچہ زیادہ بڑی نہیں تھی لیکن حاضرین سے کھچا کھچ بھر جاتی تھی... لوگ صبح صبح دور دراز سے آپ کا درس سننے آتے تھے اور جب مسجد تنگ پڑ جاتی تو سڑکوں پر چٹائیاں بچھا کر درس سنا کرتے تھے اور اگرچہ دور تک شیخ کی آواز نہ پہنچ پاتی پھر بھی لوگ صرف شیخ کی زیارت کرنے ہی کو باعث سعادت سمجھتے تھے اور درس کی تاثیر کا عالم یہ ہوتا تھا کہ شرکاء مجلس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب شدت تاثر سے رواں رہتا...

ایک مرتبہ ایک شاگرد نے شیخ سے اس درس کی تاثیر کے متعلق پوچھا تو شیخ نے فرمایا... ''پیارے بیٹے! آج ضرورت نہ ہوتی تو میں کبھی اس راز کو نہ کھولتا... بات یہ ہے کہ یہ درس جو تم روز سنتے ہو اس کی پشت پر قرآن کریم کے ان دس پاروں کی طاقت ہے جو روزانہ فجر کی نماز سے پہلے میں اس ارادہ اور نیت سے تلاوت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس درس کو مسلمانوں کیلئے نفع بخش بنادے اور میری زبان میں اثر پیدا کر دے''...

اس واقعہ سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ اصلاح امت کیلئے مصلح کے اندر عمل کی بھرپور طاقت اور خلق خدا کی خدمت کا سچا جذبہ ہونا ضروری ہے... تاریخ پڑھنے سے یہ بات بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ ایسے مصلحین کی زبان سے نکلنے والے چند سادے اور بے ربط کلمات بھی ایسا اثر رکھتے ہیں کہ بڑے بڑے فصحاء اور بلغاء کی لمبی

لمبی لچھے دار تقریروں میں بھی وہ تاثیر نہیں ہوتی...

امام ربانی قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے دیوبند کی جامع مسجد میں ایک معمولی سی کتاب لے کر تقریر شروع کردی اور درمیان میں کسی مناسبت سے ''اللہ'' ایسے سوز وگداز سے کہا کہ پورا مجمع بے قابو ہو گیا اور در و دیوار ذکر خداوندی سے گونج گئے...

الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے درس حدیث کے شرکاء بتاتے ہیں کہ جس وقت آپ مسند حدیث پر تشریف فرما ہوتے تو روحانیت کا ایک سیلاب ہوتا تھا کہ الفاظ اس کیفیت کو بیان کرنے سے قاصر ہیں...

یاد رکھنا چاہئے کہ محض مضامین بیان کرنا' نادر و نایاب علوم اور نوادرات کی بارش کردینا' یا لطائف وقصص کے ذریعہ سامعین کے دلوں کو موہ لینا اور انہیں واہ واہ پر مجبور کردینا کوئی بڑی بات نہیں ہے... بڑی بات یہ ہے کہ قوت عمل اور ذوق عبادت کی بنا پر اللہ تعالیٰ سے اتنا قوی اور مضبوط تعلق ہو کہ اس کی طرف سے تاثیر اور حکمت کے دروازے کھل جائیں اور ہماری ذات سے اللہ تعالیٰ دین کی اشاعت وحفاظت کا کام لے لیں... اس لئے اس ضروری اور اہم نکتہ کی طرف پوری توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ دھیان دینے کی ضرورت ہے...

قابلیت اور قبولیت

حضرت مولانا مشتاق صاحب چنیوٹی رحمہ اللہ اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

دنیوی معاملات میں قابلیت کا سکہ چلتا ہے، اگر قابلیت کے ساتھ ساتھ وسائل بھی میسر ہوں تو سونے پہ سہاگہ ہے لیکن اللہ جل شانہ کے ہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، بارگاہ الٰہی میں قابلیت کی جگہ قبولیت کا اصول کارفرما ہے اس کی طرف حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مال و دولت کو نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے اخلاص اور اعمال کو دیکھتے ہیں'' جس شخص میں جتنا

زیادہ اخلاص ہوگا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ اتنا ہی معتبر ہوگا...

تاریخ عالم پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون، ہامان، قارون، شداد وغیرہ قابلیت اور مال وزر میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے لیکن چونکہ ان میں ایمان و اخلاص نہ تھا اس لئے بارگاہ الٰہی میں قبولیت نہ پاسکے اور اپنی آخرت تباہ کر بیٹھے، ان لوگوں کو اپنے علمی و عملی کمالات پر کمال درجہ ناز تھا،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابولہب علم و دانش میں کسی سے کم نہ تھا، ابو جہل کی کنیت ہی ابوالحکم تھی لیکن ان کی دانش، ان کا مال دولت ان کے کسی کام نہ آیا

دور حاضر کی علمی دنیا کا جائزہ لیا جائے تو بھی ہماری بات کی تائید ہوتی ہے...

غلام احمد پرویز، نیاز فتح پوری، اسلم جیراج پوری، حکیم نور الدین بھیروی جیسے لوگ علم میں اکثر لوگوں سے کم نہیں تھے لیکن چونکہ دین کو اپنی اغراض فاسدہ کے تحت سمجھنا اور سمجھانا چاہتے تھے اس لئے پہلے تینوں منکر حدیث بنے اور احادیث کا انکار کر کے راہ ضلالت اختیار کی اور ہزاروں افراد کی گمراہی کا باعث بنے...

حکیم نور الدین بھیروی بھی آزاد خیال شخص تھا... اس لئے بڑی فاضل شخصیات کا شاگرد ہونے کے باوجود مرزا قادیانی کو نبی تسلیم کیا اور مرتد ہونے کی حالت میں اس کا خاتمہ ہوا... یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کیلئے کوشاں رہے...

حضرات خلفائے راشدین کو اگرچہ جنت کی بشارت دنیا میں ہی مل چکی تھی لیکن ان پر خوف خدا کا اتنا غلبہ تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا...

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے کہ کاش میں یہ تنکا ہوتا، کبھی فرماتے کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا، ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سورہ یوسف پڑھ رہے تھے "انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ" پر پہنچے تو روتے روتے

آواز نکلی تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے تھے...

اس طرح حضرات صحابہ کرام' تابعین' تبع تابعین اور اولیائے امت کے واقعات سے سیر و تاریخ کی کتابیں بھری ہوئی ہیں...وہ شخص عقلمند بھی ہے اور کامیاب بھی ہے جو بارگاہ الٰہیہ میں قبولیت کی فکر میں رہتا ہے...دل میں خوف خدا رکھتا ہے

اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت پانے کا طریقہ کیا ہے؟ وہ بھی قرآن مجید میں مذکور ہے "انما یتقبل اللہ من المتقین" بے شک اللہ تعالیٰ متقین سے ہی قبول کرتے ہیں'

انسان تقویٰ اختیار کرے' جلوت و خلوت میں' معاشرتی و کاروباری امور میں خوف خدا کو ملحوظ رکھے' جائز ناجائز' حلال و حرام کا خیال رکھے تو وہ یقیناً بارگاہ الٰہیہ میں قبولیت اور اس کے نتیجہ میں نجات پائے گا...

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق سے نوازیں' آمین...(بشکریہ نصرۃ العلوم)

ادب کی تعلیم

◄...حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ اپنے والد گرامی حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے متعلق اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

صدر محمد ایوب خان مرحوم کے دور میں ایک بار رویت ہلال میں شہادت کے مسئلہ پر علماء کرام میں اختلاف پیدا ہو گیا اور اخبارات و رسائل میں مضامین و بیانات شائع ہونے لگے۔ مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی اہل حدیث مکتب فکر کے بڑے علماء میں سے تھے۔ اس زمانہ میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا جو ہمارے مؤقف کے برعکس تھا۔

میں نے اپنے طور پر اس کا جواب لکھا اور تصحیح کیلئے والد صاحب کو دکھایا جس پر مجھے ان کی سخت ڈانٹ کا سامنا کرنا پڑا اور یوں یاد پڑتا ہے کہ انہوں نے مجھے تھپڑ مارنے کیلئے ہاتھ بھی اُٹھایا مگر بات صرف ہاتھ اُٹھانے تک رہ گئی۔ میں نے اس جوابی مضمون میں مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی صاحب کے مضمون کا ایک جملہ اس انداز

میں لکھا تھا کہ حافظ عبدالقادر لکھتا ہے والد صاحب نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا کہ وہ تمہارا چھوٹا بھائی ہے؟ ہوسکتا ہے عمر میں تمہارے باپ سے بھی بڑا ہو۔

اس لیے اس طرح لکھو کہ مولانا حافظ عبدالقادر روپڑی یوں لکھتے ہیں مگر مجھے ان کی اس بات سے اختلاف ہے۔ (تذکار رفتگاں، ص:288)

داعی حق کا طریقہ

◄ ...شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے اپنے خطبات میں اپنا ایک ذاتی واقعہ بیان فرمایا ہے جسے یہاں مختصر نقل کیا جارہا ہے۔

ایوب خان مرحوم کے دور میں جو عائلی قوانین نافذ ہوئے تھے۔ میں نے ان کے خلاف ایک کتاب لکھی۔ جن لوگوں نے ان قوانین کی حمایت کی تھی ان کا ذکر کرتے ہوئے ان کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے اس کتاب میں جگہ جگہ طنز کا انداز اختیار کیا تھا۔ اس وقت مضمون نگاری کا شوق تھا۔ اس شوق میں طنزیہ جملے اور فقرے لکھے۔ جب وہ کتاب مکمل ہوگئی تو میں نے وہ کتاب حضرت والد ماجد مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کو سنائی۔ تقریباً دو سو صفحات کی کتاب تھی۔

جب والد صاحب وہ کتاب سن چکے تو فرمایا یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کتاب کس مقصد کیلئے لکھی ہے؟ اگر اس مقصد سے لکھی ہے کہ جو لوگ پہلے سے ہم خیال ہیں وہ اس کتاب کی تعریف کریں کہ کیسا دندان شکن جواب دیا ہے اور تعریف کریں کہ مضمون نگاری اور انشاء و بلاغت کے اعتبار سے بہت اعلیٰ درجے کی کتاب لکھی ہے۔

اگر اس کتاب کے لکھنے کا یہ منشاء ہے تو تمہاری یہ کتاب بہترین ہے۔

لیکن اس صورت میں یہ دیکھ لیں کہ اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا قیمت ہوگی؟

اور اگر کتاب لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جو آدمی غلطی پر ہے اس کی اِصلاح ہو جائے تو یاد رکھو تمہاری اس کتاب کے پڑھنے سے ایسے آدمی کی اِصلاح نہیں ہوگی

بلکہ اس کے دل میں اور ضد پیدا ہوگی۔ اگر اللہ کے واسطے لکھی ہے تو پھر اس کتاب سے اس طنز کو نکالنا ہوگا اور طرز تحریر بدلنا ہوگا۔

جب والد صاحب نے یہ بات ارشاد فرمائی تو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے سر پر پہاڑ توڑ دیا کیونکہ دو اڑھائی سو صفحات کی کتاب لکھنے کے بعد اس کو از سر نو ادھیڑنا بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ مضمون نگاری کا بھی شوق تھا اور اس کتاب میں بڑے مزیدار فقرے بھی تھے۔ ان فقروں کو نکالتے بھی دل کٹتا تھا لیکن یہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا فیض تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق عطا فرمائی اور میں نے پھر پوری کتاب کو ادھیڑا اور از سر نو اس کو لکھا۔ پھر وہ کتاب ''ہمارے عائلی قوانین'' کے نام سے چھپی لیکن وہ دن اور آج کا دن ہے الحمدللہ! یہ بات دل میں بیٹھ گئی کہ ایک داعی حق کیلئے طنز اور طعنہ دینے کا طریقہ اختیار کرنا درست نہیں۔

یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ دعوت دینے کے وقت طعنہ نہیں دیتے، حتیٰ کہ اگر کوئی سامنے والا شخص طعنہ بھی دے تو جواب میں یہ حضرات طعنہ نہیں دیتے۔ (اصلاحی خطبات، جلد ۱۱، ص ۹۷)

ہمارے اکابر کا طرزِ عمل

◄ ...ایک مرتبہ حضرت شاہ اسماعیل شہید صاحب رحمہ اللہ وعظ کہنے کے بعد جامع مسجد کی سیڑھیوں سے اُتر رہے تھے کہ اتنے میں مخالفین میں سے کوئی شخص سامنے آ گیا اور اس نے مولانا کی تحقیر و تذلیل کی غرض سے کہا مولانا! میں نے سنا ہے کہ آپ حرام زادے ہیں۔ بے نفسی کی انتہا دیکھئے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے جواب میں فرمایا: جناب! آپ کو کسی نے غلط خبر پہنچائی۔

میری والدہ کے نکاح کے گواہ تو اب تک دہلی میں موجود ہیں۔ اس طرح حضرت نے معترض کے اس فقرے کو جو صرف گالی دینے کیلئے بولا گیا تھا ایک مسئلہ بنا کر سنجیدگی

سے اس کا جواب دیدیا۔ یہی وہ طرزِ عمل تھا جس نے سنگدل سے سنگدل انسانوں کو موم کیا اور جس کی بناپر دعوت حق کی فضا ہموار ہوئی۔(میرے والد میرے شیخ،ص:۱۱۰)

◄ ...شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم لکھتے ہیں: "میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ جب پاکستان تشریف لائے تو اس وقت حکومت نے دستور ساز اسمبلی کے ساتھ ایک "تعلیمات اسلامی بورڈ" بنایا تھا۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس کا ممبر بنایا گیا۔ یہ بورڈ حکومت ہی کا ایک شعبہ تھا، ایک مرتبہ حکومت نے کوئی کام گڑبڑ کردیا تو حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار میں حکومت کے خلاف بیان دے دیا کہ حکومت نے یہ کام غلط کیا ہے۔

بعد میں حکومت کے کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے والد رحمہ اللہ سے کہا "حضرت آپ تو حکومت کا حصہ ہیں، آپ نے حکومت کے خلاف یہ بیان دے دیا؟ حالاں کہ آپ "تعلیمات اسلامی بورڈ" کے رکن ہیں اور یہ بورڈ "دستور ساز اسمبلی کا حصہ ہے، حکومت کے خلاف آپ کا یہ بیان دینا مناسب بات نہیں ہے۔"

جواب میں حضرت والد رحمہ اللہ نے فرمایا: "میں نے یہ رکنیت کسی اور مقصد کے لئے قبول نہیں کی تھی، صرف دین کی خاطر قبول کی تھی اور دین کے ایک خادم کی حیثیت سے میرا یہ فرض ہے کہ جو بات میں حق سمجھوں وہ کہہ دوں، چاہے وہ بات حکومت کے موافق پڑے یا مخالف، میں اس کا مکلف نہیں، بس اللہ تعالیٰ کے نزدیک جو بات حق ہے وہ واضح کردوں کہ

یہ نغمہ فصل گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ

رہا رکنیت کا مسئلہ! سو رکنیت کا معاملہ میری ملازمت نہیں ہے، آپ حکومت کے خلاف بات کہتے ہوئے ڈریں کیوں کہ آپ حکومت کے ایک ملازم افسر ہیں، آپ کی تنخواہ دو ہزار روپے ہے، اگر یہ ملازمت چھوٹ گئی تو پھر آپ نے زندگی گزارنے کا جو نظام بنا رکھا ہے وہ نہیں چل سکے گا، میرا یہ حال ہے کہ جس دن میں نے رکنیت قبول کی تھی

اسی دن استعفیٰ لکھ کر جیب میں ڈال لیا تھا کہ جب کبھی موقع آئے گا پیش کر دوں گا۔

جہاں تک ملازمت کا معاملہ ہے تو مجھ میں اور آپ میں یہ فرق ہے کہ میرا سر سے پاؤں تک زندگی کا جو خرچہ ہے وہ دو روپے سے زیادہ نہیں ہے اس لئے اللہ کے فضل و کرم سے میں اس تنخواہ اور اس الاؤنس کا محتاج نہیں ہوں، یہ دو روپے اگر یہاں سے نہیں ملیں گے تو کہیں بھی مزدوری کر کے کما لوں گا اور اپنے ان دو روپے کا خرچہ پورا کر لوں گا اور آپ نے اپنی زندگی کو ایسا بنایا ہے کہ دو سو روپے سے کم میں آپ کا سوٹ نہیں بنتا۔ اس وجہ سے آپ حکومت سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ملازمت نہ چھوٹ جائے، مجھے الحمدللہ اس کا کوئی ڈر نہیں ہے۔"

کہاں سے اے اقبال تو نے سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

(اصلاحی خطبات: ج ۸ ص ۹۲، ۹۳)

◄...شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے حالات پر مبنی اپنی کتاب "میرے والد میرے شیخ" میں لکھتے ہیں:

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں آغاز شباب میں دوسروں کی تردید کیلئے بڑی شوخ اور چلبلی تحریر لکھنے کا عادی تھا اور تحریری مناظروں میں میرا طرزِ تحریر طنز و تعریض سے بھرپور ہوتا تھا۔ کتاب "ختم نبوت" میں نے اسی زمانہ میں لکھی تھی۔ لیکن اس کے شائع ہونے کے بعد ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے انداز تحریر کا رُخ بدل دیا۔ وہ یہ کہ میرے پاس ایک قادیانی کا خط آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ آپ نے اپنی کتاب "ختم نبوت" میں جو دلائل پیش کیے ہیں بنظر انصاف پڑھنے کے بعد وہ مجھے بہت مضبوط معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ میں مرزا صاحب کی اتباع سے تائب ہو جاؤں لیکن آپ نے اس کتاب میں جو اسلوب بیان اختیار کیا ہے وہ مجھے اس اقدام سے روکتا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ جو لوگ حق پر ہوتے ہیں وہ دلائل پر

اکتفا کرتے ہیں، طعن و تشنیع سے کام نہیں لیتے، اس لیے میں اب تک اپنے مذہب پر قائم ہوں اور آپ کے طعن و تشنیع نے دل میں کچھ ضد بھی پیدا کر دی ہے۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ تو معلوم نہیں کہ ان صاحب نے یہ بات کہاں تک درست لکھی تھی لیکن اس واقعہ سے مجھے یہ تنبہ ضرور ہوا کہ طعن و تشنیع کا یہ انداز مفید کم ہے اور مضر زیادہ۔ چنانچہ اس کے بعد میں نے کتاب "ختم نبوت" پر اس نقطہ نظر سے نظر ثانی کی اور اس میں ایسے حصے حذف کر دیئے جن کا مصرف دل آزاری کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کے بعد کی تحریروں میں دل آزار اسلوب سے مکمل پرہیز شروع کر دیا۔ (میرے والد میرے شیخ، ص:۱۰۹)

دینی کام کرنے والوں کیلئے ہدایات

1... دین کے مختلف شعبوں میں اخلاص کیساتھ دین کی حفاظت اور بقاء کیلئے محنت کرتے رہنا بڑے ثواب کا کام ہے... اس کیلئے کسی مصلح کامل کیساتھ باضابطہ اسلامی تعلق قائم کریں... اخلاص پیدا کرانے کا اصل طریقہ یہی ہے...

2... جس شخص سے اللہ تعالیٰ دین کا بہت زیادہ کام لے رہے ہوں... اُسے ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے... کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ خدمت قبول نہ ہو مگر ڈھیل دے دی ہو... لہٰذا ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے اور استغفار و دعا کرتے رہنا چاہیے...

3... جو شخص دوسروں تک دین پہنچا رہا ہو... اس کا اصل مذاق یہ ہو کہ خلوت (تنہائی) میں اللہ تعالیٰ کی یاد کیلئے دل بے چین رہتا ہو... کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور اصل مذاق یہ تھا... "اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے خلوت کو محبوب بنا دیا تھا"...

4... جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اگر وہ قوانین (احکام) کی پابندی کرتے ہوئے دین کا کام کرتے ہیں تو اُن کی دینی خدمات قبول ہیں اور اگر اپنے دل میں جو کچھ آیا اسکے مطابق کر لیا... قوانین (احکام) کی رعایت

نہیں کرتے تو وہ اپنے نفس کے بندے ہیں... اللہ کے بندے نہیں...

5... امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کر کے دیندار بنانے اور فکر آخرت پیدا کرنے کی جتنی فکر اور کوشش آپ دوسروں کیلئے کرتے ہیں... اس سے زیادہ فکر اور کوشش اپنے اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیندار بنانے پر کرنا زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے...

لوگوں کو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت کرنا لیکن خود ان باتوں پر کتنا عمل ہے؟ معمولی معمولی مصلحتوں کی خاطر گناہوں کی مجالس میں شریک ہو جاتے ہیں... اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی جتنی فکر دوسروں کیلئے ہے... اپنے لئے یہ فکر نسبۃً زیادہ ہو... خود بھی بنیں اور دوسروں کو بھی بنائیں... مگر اپنی فکر زیادہ ہو...

6... ایک دعا کا معمول ہے... آپ حضرات بھی یہ دعا مانگا کریں...

"یا اللہ تیرا کوئی بھی بندہ دنیا کے کسی بھی کونے میں، تیرے دین کی کوئی بھی خدمت کر رہا ہو، تو اسے اخلاص عطا فرما، اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرما... اس کی خدمت کو قبول فرما، اس میں برکت عطا فرما۔

یا اللہ! پوری دنیا میں دین کے کام کرنے والوں کو خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی دین کی کوئی بھی خدمت کر رہے ہوں، ان سب کو آپس میں محبت، اُلفت، تعاون و تناصر کی نعمت وسعادت عطا فرما... آپس میں بغض، نفرت، حسد کے عذاب سے حفاظت فرما... اللہ تعالیٰ ہمیں شرعی حدود کے تحت تبلیغ و دعوت کی ذمہ داری ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

قرآن کریم کو تجوید کے مطابق سیکھنا فرض ہے

حضرت قاری احسان اللہ نقشبندی مدظلہ فرماتے ہیں:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب ہے۔ جس کے ہم مسلمانوں پر کئی طرح کے حقوق و آداب ہیں قرآن کریم کو صحیح تلاوت کرنا بھی اس کا بنیادی حق ہے...

اس کی تلاوت جب تک اس طرح نہ کی جائے جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے کی اور امت کو سکھائی اس وقت تک اس پر اجر وثواب حاصل نہیں ہوتا...

اس مقدس کتاب کو صحیح پڑھنے کیلئے ایک مستقل علم ہے جسے علم تجوید کہتے ہیں جس کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے... اس کی کیا فضیلت ہے؟

سنئے! اگر کسی شخص کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ روزانہ سو رکعات نفل پڑھتا ہے تو ہم اسے ولی اللہ کہہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے دعا کراؤ کہ یہ تو ہر وقت نفل پڑھتا رہتا ہے لیکن اس سے بھی بڑا ولی اللہ کون ہے؟

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی ایک آیت سیکھنا سو نفل پڑھنے سے بہتر ہے کس قدر بہتر ہے اسکا علم اللہ تعالیٰ کو ہے...

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے ایک مجلس میں فرمایا کہ حفاظ و قراء اولیاء اللہ میں سے ہیں کسی نے کہا کہ ہم نے تو کبھی انکی کوئی کرامات وغیرہ نہیں دیکھیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ حضرات اولیاء اللہ نہیں تو پھر روئے زمین پر کوئی اللہ کا ولی نہیں یہ حفاظ کرام کا مقام ہے... قرآن کے ذریعے دنیا میں عزت واکرام یہ ہے کہ امیر ترین آدمی بھی دعا کرانے کیلئے حفاظ کی خدمت میں آتا ہے۔

لیکن کوئی حافظ دعا کرانے رئیس کے دروازے پر نہیں گیا... آخرت کا پہلا اعزاز یہ ہے کہ حافظ قرآن پر جیسے ہی موت طاری ہوتی ہے... اللہ تعالیٰ زمین کو حکم فرماتے ہیں کہ اس حافظ کے جسم کو نہیں کھانا زمین عرض کرتی ہے کہ میں اس کے جسم کو کیسے کھا سکتی ہوں اس حال میں کہ اس کے سینہ میں تیرا قرآن ہے...

آج دنیا میں بڑا آدمی (سیٹھ) اس کو سمجھا جاتا ہے جس کی بڑی حویلی اور بڑی اونچی عمارات ہوں... تو آخرت میں حفاظ کو جو مقام ملے گا اس کے اعتبار سے یہ حضرات جنت کے سیٹھ ہوں گے اور دنیا میں بھی یہی لوگ وی آئی پی ہیں... حدیث پاک میں ہے...

اَشْرافُ اُمَّتِی حَمَلَةُ الْقُرآنِ

میری امت کے معزز ترین (VIP) لوگ حاملین قرآن ہیں...

حضرت قاری محمد طاہر رحیمی رحمہ اللہ نے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ جنت میں حافظ قرآن کے مقام سے اونچا کسی امتی کا مقام نہ ہوگا...

آخرت کے دن حفاظ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے جیسے تو دنیا میں تجوید اور وقف کی رعایت سے پڑھتا تھا اسی طرح تجوید اور وقف کی رعایت کے ساتھ پڑھ... بس جہاں قرآن کا آخری لفظ ختم ہو وہی تیرا مقام ہے... یہ تو ایک سادہ حافظ کا اعزاز ہے لیکن جو حفاظ سبعہ عشرہ کے قاری بھی ہیں...

اگر وہ تمام روایات و قراءات میں تلاوت کریں تو کم از کم دس قرآن پاک تو ہو ہی جاتے ہیں اسی طرح وقف کرنے کے بہت سے طریقے ہیں تو اندازہ فرمائیں کہ دس قراءات متواترہ اور وقف کی اقسام پر مہارت رکھنے والا قاری جنت کے درجات کی کس بلندی پر ہوگا... یہ تمام فضائل اسی صورت میں ہیں جبکہ قرآن کی صحیح تلاوت کی جائے اور ایسے ماہر استاد سے مشق کی جائے جس کی سند حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جا ملتی ہے... آج ہم دنیاوی تعلیم کیلئے تو اچھے اور مہنگے ترین استاد کو تلاش کرتے ہیں لیکن قرآن کے بارے میں ہلکے سے ہلکے اور سستے بلکہ مفت کو تلاش کرتے ہیں اور اہل علم پر یہ بات واضح ہے کہ بغیر سند کے کوئی بھی علم معتبر نہیں... بغیر سند کے نہ حدیث معتبر ہے اور نہ قرآن کی تلاوت...

آج قرآن کریم صحیح پڑھنے کے سلسلہ میں اس قدر غفلت ہے کہ عوام الناس تو کجا بڑے بڑے اہل علم کا انداز تلاوت علم تجوید کے مطابق نہیں... اس طرح بعض خطیب حضرات اپنی تقاریر میں جو قرآنی آیات پڑھتے ہیں وہ علم تجوید کے مطابق نہیں ہوتیں بلکہ گانے کی طرز پر ہوتی ہیں اور لوگ سبحان اللہ کہہ کر داد دیتے ہیں...

یاد رکھئے! قرآن کریم کی وہ تلاوت جو علم تجوید کے خلاف ہو اور گانے کی طرز پر ہو اہل علم کا یہی فتویٰ ہے کہ ایسی تلاوت کرنا حرام' سننا حرام اور اس پر سبحان اللہ کہنا بھی حرام ہے کیونکہ قرآن کے حروف جیسے اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہیں بالکل اسی

طرح انکا انداز تلاوت اور ادائیگی بھی اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے...

قرآن پاک کے کسی نسخے میں ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لکھ دیا جائے جیسے قل کی بجائے کل لکھ دیا جائے تو ہر صاحب علم اس پر گرفت کرے گا کہ یہ قرآن پاک میں تحریف ہے اور اس سے قرآن کے معانی بدل جائیں گے...

اب ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے صاحب علم لوگوں سے میں سوال کرتا ہوں کہ اگر قرآن کی چھپائی یا لکھائی میں ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لکھنے سے معانی بدلتے ہیں تو قرآن پاک کی پڑھائی میں ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے معانی کیوں نہیں بدلتے ؟ جس طرح چھپائی میں ایک حرف کے بدلنے سے قرآن میں تحریف ہے تو پڑھائی میں بھی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے تحریف قرآن کیوں نہیں ہے... اگر یہ بھی تحریف ہے تو پھر اس سے غفلت کیوں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی قرآن کے حروف کی ادائیگی اپنی مرضی سے کرنے کی اجازت نہیں تھی بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ایک حرف ادا کر کے صحابہ کو سکھایا... صحابہ میں سے ایسے ممتاز قراء تیار کیے جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قرأت کو سو فیصد حفاظت کے ساتھ بغیر کسی تبدیلی کے امت کی طرف منتقل فرمایا اور اس سلسلہ میں کسی گنجائش ورعایت کو بھی برداشت نہیں کیا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیفیت ادا کو بھی محفوظ رکھا... اس پر بہت سی احادیث گواہ ہیں... اس لئے ہمارے اکابر رحمہم اللہ اپنے مریدین کو تجوید سیکھنے کی سخت تاکید فرماتے تھے...

اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن کے اس حق کو مکمل طور پر پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (ماہنامہ محاسن اسلام ملتان)

ائمہ کرام کیلئے نماز کے چند اہم بنیادی احکام ومسائل

آئندہ صفحات میں ائمہ کرام کیلئے نماز کے وہ بنیادی احکام ومعلومات ہیں جن کا علم ہر امام کیلئے ناگزیر ہے۔نمازوں میں قراءت کی مسنون مقدار ....سجدۂ تلاوت اور سجدۂ سہو کے احکام ومسائل وغیرہ

ائمہ حضرات کیلئے نماز کے چند اہم ابتدائی اُمور

نماز سنت کے مطابق پڑھائیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ أُصَلِّیْ''

(صحیح البخاری، الاذان، باب من قال لیوذن فی السفر: ۱/۸۸)

مجھے جس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اسی طرح نماز پڑھو۔

نیز فرمایا: قیامت کے دن آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا۔ (سنن ابی داؤد)..... اگر نماز ٹھیک نکلی تو وہ آدمی کامیاب اور بامراد ہوگا اور اگر نماز خراب نکلی تو وہ آدمی نامراد اور ناکام ہوگا۔ (فیض القدیر: ۳/۹۶)

حضرت مولانا رفعت قاسمی صاحب فرماتے ہیں:

''نماز پڑھانے والوں کو اس کا بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ نماز سنت کے مطابق پڑھائیں۔ اس لئے کہ قبولیت کے لئے اوّلین شرط سنت کے ساتھ مطابقت ہے۔ اسی طرح ائمہ کرام مقتدیوں کو نماز کے مسائل سمجھائیں اور ان سے کہیں کہ ایک آدمی نماز پڑھے، محنت کرے، وقت بھی خرچ کرے۔

لیکن وہ نماز فاسد ہو یا اس میں واجب چھوٹ رہا ہو یا سنت ادا نہ ہو رہی ہو، جس کی وجہ سے غیر مقبول ہو تو یہ بڑے خسارہ کی بات ہے۔ مذکورہ بالا حدیث میں خسارہ اور ناکامی کی وعید نماز نہ پڑھنے پر نہیں ہے، بلکہ نماز کے درست اور ٹھیک نہ ہونے پر ہے۔ اس لئے نمازیوں کو اس کا خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ان کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہے یا نہیں۔'' (ماخوذ از: مسائل امامت ص: ۱۶۸، ۱۶۹)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے یہاں نماز کا کیسا اہتمام تھا اس کا کچھ اندازہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس خط سے ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گورنروں کے نام خطوط لکھوائے اور ان میں لکھوایا۔

''تمہارا سب سے اہم کام میرے نزدیک نماز ہے۔ جس نے نماز کی حفاظت کی اور اس کی پابندی کی اس نے اپنے دین کی حفاظت کی اور جس نے ان کو ضائع کیا وہ دین کے دوسرے احکام کو اس سے زیادہ ضائع کرے گا'' (مؤطا للإمام مالک، باب وقت الصلوۃ: ۵)

اب سوچئے نماز کو ضائع کر کے دین کی حفاظت کیسے ہوگی۔ اب جس مسجد میں آپ امام ہیں اس محلہ میں دین کتنا محفوظ ہے نمازیوں کے تناسب سے سوچ لیجئے......؟

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ خط اپنی میز پر لکھ کر لگا لیجئے اور اس کے لئے محنت بھی خوب کیجئے اور رات کو تہجد میں اُٹھ کر دُعا بھی رو رو کر مانگئے کہ اے اللہ! میرے محلہ میں کوئی بے نمازی نہ رہے، ہر نمازی کو اتنا سمجھائیں کہ وہ دوسروں کو نمازی بنانا سیکھ لے اور یقین رکھئے کہ آپ کے محلہ کا ہر رہنے والا شخص نمازی بن گیا۔

نمازوں میں مسنون قراءت

"عَنْ جَابِر بن سَمُرة قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَءُ فِي الْفَجْرِ بِقٓ والقرانِ الْمَجِيْد وَنَحْوِها وكانت صلوته بَعْدُ تَخْفِيْفاً"

ترجمہ: حضرت جابر بن سَمُرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں سورہ قٓ اور اس جیسی دوسری سورتیں پڑھا کرتے تھے اور بعد میں آپ کی نماز ہلکی ہوتی تھی۔ (صحیح مسلم شریف)

تشریح: شارحین نے آخری خط کشیدہ فقرے کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔ ایک یہ کہ فجر کے بعد کی آپ کی نمازیں یعنی ظہر، عصر، مغرب، عشاء یہ سب بہ نسبت

فجر کے ہلکی ہوتی تھیں اور ان میں بہ نسبت فجر کے آپ قراءت کم فرماتے تھے۔
دوسرا مطلب اس فقرے کا یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابتدائی دور میں جب صحابہؓ کرام کی تعداد کم تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جماعت میں سابقین اوّلین ہی سب ہوتے تھے، آپ کی نمازیں عموماً طویل ہوتی تھیں اور بعد کے دور میں جب ساتھ میں نماز پڑھنے والوں کی تعداد زیادہ ہوگئی تھی اور ان میں دوم، سوم درجہ والے اہل ایمان بھی ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں نسبتاً ہلکی پڑھنے لگے، کیونکہ جماعت میں نمازیوں کی تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں اس کا امکان زیادہ ہوتا تھا کہ کچھ لوگ مریض یا کمزور یا کم ہمت یا زیادہ بوڑھے ہوں جن کے لئے طویل نماز باعثِ زحمت ہوجائے۔ (معارف الحدیث، ص ۳/۲۴۵)

"فجر کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت سے متعلق جو حدیثیں درج کی گئیں اور کتب حدیث میں ان کے علاوہ جو روایات اس سلسلہ میں ملتی ہیں ان سب کو پیش نظر رکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرأت فجر کی نماز میں بہ نسبت دوسری نمازوں کے اکثر و بیشتر کسی قدر طویل ہوتی تھیں، لیکن کبھی کبھی (غالباً کسی خاص داعیہ سے) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فجر کی نماز بھی قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْن اور قُلْ هُوَ اللّٰہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس جیسی چھوٹی سورتوں سے پڑھا دیتے تھے۔

اسی طرح ان حدیثوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول نماز کی رکعتوں میں مستقل سورتیں پڑھنے کا تھا لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ کسی سورت میں سے کچھ آیات پڑھ دیتے تھے۔ اِسی طرح کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی قرأت فرمائی ہے۔

جمعہ کی فجر میں سورہ "الم تنزیل السجدہ" اور "سورہ الدھر" پڑھنے کی حکمت حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ان دونوں سورتوں

میں قیامت اور جزاء سزاء کا بیان بہت موثر انداز میں کیا گیا ہے اور قیامت جیسا کہ احادیثِ صحیحہ میں بتایا گیا ہے کہ جمعہ ہی کے دن قائم ہونے والی ہے۔

اس لئے غالباً آپ اس کی تذکیر اور یاد دہانی کے لئے جمعہ کی فجر میں یہ دونوں سورتیں پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ واللہ اعلم۔ (معارف الحدیث ۳ص ۲۴۹)

قراءتِ فجر کی مقدار

سوال: امام صاحب سورۂ ملک، سورۂ یٰسین حفظ ہونے کے باوجود فجر کی نماز میں (۱) والضحیٰ واللیل (۲) الم نشرح (۳) والتین اور (۴) سورۂ جمعہ کا آخری رکوع پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے بعض نمازیوں کی سُنّتیں فوت ہو جانے کا خوف رہتا ہے تو اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: صبح کی نماز میں امام کو اتنی مختصر قراءت کی عادت بنالینا خلافِ سنت اور مکروہ ہے۔ کوئی خاص عذر نہ ہو تو اِمام اور ایسے ہی منفرد (تنہا پڑھنے والا) صبح کی نماز میں طوالِ مفصل یعنی سورہ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں میں سے ایک ایک سورت ایک ایک رکعت میں پڑھے۔ یہ مسنون اور مستحب ہے یا کسی اور جگہ سے درمیانی درجہ کی کم سے کم چالیس آیتیں پڑھے۔ یہ کم سے کم ہے۔ اور متوسط درجہ یہ ہے کہ پچاس آیتوں سے ساٹھ تک اور اس سے بہتر یہ ہے کہ ۱۰۰ آیتوں تک پڑھے۔

اس سلسلہ میں امام اور مقتدیوں کی ہمت اور شوق کا لحاظ رکھنا چاہئے۔ البتہ وقت کی تنگی یا کسی اور ضرورت اور عذر کی بناء پر قراءت مختصر کرنی پڑے تو مضائقہ نہیں ہے، جائز ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج۱ ص ۱۵۵، بحوالہ شامی ج۱ ص ۵۰۴، کبیری ص ۳۰۳)

جمعہ کے دن فجر میں سورۂ سجدہ کی تلاوت

سوال: زید کہتا ہے کہ جمعہ کے دن فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں سورہ سجدہ اور دوسری رکعت میں سورہ الدھر پڑھنا مستحب ہے، کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: فجر کی نماز میں جمعہ کے دن پہلی رکعت میں سورۂ سجدہ اور دوسری میں سورہ دھر پڑھنا فی نفسہٖ مستحب ہے۔ لیکن اس پر مداومت (پابندی) مکروہ ہے، تاکہ عوام اس کو واجب نہ سمجھنے لگیں۔ آج کل ائمۂ مساجد نے اس مستحب اُمر کو بالکل ہی ترک کر رکھا ہے۔ یہ غفلت ہے اور اس کی اصلاح لازم ہے۔ (احسن الفتاویٰ، ج ۳، ص ۸۱)

احادیث میں بے شک ایسا آیا ہے لیکن حنفیہ اس کو بعض اوقات پر محمول کرتے ہیں اور اس کی مستقل طور پر پابندی پسند نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ تعیینِ سورۃ کو کسی بھی نماز کے لئے منع کرتے ہیں، لہٰذا کبھی کبھی ایسا کرے تو حرج نہیں دوام اس پر نہ کرے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲، ص ۲۱۷)

سورتوں کی تعیین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ جمعہ کی دونوں رکعتوں میں علی الترتیب اکثر و بیشتر سورۂ جمعہ اور سورۂ منافقون یا سورۂ اعلیٰ و سورۂ غاشیہ پڑھا کرتے تھے اور عیدین کی نماز میں بھی یا تو یہی دونوں آخری سورتیں سورۂ اعلیٰ و غاشیہ پڑھا کرتے تھے یا سورۂ قٓ وَالقراٰن المجید اور اقتربت الساعة۔ نمازِ پنجگانہ اور جمعہ و عیدین کی نمازوں میں قراءت سے متعلق جو حدیثیں لکھی گئی ہیں اس سے دو باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔

❶ ...آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر معمول یہ تھا کہ فجر میں قراءت طویل فرماتے تھے اور زیادہ تر طوالِ مفصل پڑھتے تھے۔ ظہر میں بھی کسی قدر طویل قراءت فرماتے تھے، عصر مختصر اور ہلکی پڑھتے تھے، اور اسی طرح مغرب میں بھی، عشاء میں اوساطِ مفصل پڑھنا پسند فرماتے تھے۔ لیکن کبھی کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا تھا۔

❷ ...کسی نماز میں ہمیشہ کسی خاص سورت کے پڑھنے کا نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور نہ عملاً ایسا کیا، ہاں بعض نمازوں میں اکثر و بیشتر بعض خاص سورتیں پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (معارف الحدیث ۳ ص ۲۶۱)

اوقات نماز کے متعلق ضروری مسائل

❶ صبح کی نماز صبح صادق سے طلوع آفتاب سے پہلے پہلے تک پڑھی جا سکتی ہے...البتہ نماز فجر کی ادائیگی کیلئے صبح صادق سے پانچ دس منٹ تک انتظار کرنا بہتر ہے

❷ صبح صادق سے طلوع آفتاب تک اور کوئی نفل نماز پڑھنا منع ہے...البتہ قضاء نماز، نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت ادا کیا جا سکتا ہے۔ ❸ سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد تک مکروہ وقت ہوتا ہے...کوئی نماز وغیرہ نہیں پڑھنی چاہیے۔

❹ سورج نکلنے کے پندرہ منٹ بعد اشراق اور دوسرے نوافل پڑھ سکتے ہیں... اشراق کے دو یا چار رکعت کا پڑھنا بہت اجر کا باعث ہے...اشراق کی نماز ڈیڑھ دو گھنٹے تک پڑھ سکتے ہیں۔ ❺ چاشت کی نماز اشراق کے نوافل کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے...البتہ دن کے ۱۰، ۱۱ بجے پڑھنا افضل ہے...اس وقت دو نفل سے لے کر بارہ رکعت نفل تک جتنی چاہیں رکعات پڑھ سکتے ہیں۔

❻ نقشے میں زوال آفتاب کا جو وقت لکھا ہوتا ہے۔ اُس وقت سے دس منٹ پہلے اور دس منٹ بعد کوئی نماز پڑھنا منع ہے۔ زوال سے پندرہ منٹ بعد ظہر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ ظہر کی نماز کا آخری وقت مثل ثانی تک رہتا ہے۔ یعنی عصر کا وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھی گئی ظہر نماز ادا ہو جاتی ہے لیکن اتنی دیر کرنا مناسب نہیں۔ نمازوں کو اپنے اصل وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

❼ اسی طرح عصر کی نماز بھی مغرب کی اذانوں سے پہلے پڑھی گئی ادا ہو جائیگی۔ لیکن اتنی دیر کرنا گناہ ہے۔ ❽ عصر کی نماز کے بعد اب نفل نماز پڑھنا منع ہے۔ البتہ قضاء نماز، نماز جنازہ اور سجدہ تلاوت ادا کیا جا سکتا ہے۔

❾ مغرب کی نماز کا انتہائی وقت مختلف موسموں میں بدلتا رہتا ہے تاہم نماز مغرب، مغرب کی اذان سے ایک گھنٹہ تک بالاتفاق پڑھی جا سکتی ہے۔ تھوڑا سا اندھیرا ہونے پر لوگ نماز مغرب چھوڑ دیتے ہیں جو کہ درست نہیں۔ مغرب کے بعد چھ

رکعت اوّابین کا بہت ثواب ہے۔ ⑩ سفر کی جلدی یا کسی بیماری کی وجہ سے عشاء کی نماز اذان مغرب کے ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد پڑھی جا سکتی ہے۔ البتہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد پڑھنا افضل ہے۔ عشاء کی نماز صبح صادق سے پہلے پڑھی جا سکتی ہے۔ البتہ آدھی رات کے بعد نماز مکروہ ہو جاتی ہے۔ تاہم نماز ادا ہو جاتی ہے۔

⑪ تہجد کی نماز عشاء کی نماز کے فوراً بعد پڑھی جا سکتی ہے۔ تاہم وتر کی نماز سے پہلے نوافل پڑھ لینے چاہئیں۔ البتہ سو کر اٹھنے کے بعد رات کے آخری پہر تہجد پڑھنا افضل ہے۔ تہجد کی نماز صبح صادق سے پہلے پڑھی جا سکتی ہے۔ تہجد کم از کم چار رکعت پڑھ لینا چاہیے۔ تاہم آٹھ رکعت پڑھنا افضل ہے۔

⑫ بالغ ہونے کے بعد اب تک جتنی نمازیں قضاء ہوئی ہیں اُن کا حساب کر کے جلد از جلد ادا کر لینی چاہئیں۔ زندگی اور موت کا کوئی اعتبار نہیں۔ قضاء صرف فرض اور واجب (وتر) کی ہوتی ہے۔ قضاء دن رات میں کسی وقت ادا کر سکتے ہیں۔ البتہ عین طلوع آفتاب، زوال آفتاب، اور غروب آفتاب کے وقت نہ پڑھیں۔

⑬ نماز فرض ہے، اس کے مسائل اور اس کے اوقات، سے واقفیت بھی فرض ہے۔

روزمرہ کی ضروری اصطلاحات اور ان کی تشریح

سوال: فرض، واجب، سنت، نفل کسے کہتے ہیں اور ان میں کیا کیا فرق ہیں؟

جواب: فرض اسے کہتے ہیں جو قطعی دلیل سے ثابت ہو یعنی اسکے ثبوت میں کوئی شبہ نہ ہو اسکی فرضیت کا انکار کرنیوالا کافر ہو جاتا ہے اور بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔ واجب وہ ہے جو ظنی دلیل سے ثابت ہو۔ اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا، ہاں بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہوتا ہے۔

سنت اس کام کو کہتے ہیں جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے کیا ہو یا کرنے کا حکم فرمایا ہو۔ نفل ان کاموں کو کہتے ہیں جن کی فضیلت شریعت میں ثابت ہو ان کے کرنے میں ثواب ہو اور چھوڑنے میں عذاب نہ ہو اسے مستحب اور

مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔

سوال: فرض کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں (۱) فرض عین اور (۲) فرض کفایہ۔

فرض عین اس فرض کو کہتے ہیں جس کا ادا کرنا ہر شخص پر ضروری ہو اور بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور گنہگار ہو اور فرض کفایہ وہ فرض ہے جو ایک دو آدمیوں کے ادا کر لینے سے سب کے ذمہ سے اتر جائے۔ اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب کے سب گنہگار ہوں۔

سوال: سنت کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسمیں ہیں: (۱) سنت مؤکدہ (۲) سنت غیر مؤکدہ۔

سنت مؤکدہ اس کام کو کہتے ہیں جسے حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو یا کرنے کے لئے فرمایا ہو اور ہمیشہ کیا گیا ہو یعنی بغیر عذر کبھی نہ چھوڑا ہو ایسی سنتوں کو بغیر عذر چھوڑ دینا گناہ ہے۔ اور چھوڑنے کی عادت کر لینا سخت گناہ ہے۔

سنت غیر مؤکدہ اسے کہتے ہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر کیا ہو لیکن کبھی کبھی بغیر عذر چھوڑ بھی دیا ہو ان سنتوں کے کرنے میں مستحب سے زیادہ ثواب ہے۔ اور چھوڑنے میں گناہ نہیں۔ ان سنتوں کو سننِ زوائد بھی کہتے ہیں۔

سوال: حرام اور مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی سے کیا مراد ہے؟

جواب: حرام اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت ہو اور اس کا کرنے والا فاسق اور عذاب کا مستحق ہو۔ اور اس کا منکر کافر ہو۔ اور مکروہ تحریمی اس کام کو کہتے ہیں جس کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو۔ اس کا منکر کافر نہیں مگر کرنے والا اس کا بھی گنہگار ہوتا ہے۔ مکروہ تنزیہی اس کام کو کہتے ہیں جس کے چھوڑنے میں ثواب ہے اور کرنے میں عذاب تو نہیں لیکن ایک قسم کی برائی ہے۔

سوال: مباح کسے کہتے ہیں؟

جواب: مباح اس کام کو کہتے ہیں جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے

میں گناہ اور عذاب نہ ہو۔..... **اسلام** : خود کو کسی کے سپرد کر دینا، فرمانبردار ہو جانا
نفس اور عقل کو اللہ کے حکم کے تابع کر دینا۔..... **دین**: انسانوں کا طریقۂ زندگی
دین اسلام: وہ مکمل طریقۂ زندگی جو انسان کے خالق و مالک نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ عطا فرمایا۔

عقیدہ: عقد سے ہے جم جانا۔ گرہ لگانا۔ عقید جما ہوا، مضبوط کیا ہوا۔ عقیدہ پختہ خیال کو کہتے ہیں اس کی جمع عقائد ہے اس سے مراد وہ پختہ خیالات ہیں جن کا تعلق دین سے ہو۔ جیسے فرشتوں پر ایمان۔ توحید۔ رسالت۔ عذاب قبر۔ جنت، جہنم وغیرہ۔

اسلامی عقائد کے ماخذ

یعنی وہ دلائل جن سے عقیدہ ثابت ہوتا ہے:

❶...قرآن مجید ❷...حدیث متواتر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ قول جے اتنے لوگوں نے بیان کیا ہو کہ اتنی کثیر تعداد کو جھوٹا نہ کہہ سکیں۔ ❸...اجماع یعنی متفق ہونا۔ جس بات پر صحابہ کرام اور خَیْرُ الْقُرُوْن کے اہل علم متفق ہوں۔

اسلامی اعمال کے ماخذ: ❶ قرآن مجید ❷ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ❸ اجماع ❹ قیاس۔ قیاس یہ ہے کہ کسی مسئلہ کی غیر واضح صورت کا قرآن و سنت میں موجود مخفی اشارہ سے کسی ماہر شریعت کا معلوم کرنا۔

ضروریات دین

دین کی وہ باتیں جو تواتر سے ثابت ہوں اور انکا دین ہونا واضح ہو۔ جیسے قرآن، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا۔

ایمان: کسی کی بات کو کسی کے اعتماد پر دل کے اطمینان کے ساتھ سچ ماننا اور ضروریات دین کو عقل کی بجائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتماد پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے طریقہ سے دل کی تصدیق اور زبان کے اقرار کے ساتھ ماننا۔

کفر: ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کرنا یا مذاق اڑانا۔

کافر: کفر والا (نفاق) ایمان لائے بغیر ایمان والا ظاہر کرنا۔

منافق: نفاق رکھنے والا۔ (الحاد) ضروریات دین کے کسی اجماعی مفہوم کو چھوڑ کر دوسرا مفہوم اختیار کرنا۔ ارتداد: اسلام سے پھر جانا۔

مرتد: اسلام سے پھر جانے والا۔ (فسق) اسلامی احکام کو ماننے کے باوجود اس کے خلاف کرنا..... فاسق: اسلامی احکام کو سستی سے نہ کرنے والا۔

فجور: کھلی نافرمانی۔ فاجر: اعلانیہ گناہ کرنے والا.... جزیہ: اسلامی حکومت غیر فسادی کفار کی جان و مال کی حفاظت کے بدلہ میں جو ٹیکس وصول کرے۔

اکابر اور نماز کا خشوع

حضرت مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نماز فجر کی امامت کراتے تھے تو ایسے سوز و ساز اور دردمندی سے قرأت کرتے تھے کہ خود بھی رو پڑتے تھے اور مقتدیوں کو بھی رُلا دیتے تھے... پچھلی صفوں تک کی آہ وزاری سنی جا سکتی تھی جس سے ہر مقتدی متاثر ہوتا تھا جو آیات وہ نماز میں پڑھتے لہجے اور سوز سے جاہل مقتدی بھی اس کو کسی حد تک سمجھ جاتے تھے اور ایسے جم کر کھڑے ہوتے تھے جیسے ان کے قدم زمین میں گاڑ دیئے گئے ہوں... بہت سے لوگ ان کے اسی وصف خشوع کی وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے آتے تھے... ان کے تقویٰ و طہارت کے اثرات مسجد و مدرسہ کی عمارت پر بھی نمایاں تھے... ہمارے ہی بزرگوں میں سے ایک بزرگ پیر جی عبداللطیف تھے... چیچہ وطنی میں ان کی رہائش تھی، تجوید القرآن مدرسہ بھی چلا رہے تھے، وہ محض ان پڑھ تھے لیکن نماز ایسی پڑھتے تھے کہ دیکھنے والوں کو سرور آ جاتا تھا... یہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ اور مولانا عبدالعزیز رائے پور گوجراں کے چھوٹے بھائی

تھے... حضرت رائے پوری رحمہ اللہ، گھوڑا گلی نزد مری میں تشریف فرماتھے... آپ کے سب احباب ومریدین بھی وہاں حاضر تھے... برف باری کی وجہ سے پائپوں میں پانی جم گیا اور سپلائی بند ہوگئی... ہم سب ساتھی پائپوں کو کھولنے اور سپلائی جاری کرنے کے لیے بروری چشمہ کے پاس گئے... نوجوان لوگ تو پائپوں کی اصلاح میں لگ گئے اور پیر جی رحمۃ اللہ علیہ وہیں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، پہاڑی کے اوپر نقل وحرکت کی وجہ سے ایک بڑی چٹان لڑھک کر نیچے کو آتی دکھائی دی، لوگ گھبرا کر اِدھر اُدھر بھاگنے لگے، ہٹو بچو کی آوازیں بلند ہوگئیں... مگر پیر جی رحمہ اللہ پورے سکون کے ساتھ کھڑے نماز پڑھتے رہے... وہ چٹان سیدھی اِدھر ہی کو آرہی تھی...

جدھر پیر جی صاحب رحمہ اللہ کھڑے محو نماز تھے... سب لوگ تو پریشان تھے کہ دیکھو کیا ہوتا ہے مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ بھاری چٹان پیر جی رحمہ اللہ کے بالکل قریب آکر رُک گئی... لوگوں نے سکھ کا سانس لیا کہ الحمد للہ! پیر جی رحمہ اللہ بچ گئے، وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ان سے پوچھا گیا کہ اوپر سے اتنی وزنی چٹان آرہی تھی... سب لوگ جان بچانے کی خاطر اِدھر اُدھر ہوگئے... آپ کیوں نہیں بھاگے؟ تو فرمایا: مجھے تو اس ہنگامے کا پتا ہی نہیں چلا... سبحان اللہ! ایسی شاندار نماز اللہ ہر کسی کو نصیب فرمائے...

ہمارے والد محترم مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی اشراق کی نماز پڑھ رہے ہوتے تھے تو ہم ان کے لیے چائے لے کر آتے، ہم اُن کے پاس آ کر بیٹھ جاتے، چائے کے برتن کھڑکاتے کہ نماز جلدی ختم کریں مگر وہ اِدھر سے بے نیاز محو نماز رہتے... جب سلام پھیرتے اور چائے دانی کو ہاتھ لگا کر دیکھتے وہ ٹھنڈی محسوس ہوتی تو فرماتے... نالائق! ٹھنڈی چائے لے کر آ گئے ہیں... اس طرح کئی کئی بار ہمیں چائے گرم کر کے لانی پڑتی... رات کو جب بھی ہماری آنکھ کھلتی تو انہیں نماز میں یا ذکر میں دیکھتے... ذکر ایسی بے خودی سے کرتے کہ سونے والے بھی اُٹھنے اور سننے پر مجبور ہو جاتے...

اللہ پاک ہمیں بھی ایسی کیفیات عطا فرمادیں آمین۔

نماز میں ہماری غفلتیں

اندازِ تبلیغ

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ اپنے وعظ میں فرماتے ہیں:

نئے لوگوں میں اور ناواقف لوگوں میں دین کی بات کہنے کے دو طریقے ہیں۔

ایک تو یہ کہ بغیر کسی قسم کے خاص تعارف کے اور اثر ورسوخ کے ایسی بات کہہ دی جس کا علم عام مسلمانوں کو نہیں تو لوگ لڑیں گے کہ یہ کیا کہہ دیا۔ فائدہ کی بجائے نقصان ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بالکل خاموش بھی نہ رہیں کہ کچھ ہی نہ کہو۔ گونگے شیطان ہی بنے رہو۔ کہنا ہی چھوڑ دیں۔ ایسے بھی نہیں ایسے ذرا سی چلتی سی بات کہہ دیا کریں۔ جسے کہتے ہیں کہ ایسے ہی شوشہ چھوڑ دیا۔ پھر اگر وہ کہے کہ نہیں ایسے نہیں تو آپ زیادہ نہ بولیں۔ بحث ومباحثہ نہ کریں۔ بس اتنا کہہ دیں کہ بھائی علماء سے پوچھ لو۔ دوسری بار کہہ دیں کہ علماء سے پوچھ لو۔ تیسرا جملہ بالکل نہ بولیں۔ پھر کان دبا کر وہاں بیٹھے رہیں گویا کہ آپ سن ہی نہ رہے ہوں۔ اس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ آپ کے سامنے قبول نہ کرے شاید بعد میں سوچنے کی توفیق ہو جائے اور اسے ہدایت ہو جائے۔ اسی طرح نماز میں مردوں کی جو غفلتیں پائی جاتی ہیں ان کو آگے چلاتے رہیں۔

صفوں کا درست رکھنا

پہلی صف میں امام کے قریب علماء پھر صلحاء یا کم از کم جس کی صورت اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت جیسی ہو۔ حضرت اقدس مولانا ابرار الحق صاحب ہردوائی دامت برکاتہم نے یہاں دارالافتاء سے یہی مسئلہ پوچھا تو دلائل سے اس کا

جواب دینے میں پانچ دن لگ گئے کہ امام کے قریب صف اول میں علماء کا حق ہے۔ یہاں اس مسجد میں اس کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ ایسے صفیں بنائیں۔ جب کبھی سفر سے واپس آتا ہوں پھر مجھے بتانا پڑتا ہے۔ صاحبزادو! صفیں درست کرو۔ اگر کوئی یہ مسئلہ بیان کرے گا تو کہیں گے ارے! یہ مسئلہ تو پہلی بار سنا ہے یہ کہاں سے نکال لیا۔ بات یہ ہے کہ بتانے والے بتاتے نہیں۔ پوچھنے والے پوچھتے نہیں تو مسئلے کا علم کیسے ہو؟ اگر کوئی مسئلہ کسی کو بتایا جاتا ہے تو اتنے تعجب سے کہتے ہیں کہ ہم نے تو کبھی سنا ہی نہیں۔ یوں لگتا ہے کہ جیسے اللہ کے بندے کا خاندان بیس پشتوں سے علماء کا خاندان ہو۔ ایسے کہہ دیتے ہیں گویا بہت بڑے علما میں رہا ہو۔ ایسے لوگوں کے بارے میں کسی نے کیا خوب کہا ہے:

انہوں نے دین کب سیکھا ہے رہ کر شیخ کے گھر میں
پلے کالج کے چکر میں مرے صاحب کے دفتر میں

نماز کے مسائل سے لاعلمی

آج کے مسلمان شریعت کے ایک ایک حکم سے غفلت برتتے ہیں حتیٰ کہ اسلام کے بنیادی ارکان سے متعلق مسائل کا بھی علم نہیں۔ نماز جو دن میں پانچ بار پڑھی جاتی ہے مسلمانوں کو یہ معلوم نہیں کہ اس کا طریقہ کیا ہے۔ کتنی نمازیں غلط طریقے سے پڑھ کر پھر آخر میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو ساٹھ سال تک نمازیں ایسے ہی پڑھی ہیں اب کیا کریں؟ بس اب قضا کریں اور کیا کریں جو نماز پڑھتے ہی نہیں تو ان کا قصہ ہی الگ ہے لیکن جو نمازی ہیں نماز پڑھتے ہیں اور نمازیں نہیں ہو رہیں۔

کسی نے بتایا کہ ہم فرض نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھتے رہتے ہیں۔ دوسری سورت نہیں ملاتے۔ معلوم نہیں کتنی مدت گزر گئی۔ ارے یہ جو نمازی لوگ ہیں ان کا حال یہ ہے کسی نے بتایا کہ وہ التحیات کے بارے میں نہیں جانتے تھے کہ عبدہٗ ورسولہٗ تک پڑھا جائے۔ ورنہ اس سے پہلے والطیبٰت تک پڑھتا تھا۔ خوب یاد رکھیں جہالت عذر نہیں۔ کوئی ساٹھ سال تک پڑھے یا سو سال تک۔ ساری عمر اگر (غلط) پڑھتا رہے تو

اس کی ایک نماز بھی نہیں ہوگی۔سب نمازیں لوٹائیے۔(نماز کے ضروری مسائل سے واقفیت کے لئے بہشتی زیور حصہ دوم کا پڑھنا ضروری ہے)

وضو نہ ٹھہرنا

ٹیلی فون پر جو لوگ مسائل پوچھتے ہیں تو اس میں ایک بات بہت زیادہ پوچھی جاتی ہے کہ وضو نہیں ٹھہرتا۔آج کل مسلمان کھائے بغیر تو رہتا نہیں۔بار بار کھاتا رہتا ہے۔خاص طور پر آئس کریم اور کیک وغیرہ یہ چیزیں تو معدے کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں۔وضو نہ ٹھہرنے کی تین وجوہات ہیں۔ضرورت سے زیادہ کھاتے پیتے ہیں۔دوسرے دو خوراکوں کے درمیان وقفہ بہت کم رکھتے ہیں۔تیسری بات یہ ہے کہ مرغن غذائیں کھاتے ہیں۔

دوسری شکایت ٹیلی فون پر لوگ یہ کرتے ہیں کہ قطرہ نکل جاتا ہے۔اس کی وجہ بے پردگی (نظروں کی حفاظت نہ کرنا) ہے۔

ایک تو لوگ اپنی عورتوں کو پردہ نہیں کراتے دوسرے جو ہیں وہ دیکھنے سے باز نہیں آتے۔(اس وجہ سے قطرہ نکلنے کی شکایت عام ہے)

نماز میں خیالات کا آنا

نماز میں جب کھڑے ہوتے ہیں تو خیالات بہت آتے ہیں۔اول تو یہ سوچیں کہ آپ کس کے سامنے کھڑے ہیں۔دوسرے حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایسی توجہ سے نماز پڑھیں کہ جیسے یہ آخری نماز ہے۔نماز میں توجہ قائم رکھنے کے لئے تین طریقے ہیں۔

اوّل جتنا اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھے گا۔اور یہ تعلق گناہوں کو چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے تو نماز میں توجہ ہوگی۔.....دوسرے ایک ایک لفظ کو صحیح صحیح کر کے پڑھیں۔ہر لفظ ہر جملے سے پہلے یہ سوچیں کہ کیا کر رہے ہیں۔کس کے دربار میں حاضر ہو رہے ہیں اور ہر ہر لفظ تجوید کے مطابق پڑھیں۔

تیسری چیز کہ جب کھڑے ہوں تو نگاہ سجدے کی جگہ رکوع میں پیروں پر سجدے میں ناک پر اور التحیات میں گود پر نظر رہے تو اس سے یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔

نماز میں ہاتھ ہلانا

لوگ نماز میں ہاتھ بہت ہلاتے ہیں۔ایک صاحب کو میں نے کہا کہ نماز میں ہاتھ نہ ہلایا کریں۔آپ لوگ نماز میں ہاتھ کیوں ہلاتے ہیں؟ فرمایا بس جب انسان نماز میں کھڑا ہوتا ہے۔شیطان اس کی نماز خراب کرتا ہے۔

نماز میں ہاتھ پاؤں ہلانا اس کی دلیل ہے کہ دل میں خشوع نہیں۔میں نے انہیں یوں تبلیغ کی کہ آپ لوگوں کو روکا کریں کہ نماز میں ہاتھ نہ ہلائیں۔مقصد یہ تھا کہ جب دوسروں کو روکیں گے تو خود بھی سوچیں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں نمازوں میں خشوع و خضوع نصیب فرمائے آمین۔(بسلسلہ انوارالرشید)

نماز کے متعلق 4 اہم مسائل

❶..نماز میں صفوں کی درستگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ دوران نماز صفیں درست ہوں، کوئی شخص ایک انچ نہ آگے ہو اور نہ پیچھے۔پہلے اگلی صف پوری کر لی جائے اسکے بعد پیچھے کی صف شروع کی جائے۔چھوٹے بچے پیچھے کھڑے ہوں۔ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جلال کے انداز میں ارشاد فرمایا میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ اگر صفوں کو سیدھا اور برابر کرنے میں تم بے پروائی اور کوتاہی کرو گے تو اللہ تعالیٰ اسکی سزا میں تمہارے رخ ایک دوسرے سے مختلف کر دیگا۔

❷..نماز میں صف کے خلا کو پُر کرنا

جماعت میں شامل ہوتے وقت اہتمام سے خلاء پُر کرنا چاہیے۔اگر کبھی غفلت سے نیت باندھ لی اور نیت باندھنے کے بعد معلوم ہوا کہ درمیان میں کچھ فاصلہ رہ گیا ہے تو نیت باندھے باندھے کھسک کر فاصلہ پُر کر لینا چاہیے اور قریبی نمازی کے کندھے سے کندھا ملا لینا چاہیے۔صفوں میں خلا چھوڑ کر کھڑے ہونے کا مرض بہت عام ہے۔

❸...بعد میں آنیوالا رکوع میں کیسے شامل ہو

دوران نماز جب امام رکوع میں ہوتے ہیں تو نئے آنے والے کس طرح نماز میں شامل ہوں۔اس بارہ میں حکم یہ ہے کہ بعد میں آنے والا شخص کھڑا ہونے کی حالت میں تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جائے، تکبیر کے بعد قیام کی حالت میں ٹھہرنا کوئی ضروری نہیں، پھر اگر امام کو عین رکوع کی حالت میں جاملا تو رکعت مل گئی، خواہ اس کے رکوع میں جانے کے بعد امام فوراً ہی اٹھ جائے اور اس کو رکوع کی تسبیح پڑھنے کا بھی موقع نہ ملے اور اگر ایسا ہوا کہ اسکے رکوع میں پہنچنے سے پہلے امام رکوع سے اٹھ گیا تو رکعت نہیں ملی۔(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد دوم صفحہ 35)

❹...ایک رکن میں کتنی بار حرکت کر سکتے ہیں

نماز کے ایک رکن میں تین مرتبہ عمل قلیل کیساتھ حرکت کی جاسکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ یہ تینوں حرکات پے در پے نہ ہوں یعنی تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہنے کے برابر یا اس سے کم وقت میں تینوں حرکات واقع نہ ہوں کیونکہ اگر اس طرح پے در پے اتنے مختصر وقت میں تین حرکات واقع ہوگئیں تو یہ عمل کثیر ہوجائیگا اور اس سے نماز فاسد ہوجائیگی۔(احسن الفتاویٰ)

اسی مسئلہ کی مزید وضاحت اس سے بھی ہوجاتی ہے کہ بعض لوگ نماز جلدی میں پڑھتے ہیں بعض رکوع سے سیدھے کھڑے ہی نہیں ہوتے اور سجدہ میں چلے جاتے ہیں بعض سجدے میں جانے سے پہلے چند لمحوں تک اکڑوں بیٹھنے کے انداز میں قائم رہتے ہیں۔غرضیکہ ان کی نماز ایک بالکل ہی مختلف اور عجیب تاثر دیتی ہے۔ایسے لوگوں کے بارہ میں حکم یہ ہے کہ ایسے حضرات کی نماز بعض صورتوں میں تو ہوتی ہی نہیں اور بعض صورتوں میں مکروہ ہوتی ہے، چنانچہ رکوع کے بعد سیدھے کھڑے نہ ہونا، اور دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے نہ بیٹھنا ترک واجب ہے اور ایسی نماز واجب الاعادہ ہے اور ہاتھوں کو غیر ضروری حرکت دینا اور سجدے کو جاتے ہوئے درمیان میں غیر ضروری توقف کرنا مکروہ ہے۔(آپ کے مسائل اور انکا حل جلد دوم)

مستحبات.....محبت والی عبادت

عارف باللہ حضرۃ ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "مستحب" لفظ "حُبّ" سے بنا ہے جس کے معنی محبت کے ہیں لہٰذا مستحب وہ عمل ہوگا جس پر پابندی کے ساتھ عمل کرنے سے بندہ اللہ کا محبوب ہو جائیگا...اور محبت کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دونوں جانب سے ہوتی ہے.....اس لیے بندہ محب بھی ہو جائے گا...

گویا مستحبات پر عمل کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور محبوبیت دونوں حاصل ہو جائیں گے...اور جس کو اللہ کی محبت حاصل ہو جائے...اور وہ خود بھی اللہ کا محبوب بندہ بن جائے...تو اس سے بڑا اعزاز عالم امکان میں کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا...

فرمایا کہ کسی بھی مستحب کو چھوڑنا نہ چاہیے.....کہ اس سے محرومی کا اندیشہ ہے...

خصوصاً مستحب کو ادنیٰ اور معمولی بات سمجھ کر چھوڑ دینا تو بڑی خطرناک بات ہے...

اگر مستحب پر عمل کرنے سے کوئی عذر معقول پیش آجائے..تو جس قدر بھی آسانی سے ممکن ہو اتنا ہی عمل کر لیا جائے...چھوڑا نہ جائے...فرمایا کہ بزرگوں کا قول ہے کہ مستحبات ترک کرنے والا رفتہ رفتہ سنتوں کو ترک کر بیٹھتا ہے...اور سنتوں کو چھوڑ دینا واجب کے چھوڑ دینے کا پیش خیمہ ہے.....اور واجبات کو چھوڑنے والا کسی نہ کسی وقت فرائض کو چھوڑ بیٹھے گا.....جو اس کیلئے دنیا و آخرت میں ہلاکت کا سبب ہے...

فرمایا کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی تو ہر مسلمان کے ذمے لازم ہی ہے...اور وہ حق عبدیت ہے...لیکن نوافل و مستحبات حق محبت ہیں...اور ان کی کبھی ناقدری نہیں کرنی چاہیے.....بلکہ حتی الوسع ان کی انجام دہی کا اہتمام کرنا چاہیے...

فرمایا کہ بعض لوگ مستحبات کو اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ فرض و واجب نہیں...میں کہتا ہوں فرض و واجب نہیں مستحب تو ہیں تو مستحبات کرنے کیلئے ہوتے ہیں یا چھوڑنے کیلئے؟ یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ مستحبات چھوڑنے کیلئے ہوتے

ہیں؟ یہ مستحبات تو اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا عطیہ ہیں... دیکھیے یہ لفظ ''مستحب'' ''حب'' سے بنا ہے... جس چیز کا مادہ اشتقاق ہی ''حب'' ہو وہ معمولی چیز کیسے ہو سکتی ہے؟

فرمایا کہ فرائض وواجبات کی ادائیگی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا حق ہے اور مستحبات پر عمل کرنا... اللہ تعالیٰ کی محبت کا حق ہے... مستحبات کو معمولی چیز سمجھ کر ان میں سستی نہ کرنی چاہیے... مثلاً تحیۃ المسجد اور ماثورہ دُعائیں وغیرہ... جب تک ان امور کا اہتمام نہ ہوگا آپ نہ سالک ہو سکتے ہیں نہ صوفی... (ملفوظات عارفی)

دو رکعت نماز بھی اسم اعظم ہے

اللہ تعالیٰ کے ''قرب'' کو پانے کا بہترین طریقہ... دو رکعت نماز... اللہ تعالیٰ کی ''محبت'' پانے کا آسان ذریعہ... دو رکعت نماز... اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات پوری کرانے کا مؤثر راستہ... دو رکعت نماز... اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ معاف کرانے کا شاندار نسخہ... دو رکعت نماز... اللہ تعالیٰ کی جنت کو پانے کا مضبوط وسیلہ... دو رکعت نماز

کئی لوگ ''اسم اعظم'' کی تلاش میں رہتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ نام جس کے ذریعے جو دُعا مانگی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ ''اسم اعظم'' کے بارے میں طرح طرح کے اقوال ہیں۔ اور طرح طرح کے ذوق۔ سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر نام ہی ''اسم اعظم'' ہے۔ بس دل کے ایمان، دل کے اخلاص اور دل کی محبت کو ساتھ ملانا ضروری ہوتا ہے۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ بعض کلمات، بعض اسماء اور بعض دعاؤں میں بڑی زوردار تاثیر ہوتی ہے۔ اور یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دو رکعت'' نماز کے جو فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔ اور جس طرح سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''دو رکعت'' کا ذوق اپنی اُمت میں اُبھارا ہے اور جس طرح سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دو رکعت کے فوائد حاصل فرمائے ہیں۔ اسے دیکھ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خالص رضا کیلئے دو رکعت نماز ادا کرنا بھی ''اسم اعظم'' کی تاثیر رکھتا ہے۔

بہرحال ''اسم اعظم'' کی بحث بہت طویل اور بہت لذیذ ہے۔

دو رکعت پر کبھی غور فرمائیں کہ اس میں کتنے بڑے بڑے خزانے چھپے ہیں۔ چار سجدے، سبحان اللہ۔ دو رکوع، سبحان اللہ، دو قیام، سبحان اللہ۔ دو بار سورۃ فاتحہ، سبحان اللہ۔ دو بار قرآن مجید کی تلاوت، سبحان اللہ۔

ایک تشہد، ایک درود شریف۔ پانچ سلام۔ تکبیر تحریمہ، اللہ اکبر سے لے کر آخر تک بار بار ''اللہ اکبر، اللہ اکبر''۔ کئی بار تسبیح، کئی بار تحمید، ثنا، آخر کی دُعاء اور التحیات کے والہانہ کلمات ''اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّیِّبَاتُ'' یا اللہ میرا سب کچھ آپ کا ہے۔ قولی عبادت بھی آپ کے لئے فعلی عبادت بھی آپ کے لئے۔ مالی عبادت بھی آپ کیلئے۔ انسان اگر دو رکعت نماز پر اللہ اکبر سے سلام تک باریکی سے غور کرے تو پھر وہ ان دو رکعتوں کا اسی طرح دیوانہ عاشق ہو جائے جس طرح حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ہمارے اسلاف تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی سیر کے دوران وہاں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے قدموں کی چاپ سنی۔ واپس تشریف لا کر پوچھا کہ کونسا ایسا عمل کرتے ہو کہ اتنی اونچی پرواز ہے؟ عرض کیا ہر وضو کے بعد دو رکعت۔ اللہ، اللہ، اللہ۔ ہم مسلمان صرف اسی ایک سچی پکی روایت پر غور کریں تو ''دو رکعت'' کی بلندی کو سمجھ لیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو مسلمان وضو کرے اور وضو اچھی طرح کرے پھر کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے ان دو رکعتوں میں اپنا دل متوجہ رکھے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کے ساتھ ادا کرے) تو اس کیلئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلم)

یہ دو رکعت نفل کا مقام ہے اور دو رکعت نفل کی عظیم الشان قیمت۔ جنت کا واجب ہونا۔ اور گناہوں کا معاف ہونا یہ دو بہت بھاری نعمتیں ہیں۔ معلوم ہوا کہ دو رکعت نماز بہت طاقتور عمل ہے۔ جب یہ انسان کو جنت تک پہنچا سکتا ہے تو پھر باقی

حاجات تو بہت چھوٹی اور بہت قریب کی ہیں۔اسی لئے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ہمارے اسلاف دو رکعت نماز کی طرف یوں لپکتے تھے جس طرح شیر خوار بچہ بھوک کے وقت دودھ کی طرف لپکتا ہے۔

مسجد میں داخل ہوئے تو دو رکعت۔وضو کیا تو دو رکعت۔کسی کے ہاں مہمان بنے تو دو رکعت۔راہ چلتے مسجد نظر آ گئی تو سفر روک کر دو رکعت۔جہاد پر جانے لگے تو دو رکعت۔واپس لوٹ کر آئے تو گھر جانے سے پہلے دو رکعت۔کوئی معاملہ پیش آیا تو دو رکعت۔موسم کے تیور بگڑے تو دو رکعت۔چاند وسورج پر گرہن آیا تو دو رکعت۔کوئی خوشی ملی تو دو رکعت۔کوئی صدمہ پہنچا تو دو رکعت۔کوئی نعمت آئی تو دو رکعت۔کوئی مصیبت آئی تو دو رکعت۔کوئی حاجت پیش آئی تو دو رکعت۔کوئی تردد آیا تو دو رکعت۔

دراصل یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی محبت اور یاری میں ڈوبے ہوئے تھے۔اور ''دو رکعت'' نماز ان کی ان کے محبوب سے ملاقات اور بات چیت کراتی تھی۔

اسی لئے وہ ''دو رکعت'' کے عاشق بن چکے تھے۔یا اللہ! ہمیں بھی اس سچا اور پاکیزہ تعلق کا ایک مقبول قطرہ نصیب فرما آمین۔

فرض...واجب...سنت...مستحب

فرض نمازیں

دن رات میں پانچ نمازوں کی کل سترہ رکعتیں فرض ہیں جمعہ کے دن کے علاوہ جمعہ کے دن ۱۵ ارکعات فرض ہیں۔کیونکہ جمعہ کی نماز کے دو فرض ہیں اگر جماعت سے پڑھیں اگر دیہات یا سفر کی وجہ سے نماز جمعہ ادا نہ کر سکیں تو ظہر کی چار رکعت ہی ادا کریں گے۔سترہ رکعتوں کی تفصیل یہ ہے کہ ❶...دو فرض فجر ❷...چار فرض ظہر ❸...چار فرض عصر ❹...تین فرض مغرب ❺... چار فرض عشاء ❻...فرض نماز کی قضاء فرض ہے ❼...جمعہ کی نماز اپنی شرائط کیساتھ۔

واجب نمازیں

❶ وتر کی نماز واجب ہے۔ ❷ عید الفطر کی نماز بھی واجب ہے۔
❸ عید الاضحیٰ کی نماز بھی واجب ہے۔ ❹ نذر کی نماز پڑھنا اور اس سے اپنی نذر پوری کرنا بھی واجب ہے۔ ❺ طواف کے بعد دو نفل پڑھنا (مسجد حرام میں کہیں بھی) واجب ہے۔ ❻ جو سنت نمازیں پڑھنا شروع کردی جائیں انکا پورا کرنا واجب ہے۔
❼ جو بھی نفل نماز شروع کی جائے اس کو پورا کرنا واجب ہے۔

سنت نمازیں

❶ ...روزانہ کی فرض نمازوں کے ساتھ والی سنت مؤکدہ ۱۲ رکعتیں ہیں۔ ۲ رکعت سنت مؤکدہ قبل از فجر، ۴ رکعت قبل از ظہر دو رکعتیں بعد از ظہر اور دو بعد از مغرب اور دو بعد از عشاء۔
❷ ...تراویح کی بیس عدد رکعات سنت مؤکدہ ہیں۔ ❸ ...تہجد کی نماز ادا کرنا بھی تاکیدی سنت ہے۔ تہجد کی کم از کم دو درمیانہ چار اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں۔ بالخصوص جو حضرات نماز تہجد شروع کرلیں پابندی کریں تو ان کو پابندی رکھنا سنت مؤکدہ کے درجہ میں ہے کیونکہ فقہاء کرام تہجد کی نماز پابندی سے شروع کر کے چھوڑنے کو مکروہ فرماتے ہیں۔ ❹ ...تحیۃ المسجد کی دو رکعت نماز مسجد میں پہنچ کر بیٹھنے سے پہلے پڑھنا تاکیدی سنت ہے۔ صورت اس کی بہت آسان ہے وہ یہ کہ جب مسجد میں داخل ہوں وقت کم بھی ہو مثلاً صرف ظہر کی چار سنتیں پڑھنے کا وقت ہو تو انہیں چار رکعتوں میں نیت تحیۃ المسجد کی بھی شامل کرلی جائے حتیٰ کہ عصر یا مغرب وغیرہ نماز پڑھنے جائیں اور جاتے ہی فرض شروع کردیں جبکہ نیت تحیۃ المسجد کی بھی ہو تو بھی اس کا ثواب مل جاتا ہے۔ اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت نماز کے حساب سے وقت مکروہ ہو تو صرف چار مرتبہ ان کلمات کو کہہ لے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ اور اس کے بعد کوئی درود شریف پڑھ لے تو بھی تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہوجائے گا۔ (درمختار۔ مراقی الفلاح)
❺ ...نماز کسوف یعنی سورج گرہن کے وقت نماز پڑھنا مردوں کے لئے بڑے

امام صاحب کے پیچھے پڑھنا تاکیدی سنت ہے۔ ❻... نماز خسوف یعنی چاند گرہن کے وقت بغیر جماعت کے دو رکعت نماز پڑھنا مسنون ہے۔ ❼... نماز احرام یعنی جب بندہ حج یا عمرے کا احرام باندھے تو دو رکعت نماز پڑھنا تاکیدی سنت ہے۔

مستحب نمازیں

❶... تحیۃ الوضو یعنی وضو کے بعد جسم خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نفل نماز پڑھنا مستحب ہے۔ (مراقی الفلاح)..... عورتیں بھی تحیۃ الوضو پڑھ سکتی ہیں۔ اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کچھ حرج نہیں اور کوئی سنت یا فرض وغیرہ نماز پڑھ لی جائے تب بھی ثواب مل جائیگا۔ (علم الفقہ ج ۲ص ۴۵)

❷... وتر کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھنا مستحب ہے (بیٹھ کر پڑھنا ثابت ہے)

❸... نماز سفر جب کوئی شخص اپنے گھر سے سفر کرنے لگے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور جب سفر سے واپس آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نفل نماز پڑھ لے اس کے بعد اپنے گھر جائے۔ (درمختار)

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے گھر میں ان دو رکعتوں سے بہتر کوئی چیز نہیں چھوڑتا جو سفر کرتے وقت پڑھی جاتی ہیں۔ (طبرانی)

اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ الہ وسلم جب سفر سے تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نفل نماز پڑھ لیتے تھے۔ (صحیح مسلم)

❹... نماز استخارہ جب کسی کو کوئی کام درپیش ہو اور اس کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد ہو یا اس بات میں شک ہو کہ وہ کام کس وقت یا کس دن کیا جائے تو وہ رات کو سونے سے پہلے نماز استخارہ کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھے اور دعائے استخارہ (جو بہشتی زیور اور نماز کی کتابوں میں مل جاتی ہے) پڑھ کر باوضو دائیں کروٹ پر سو جائے۔

❺... نماز اشراق یعنی فجر کی نماز پڑھ کر وہیں بیٹھا رہے اور سورج نکلنے کے تقریباً پندرہ بیس منٹ بعد دو یا چار رکعت نفل نماز پڑھے اس کو ایک قبول شدہ حج اور ایک قبول

شدہ عمرے کا ثواب ملتا ہے۔ یہ سب سے اعلیٰ طریقہ ہے درمیانہ طریقہ یہ ہے کہ بندہ مسجد میں کہیں بھی (اور عورت گھر میں کہیں بھی) سورج نکلنے کے پندرہ بیس منٹ بعد چلتے پھرتے اپنا کام مکمل کر کے کہیں بھی پڑھ لے تیسرا اور سب سے کم درجہ یہ ہے کہ فجر کے بعد اپنے کاموں میں بے شک مشغول ہو جائیں اور سورج نکلنے کے بعد تقریباً ڈیڑھ گھنٹے کے اندر اندر کہیں بھی دو یا چار رکعت نفل پڑھ لے۔

6 ...نماز چاشت یعنی سورج اچھی طرح نکل آئے اور بلند ہو جانے کے بعد (سورج نکلنے سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد) سے زوال تک چار یا چھ رکعت نفل نماز پڑھ لے۔ تو اس کا بھی بڑا ثواب آیا ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آدم کی اولاد تو دن کے ابتدائی حصے میں چار رکعتیں میرے لئے پڑھا کر میں دن کے آخری حصے تک تجھے کفایت کرونگا۔ (ترمذی) اور مسلم شریف کی حدیث کے مطابق آدمی کے جسم کے ہر جوڑ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے وہ دو رکعتیں کافی ہیں جو آدمی چاشت کے وقت پڑھے۔

7 ...صلوۃ الاوابین یعنی مغرب کے فرض اور سنتوں کے بعد کم سے کم چھ رکعتیں اور زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں پڑھے تو بارہ سال کی نفلی عبادت کے برابر ثواب دیا جاتا ہے۔ (جامع صغیر)

8 ...صلوۃ التسبیح یعنی چار رکعت نفل نماز کی نیت سے اپنے معروف و مشہور طریقے پر پڑھے تو اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد وابن ماجہ)

9 ...شکرانے کی نماز؛ جس وقت کوئی بڑی نعمت حاصل ہو یا کوئی مصیبت دور ہو تو بہتر ہے کہ شکریہ کے لئے دو رکعت نفل نماز ادا کی جائے۔ (فتاوی محمودیہ)

10 ...نماز توبہ؛ جس شخص سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ دو رکعت نفل پڑھ کر گناہ معاف کروائے۔ (شامی وغیرہ)..... 11 ...نماز قتل؛ جب کوئی مسلمان قتل کیا جاتا ہو تو اس کو مستحب ہے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کی

اللہ تعالیٰ سے دعا خود کرلے تا کہ یہی اس کا آخری عمل رہے۔ (طحطاوی)

⑫... نماز حاجت' جب کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے خواہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈائریکٹ ہو یا کسی بندے سے کوئی کام کروانا ہو یا شادی یا نوکری وغیرہ کا معاملہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر درود شریف پڑھ کر خوب دعائیں مانگے اللہ تعالیٰ کی صفات وغیرہ ذکر کرے۔..... ⑬... نماز خوف' جب کسی دشمن کا سامنا ہونے والا ہو دشمن خواہ انسان ہو یا کوئی درندہ وغیرہ کا خطرہ ہو ایسی حالت میں مسلمان مل کر جماعت سے نماز نہ بھی پڑھ سکیں اور سواریوں سے اترنے کی بھی مہلت نہ ہو تو سب کو چاہئے کہ سواریوں پر بیٹھے بیٹھے تنہا نماز پڑھ لیں۔

⑭... قبل از عصر' چار رکعت نماز سنت غیر موکدہ مستحب ہے۔

⑮... عشاء سے پہلے چار رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔

سجدہ تلاوت.... طریقہ اور مسائل

سجدہ تلاوت بھی نماز وتر کی طرح واجب ہے قرآن پاک میں حنفیہ کے نزدیک کل چودہ سجدے ہیں ہر سجدہ کی آیت پڑھنے یا سننے پر ایک سجدہ کرنا واجب ہے۔ ماشاء اللہ ماہ رمضان میں تلاوت کی توفیق ہوتی ہے مگر تلاوت والے سجدے کرنا بعض لوگ بھول جاتے ہیں اور بعض اس کو اتنا اہم نہیں سمجھتے اس لئے کچھ ضروری مسائل ملاحظہ ہوں۔

طریقہ سجدہ تلاوت

سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کریں۔ اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائیں' سجدہ میں کم از کم تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ کہہ کر پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھالیں۔ بہتر یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پہلے اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائیں پھر اللہ اکبر کہہ کر کھڑے ہو جائیں اور اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں چلے گئے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھ بیٹھیں۔ سجدہ ادا ہو گیا' اس میں سلام نہیں پھیرتے۔

مسائل سجدہ تلاوت

۱۔ اگر ایک جگہ بیٹھے بیٹھے سجدہ کی کئی آیتیں پڑھیں تو بھی جتنی آیتیں پڑھیں اتنے سجدے کرنے ہوں گے۔۲۔ ایک آیت اگر ایک جگہ بار بار پڑھی ایک مرتبہ بیٹھ کر دوسری مرتبہ کھڑے ہو کر پڑھی مگر چلے پھرے نہیں تو ایک ہی سجدہ واجب ہوتا ہے اگر اٹھ کر چلے گئے دوبارہ آکر وہیں وہی آیت پھر پڑھی تو اب نیا (دوسرا) سجدہ واجب ہوگا۔

۳۔ اگر کمرہ یا گھر بڑا ہو تو دوسرے کونے میں جا کر دہرانے سے دوسرا سجدہ واجب ہوگا اور تیسرے کونے پر تیسرا سجدہ۔

۴۔ اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کر لیا پھر اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت نماز میں دہرائی تو نماز میں پھر سجدہ کرنا لازمی ہے۔

۵۔ ساری سورت کو پڑھنا اور سجدہ کی آیت کو چھوڑ دینا مکروہ اور منع ہے۔

۶۔ بعض عورتیں قرآن پاک پر ہی سجدہ کر لیتی ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا اور ذمہ سے نہیں اترتا۔ ۷۔ اگر حیض یا نفاس کی حالت میں کسی سے سجدہ کی آیت سن لی تو اس پر سجدہ واجب نہیں ہوا اور اگر ایسی حالت میں آیت سنی کہ عورت پر نہانا واجب تھا تو نہانے کے بعد سجدہ کرنا واجب ہے۔ (بہشتی زیور)

۸۔ اگر گزشتہ بہت سے سجدے (تلاوت) رہ گئے ہیں تو موت سے پہلے پہلے ادا کرنے ضروری ہیں ورنہ گنہگار ہوگا۔ اس لئے بہتر ہے کہ جلد از جلد ہر بالغ مرد وعورت اپنے سجدہ تلاوت کا غالب گمان کے حساب سے کل شمار کر کے ادا کرنا شروع فرمادیں اور بہت بڑی ذمہ داری سے سبکدوش ہوں۔ آگے اولاد اور بچوں کو شروع ہی سے اس کی فکر رکھنے کی تاکید کرتے رہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

سجد وجهي للذي خلقه وشق سمعه وبصره بحوله وقوته (ابوداؤد)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دیں۔

نماز کے دس آداب

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

صوفیہ کہتے ہیں نماز میں بارہ چیزیں ہیں، جن کو حق تعالیٰ نے بارہ چیزوں میں منقسم فرمایا ہے، ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تا کہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو، یہ بارہ حسب ذیل ہیں اول علم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے۔ دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رخ کرنا، چھٹے نیت، ساتویں تکبیر تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں رکوع، گیارہویں سجدہ، بارہویں التحیات میں بیٹھنا اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے، پھر ان بارہ کے تین تین جزو ہیں۔

❶... علم کے تین جزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے، دوسرے یہ معلوم کرے کے وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں اور کتنی سنت ہیں، تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس فکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے۔

❷... اس کے بعد وضو کے تین جزو ہیں، اول یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے، جیسا کہ ظاہری اعضاء کو پاک کر رہا ہے، دوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے، تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے۔

❸... پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ حلال کمائی سے ہو، دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سنت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہوئے نہ ہوں، تکبر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو۔ ❹... وقت کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تا کہ اوقات صحیح معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اس کے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں) دوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو وقت گذر جائے اور پتہ نہ چلے۔

❺ ... پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے، اول یہ کہ ظاہری بدن سے ادھر متوجہ ہو، دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے، تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہو جانا چاہئے اس طرح متوجہ ہو۔

❻ ... نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے، اوّل یہ کہ کونسی نماز پڑھ رہا ہے، دوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے، اور وہ دیکھتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت کو بھی دیکھتا ہے۔

❼ ... تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے، اول یہ کہ لفظ صحیح ہو، دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پھینک دیا) تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی ہو۔

❽ ... قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے، اول یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے، دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے، تیسرے کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو، کہتے ہیں جو شخص نماز میں ادھر ادھر متوجہ ہو، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منت سماجت کرکے بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور جب رسائی ہو اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کرے گا۔

❾ ... قرأت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے، اول صحیح ترتیل سے پڑھے، دوسرے اس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے۔

❿ ... رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں، اول یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے، نہ نیچا کرے، نہ اونچا (علماء نے لکھا ہے کہ سر کمر اور سرین تینوں چیزیں برابر رہیں) دوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کرکے گھٹنے پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار کے ساتھ پڑھے، سجدہ میں بھی تین چیزیں ضروری ہیں اول یہ کہ دونوں ہاتھ سجدے میں کانوں کے برابر رہیں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں، تیسرے تسبیحات کو عظمت سے پڑھے، بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت

کرے، اوّل یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے۔

دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشہد پڑھے کہ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام ہے، مؤمنین کے لئے دعاء ہے۔

تیسرے پھر فرشتوں پر اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے، پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں، اول یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوتی ہے، تیسرے اس پر ثواب کی امید ہے۔ (فضائل اعمال)

مسائل سجدہ سہو

سجدہ سہو کیوں مشروع ہے؟

نماز کے درمیان شیطان طرح طرح کے وساوس اور خیالات ڈال کر نماز خراب کرنے کی کوشش کرتا ہے اور کبھی بے خیالی میں آدمی غلطی بھی کر بیٹھتا ہے اس غلطی کی تلافی اور شیطان کی کوشش کو ناکام کرنے کے لیے شریعت میں سجدہ سہو کا حکم دیا گیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پاس آکر اس کو شبہ میں ڈالتا ہے تا آنکہ اسے پتہ نہیں رہتا کہ اس نے کتنی رکعت نماز پڑھی ہے۔ لہٰذا جب تم میں سے کوئی اس طرح بات محسوس کرے تو اسے چاہئے کہ بیٹھے بیٹھے دو سجدے اور کرلے۔

سجدہ سہو کے وجوب کے اسباب

نماز میں سجدہ سہو واجب ہونے کے درج ذیل اسباب ہیں ان میں سے جب بھی کوئی سبب پایا جائیگا تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا: (۱) کسی فرض یا واجب عمل کو اپنی اصل جگہ سے مقدم کر دینا مثلاً قرأت سے پہلے رکوع کر لیا یا سورت فاتحہ سے پہلے سورت ملالی۔ (۲) کسی فرض یا واجب عمل کو اپنی اصل جگہ سے موخر کر دینا: مثلاً پہلی

رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور دوسری رکعت میں یاد آنے پر تین سجدے کر لیے یا سورۃ فاتحہ سورت کے بعد پڑھ لی۔ (۳) کسی فرض یا واجب کا تکرار کر دینا مثلاً رکوع دوبارہ کر لیا ایک رکعت میں تین سجدے کر لیے۔ (۴) کسی واجب کی صفت کو بدل دینا مثلاً جہری نماز میں امام نے آہستہ قرأت کر دی یا سری نماز میں زور سے قرأت کی۔

(۵) کسی واجب کو ترک کر دینا مثلاً تشہد نہیں پڑھا یا سورۃ فاتحہ چھوڑ دی۔

(حلبی کبیر ۴۵۵-۵۶ شامی بیروت ۲/۴۷۷)

ذیل میں سجدہ سہو کے بارے میں چند اہم اور ضروری مسائل ذکر کیے جا رہے ہیں:

سجدہ سہو کا طریقہ

سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد دائیں جانب ایک سلام پھیر کر دو سجدہ ادا کریں اس کے بعد بیٹھ کر تشہد پڑھیں اور پھر درود شریف اور دعائیں پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ (تنویر الابصار مع الشامی بیروت ۲/۴۸۳)

نماز میں جان بوجھ کر غلطی کی تلافی سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتی

اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر نماز میں کسی واجب کو ترک کر دیا تو وہ نماز واجب الاعادہ رہے گی محض سجدہ سہو کرنے سے تلافی نہ ہوگی۔ (درمختار مع الشامی زکریا ۲/۱۸۶)

سورۃ فاتحہ پڑھنا بھول گیا

اگر نفل کی کسی رکعت میں اور فرض کی ابتدائی دو رکعتوں میں سے کسی میں سورۃ فاتحہ بھول سے نہیں پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہوگا۔ (درمختار مع الشامی زکریا ۲/۱۸۶)

سورۃ فاتحہ کی کوئی ایک آیت چھوڑنا بھی موجب سجدہ سہو ہے

نماز میں سورۃ فاتحہ مکمل پڑھنی واجب ہے۔ لہٰذا اگر بھول سے اس کی کوئی ایک آیت یا کوئی جزو رہ گیا تو اس کی تلافی کے لیے سجدہ سہو لازم ہوگا۔

(شامی زکریا ۲/۱۸۹ الطحاوی علی المراقی ۱۲۰ البحر الرائق ۲/۹۸)

سورۂ فاتحہ کے بجائے بھول سے کوئی اور سورت شروع کردی

اگر شروع میں سورہ فاتحہ پڑھنا بھول گیا کوئی اور سورت شروع کردی پھر یاد آیا تو اب اسے چاہیے کہ سورہ فاتحہ پڑھ کر پھر کوئی سورت ملائے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے۔
(طحطاوی ۲۵۰، عالمگیری ۱/۱۲۶، تاتارخانیہ ۲/۱۶،۸، البحرالرائق ۲/۹۳)

سورہ فاتحہ کا تکرار

اگر فرض کی ابتدائی دو رکعتوں میں یا سنن ونوافل کی کسی رکعت میں سورہ فاتحہ یا اس کا کوئی جز لگاتار مکرر پڑھا تو سجدہ سہو لازم ہوگا لیکن فرض کی آخری رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے تکرار سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔ (طحطاوی ۲۵۰، فتح القدیر کراچی ۱/۵۰۳)

ضم سورت کے بعد سورہ فاتحہ کا دوبارہ پڑھنا

اگر پہلے سورہ فاتحہ پڑھی پھر کوئی سورت ملائی اور پھر اسی رکعت میں دوبارہ سورہ فاتحہ پڑھ لی تو سجدہ سہو واجب نہیں۔ (عالمگیری ۱/۱۲۶) (شامی زکریا ۲/۱۵۲، حلبی کبیر ۴۶۰)

سورت ملائے بغیر رکوع میں چلا گیا تو کیا کرے؟

اگر کوئی شخص سورہ فاتحہ پڑھنے کے بعد سورت ملائے بغیر رکوع میں چلا گیا تو پھر اسے رکوع میں یا رکوع سے اٹھ کر اس بھول کا احساس ہوا تو اس پر لازم ہے کہ پہلے سورت ملائے پھر دوبارہ رکوع کرے اور اخیر میں سجدہ سہو کرے (طحطاوی ۲۵۰، عالمگیری ۱/۱۲۶)

قومہ اور جلسہ میں جلد بازی سے سجدۂ سہو کا وجوب

اگر کسی نے نماز میں اتنی جلد بازی کی کہ قومہ اور جلسہ کی حالت میں ایک تسبیح کے بقدر بھی رکا نہ رہا تو ترکِ واجب کی وجہ سے اس پر سجدۂ سہو لازم ہوگا (اس مسئلہ کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے کیونکہ عام طور پر لوگ قومہ اور جلسہ میں جلد بازی سے کام لیتے ہیں) (شامی زکریا ۲/۱۵۷، البحرالرائق ۲/۹۰، بدائع الصنائع ۱/۳۹۹)

کسی رکعت کا بھولا ہوا ایک سجدہ اگلی رکعت میں ادا کیا

ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں اور دونوں کا لگاتار ایک ساتھ کرنا واجب ہے اگر کسی شخص نے کسی رکعت میں ایک سجدہ بھول سے چھوڑ دیا پھر نماز کے دوران ہی اپنی بھول کا احساس ہوا تو اسے چاہیے کہ بھولا ہوا سجدہ نماز کے دوران ہی ادا کرلے اور اخیر میں سجدہ سہو کرلے دیگر ارکان کو از سر نو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ (شامی زکریا ۲/۱۵۴ حلبی کبیر ۴۵۶)

قعدہ میں تشہد سے پہلے کچھ اور پڑھنا

قعدہ میں بیٹھتے ہی تشہد پڑھنا واجب ہے، لہٰذا اگر تشہد شروع کرنے سے پہلے کچھ اور پڑھ لیا تو تاخیر واجب کی وجہ سے سجدہ سہو کرنا واجب ہوگا۔ (طحطاوی ۲۵۰/۱)

قعدۂ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود پڑھ لینا

اگر فرض نماز کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھنے کے بعد بھول سے درود شریف پڑھنا شروع کردیا اور "علی آل محمد" تک پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، راجح قول یہی ہے۔ (شامی زکریا ۲/۵۴۵ تاتارخانیہ ۱/۷۲۳، البحر الرائق ۲/۹۸)

تشہد کا کچھ حصہ چھوڑ دینا

اگر قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ میں تشہد یا اس کا کچھ حصہ پڑھنے سے رہ گیا تو سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے۔ (درمختار الشامی زکریا ۲/۱۵۹، طحطاوی ۲۵۱، عالمگیری ۱/۲۲۷)

قعدۂ اولیٰ میں تشہد کا تکرار

اگر فرض نماز کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد کو دوبار پڑھ دیا تو تکرار واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (عالمگیری ۱/۱۲۷)

قعدۂ اخیرہ میں تشہد کا تکرار

اگر قعدۂ اخیرہ میں تشہد (التحیات) دو مرتبہ پڑھ لیا تو سجدۂ سہو واجب نہیں

(کیوں کہ پہلی مرتبہ پڑھنے سے واجب ادا ہو جائے گا اور دوسری مرتبہ پڑھنا ذکر شمار ہوگا جو قعدۂ اخیرہ میں ممنوع نہیں ہے)۔ (طحطاوی ۲۵۱، عالمگیری ۱/۱۲۷)

قعدہ اولیٰ کا سہواً ترک کر دینا

اگر بھول سے قعدۂ اولیٰ کرنے کے بجائے کھڑا ہو گیا تو جب تک کھڑے ہونے کے قریب نہ ہو لوٹ آئے؛ لیکن اگر نہیں لوٹا یا کھڑے ہونے کے قریب پہنچ کر لوٹا تو سجدۂ سہو کرنا لازم ہوگا، خواہ نماز فرض ہو یا نفل۔

(تنویر الابصار مع الشامی زکریا ۲/۵۵۵، عالمگیری ۱/۱۲۷)

سری نمازوں میں کتنی آیتوں کو جہراً پڑھنا موجب سہو ہے؟

اگر سری نمازوں میں (مثلاً ظہر و عصر) میں تین آیتوں یا ایک طویل آیت کے بقدر جہراً قرآت کر دی تو سجدۂ سہو لازم ہے۔ (طحطاوی ۲۵۱، البحر الرائق ۲/۹۶، شامی زکریا ۲/۵۴۵)

جہری نمازوں میں آہستہ قرأت

اگر امام نے جہری نمازوں میں بھول کر تین آیتوں یا ایک لمبی آیت کے بقدر قرآت سراً کر دی تو ترک واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ (طحطاوی/۲۵۱، تنویر الابصار)

اگر تشہد یا ثناء جہراً پڑھ لی تو سجدۂ سہو واجب نہیں

اگر کسی شخص نے تشہد، ثناء، درود شریف یا تسبیحات جہراً پڑھیں تو اگرچہ ایسا کرنا مناسب نہیں ہے؛ لیکن اس کی وجہ سے نہ نماز فاسد ہوگی اور نہ سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ (طحطاوی ۲۵۱)

وتر میں دعائے قنوت کی تکبیر چھوڑ دی

اگر کسی شخص نے وتر میں دعائے قنوت بلا تکبیر کہے شروع کر دی تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے (اور بعض علماء نے دعائے قنوت کی تکبیر کے وجوب سے انکار کیا ہے؛ ان کے نزدیک اس کے چھوڑنے پر سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا) (شامی بیروت ۲/۱۴۴، زکریا ۲/۱۶۳)

وتر میں دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلا گیا

اگر کوئی شخص وتر کی نماز میں دعائے قنوت بھول کر رکوع میں چلا گیا تو نہ تو رکوع میں دعاء قنوت پڑھے اور نہ اسے دوبارہ کھڑے ہو کر دعائے قنوت پڑھنے کی ضرورت ہے؛ بلکہ بس اخیر میں سجدۂ سہو کرلے، لیکن اگر رکوع سے قیام کی طرف لوٹ آیا اور دعائے قنوت پڑھ لی تو بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی؛ البتہ سجدۂ سہو کرنا بہر حال لازم ہوگا۔ (درمختار مع الشامی بیروت ۲/ ۳۸۷_۳۸۸، درمختار زکریا ۲/ ۴۴۶_۴۴۷)

سجدۂ سہو سے پہلے ایک سلام پھیرنا

سجدۂ سہو سے قبل دائیں طرف سلام پھیرنا مسنون ہے جو شخص سلام پھیرے بغیر سجدۂ سہو کرلے تو اگرچہ سجدۂ سہو صحیح ہو جائے گا؛ لیکن وہ کراہتِ تنزیہی کا مرتکب ہوگا۔
(درمختار بیروت ۲/ ۴۷۲، زکریا ۲/ ۵۴۱، تاتارخانیہ ۱/ ۷۱۲، بدائع ۱/ ۴۱۸)

قعدہ اخیرہ کے وقت بھول سے کھڑا ہو گیا

اگر کوئی شخص آخری قعدہ میں بیٹھنے کے بجائے کھڑا ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اگلی رکعت کے سجدہ سے پہلے پہلے قعدہ اخیرہ کی طرف لوٹ آئے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔ اور اگر قعدہ کی طرف نہ لوٹا اور سجدہ کرلیا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اسکی نماز فرض کے بجائے نفل ہو جائے گی۔ (شامی بیروت ۲/ ۴۸۰_۴۸۱، زکریا ۲/ ۵۵۰_۵۵۱)

آخری قعدہ میں سلام پھیرنے کے بجائے کھڑا ہو گیا

اگر کوئی شخص قعدہ اخیرہ میں بیٹھنے کے بعد پھر تیسری یا پانچویں رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا تو اس کا فرض ادا ہو گیا؛ لیکن اسے چاہئے کہ فوراً قعدہ کی طرف لوٹ آئے اور اخیر میں سجدہ سہو کرلے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا تو اس صورت میں بہتر ہے کہ چھٹی رکعت بھی ساتھ ملالے تاکہ اخیر کی دو رکعتیں نفل ہو جائیں؛ لیکن سجدہ سہو کرنا بہرصورت ضروری ہوگا۔ (درمختار مع الشامی بیروت ۴۸۳_۴۸۴، زکریا ۲/ ۵۵۳)

کب تک سجدۂ سہو کر سکتا ہے؟

اگر کسی شخص پر سجدہ کرنا واجب تھا لیکن اس نے سلام پھیر دیا اور سجدہ کرنا اسے یاد نہ رہا تو اگر اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے قبلہ رخ سے سینہ پھیرنے اور کسی منافی صلاۃ عمل کرنے سے پہلے اسے یاد آجائے تو اب سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کر لے۔ (در مختار)

قعدۂ اولیٰ پر غلطی سے سلام پھیرنا

اگر کسی شخص نے مثلاً ظہر کی چار رکعت نماز کی نیت باندھی پھر دو رکعت پڑھ کر بھول سے سلام پھیر دیا، تو اس سلام سے وہ نماز سے خارج نہیں ہوا اسے چاہئے کہ چار رکعت پوری کر کے اخیر میں سجدہ کر لے۔ (در مختار مع الشامی بیروت ۲/ ۴۸۸، زکریا ۲/ ۵۵۹)

نمازِ عید اور جمعہ وغیرہ میں سہو کا پیش آنا

اگر عیدین اور جمعہ کی نماز میں امام سے کوئی غلطی ہوگئی جس سے سجدۂ سہو واجب ہو جاتا ہو، تو متاخرین مشائخ کے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ان نمازوں میں سجدۂ سہو نہ کیا جائے؛ اس لئے کہ مجمع کثیر ہونے کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنے میں ناواقف عوام کی نماز خراب ہونے کا قوی اندیشہ ہے (یہی حکم بڑے بڑے اجتماعات میں کثیر مجمع کے ساتھ پڑھی جانے والی جماعت کی نمازوں کا بھی ہے) (عالمگیری ۱/ ۱۲۸) (طحطاوی المراقی ۲۵۳)

رکعتوں کی تعداد میں شک ہونا

اگر کسی شخص کو کبھی کبھار نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک ہو جائے تو اسے چاہئے کہ نیت توڑ کر از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر بار بار نماز میں شک ہو جاتا ہو تو غلبہ ظن پر عمل کرلے یعنی جتنی رکعت پڑھ لینے کا گمان غالب ہو اس کو بنیاد بنائے، اور اگر کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو جتنی رکعت پڑھنے کا یقین ہو (مثلاً دو اور تین میں شک ہے تو دو کا پڑھنا یقینی ہے) پر بنا کرے اور ساتھ میں آگے کی ہر رکعت پر قعدہ کرے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔ (در مختار مع الشامی بیروت ۴۸۹۔۴۹۱، زکریا ۲/ ۵۶۰تا۵۶۲)

نماز کے دوران سوچتے رہ جانا

اگر کوئی شخص نماز کے دوران کسی فکر یا خیال میں ایسا محو ہو گیا کہ اس کی وجہ سے کوئی واجب چھوٹ گیا مثلاً ایک رکن (تین تسبیح) کے بقدر سوچتا رہا تو اس پر سجدۂ سہو لازم ہے۔ (شامی بیروت ۲/۳۹۱، زکریا ۲/۵۶۲، عالمگیری ۱/۱۳۱، حلبی کبیر ۴۶۴)

نماز کی رکعتوں کے بارے میں امام اور مقتدیوں میں اختلاف

سلام پھیرنے کے بعد نماز کی رکعتوں کے بارے میں امام اور مقتدیوں میں اختلاف ہو گیا تو اب کیا کیا جائے؟ اس بارے میں قدرے تفصیل ہے:

الف: اگر امام کو مکمل نماز پڑھانے کا یقین ہو تو اس کیلئے نماز کا اعادہ لازمی نہیں ہے۔

ب: اگر مقتدیوں میں بھی دو فریق ہوں کچھ لوگ کہیں کہ نماز پوری ہوئی اور کچھ لوگ کہیں کوئی رکعت رہ گئی تو امام کی رائے پر عمل کیا جائے گا۔

ج: اگر امام کو یقین ہو کہ رکعات کم ہوئی ہیں تو اعادہ لازم ہے؛ البتہ اس صورت میں اگر کسی مقتدی کو نماز مکمل ہونے کا یقین ہو تو اس کو اجازت ہے کہ اعادہ والی نماز میں شریک نہ ہو۔

د: اگر خود امام کو شک ہو جائے کہ نماز پوری ہوئی ہے یا ناقص، اور مقتدی یہ کہیں کہ نماز کی رکعتوں میں کمی رہ گئی، تو امام پر مقتدیوں کی بات ماننا اور اعادہ کرنا لازم ہے۔ (درمختار بیروت ۲/۳۹۲، والتفصیل فی الشامی ۲/۳۹۲، زکریا ۲/۵۶۳، خانیہ ۱/۲۰۴)

وتر کی رکعتوں میں شک

اگر نماز وتر پڑھتے ہوئے شک ہو جائے کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری؟ تو اسے چاہئے کہ قنوت پڑھے پھر قعدہ کرے اس کے بعد اگلی رکعت میں بھی قنوت پڑھے اور اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔ (درمختار بیروت ۲/۳۹۲، زکریا ۲/۵۶۳)

ائمہ کرام... مساجد کی انتظامیہ اور مقتدی حضرات کیلئے اہم اِرشادات

از

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہ اللہ

(خلیفہ ارشد حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

چند اہم ملفوظات

قرآنی حرف کا صحیح تلفظ

جو لوگ ضالین کو دالین پڑھتے ہیں...... پلاؤ چھوڑ کر دال کھاتے ہیں دال کے حروف ابجد چار ہیں اور ضاد کے ۸۰۰ ہیں...... ایک دم سے ۷۹۶ درجہ کم ہو جاتے ہیں...... تفسیر ابن کثیر میں ضاد کو مشابہہ ظا لکھا ہے...... کسی ماہر فن سے مشق کرنی چاہئے۔

تصحیح تلاوت قرآن

قرآن پاک کے ہر حرف پر دس نیکی ملنے کا جو وعدہ ہے...... وہ صحیح پڑھنے پر ہے...... مثلاً قل کے دو حرف پر بیس نیکی کا وعدہ ہے...... لیکن اگر کوئی اسی لفظ قل کو کل پڑھے اور قاف نہ ادا کرے تو یہ ثواب کس طرح ملے گا...... اگر اردو کا امتحان لیا جا رہا ہو اور کہا جائے کہ لکھو ظالم...... اور طالب علم لکھے جالم تو کیا آپ اس کو پاس کریں گے...... یا کوئی نمبر دیں گے حالانکہ صرف ایک حرف کو غلط لکھا ہے......

اور تین حرف کی اکثریت صحیح ہے...... اسی طرح آپ نے کہا لکھو طوطا اس نے لکھا توتا...... تو آپ کیا نمبر دیں گے پس جو فیصلہ یہاں کریں گے قرآن پاک کی تلاوت میں بھی کرلیں...... بہت اہتمام سے قرآن پاک کی تلاوت کو صحت حروف کے ساتھ مشق کریں...... قرآن پاک کی غلط تعلیم سے منتظمین مدرسہ بھی وبال سے نہ بچ سکیں گے...... اور صدقہ جاریہ کے بجائے ضد صدقہ جاریہ ہوگا۔

دین میں کمال حاصل کرنے کی ضرورت

دنیا میں ہم ہر چیز بڑھیا پسند کرتے ہیں......امرود عمدہ ہو......کیلا عمدہ ہو......مکان عمدہ ہو......لیکن وضو عمدہ ہو اور نماز عمدہ ہو اس کی فکر نہیں......اور وضو اور نماز عمدہ ہوتی ہے......ان کی سنتوں کی پابندی سے......امرود کا باطن تو اچھا ہو......لیکن اس کے اوپر داغ ہو......آپ نہیں پسند کرتے پس مسلمان کا ظاہر بھی عمدہ ہو اور باطن بھی عمدہ ہو......ظاہر بھی وضع قطع صلحاء سے آراستہ ہو......اور باطن بھی......زمانہ ہو گیا وضو کرتے اور نماز پڑھتے مگر سنتیں وضو اور نماز کی معلوم نہیں......

الا ماشاء اللہ اور دماغ کا یہ حال ہے کہ موٹر کو کھول کر ہر جز علیحدہ کر دیا اور صاف کر کے......پھر سب کو فٹ کر دیا......جنرل اسٹور کی ہزاروں چیزیں ازبر یاد کہ......کون چیز کہاں ہے......گاہک نے مانگی اور فوراً ہاتھ وہاں پہنچا......مگر افسوس کہ آخرت کے معاملہ میں اس دماغ اور حافظہ کو استعمال ہی نہیں کیا کہ......وضو اور نماز کی تمام سنتوں کو اور سونے جاگنے چلنے پھرنے کھانے پینے کی تمام سنتوں اور دعاؤں کو سیکھتے۔

اے کہ تو دنیا میں اتنا چست ہے　　　دین میں کیوں آخر اتنا ست ہے

اگر ایک سنت ایک دن میں یاد کریں تو ۳۶۰ دن میں ۳۶۰ سنتیں یاد ہو جائیں گی۔

وعظ سے نفع کا گُر

حضرت مولانا شاہ مظفر حسین صاحب رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ......آپ کے وعظ سے بہت نفع کیوں ہوتا ہے......فرمایا کہ میری نیت یہ ہوتی ہے......کہ یا اللہ میرے یہ سامعین مجھ سے بھی افضل ہو جائیں۔

اصلاح برائے واعظین

مقرر اور واعظ اپنی نیت درست کر لے کہ......میں اپنی اصلاح......اور خدمت دین کیلئے وعظ کہہ رہا ہوں جاہ و شہرت کیلئے نہ کہے۔

انداز بیان

کلام میں معاملات میں یا تقریر میں ایسا کوئی عنوان نہ آنے پائے...... جس میں اپنی بڑائی...... یا کمال یا خوبی ظاہر ہو...... اس بات کی طرف جملہ اہل تعلق کی نگرانی بھی خصوصی چاہئے...... نیز تاکید بھی کرتے رہنا چاہئے۔

مواعظ وملفوظات حکیم الامت

اساتذہ اور مدارس کے طلباء کو استغفار کا اہتمام اور حیاۃ المسلمین کی روح ۲۲ کے مطالعہ کا اہتمام چاہئے اور جزاء الاعمال کو گھروں پر سنانے کا نظم بھی ہونا چاہئے۔ گناہوں کے نقصانات کو طلباء اور اپنے بچوں کو خوب زبانی یاد کرادینا چاہئے رزق کی کمی میں معاصی یا ان کے مقدمات کے ارتکاب کو بڑا دخل ہے۔ اسی طرح حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ اور ملفوظات کا مطالعہ ہر شخص کو نہایت ضروری ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے راستے کی فہم سلیم عطا ہوتی ہے جو بڑی دولت ہے۔

اِصلاح مبلغین

بعض لوگوں کو تبلیغ کا شوق تو ہے مگر صحیح علم حاصل نہیں کرتے، سنی سنائی باتوں کو بدون تحقیق غلط سلط روایات پیش کرنا شروع کردیتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ کا ارشاد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے یہ ہے کہ "**بلغ ما انزل الیک**" جو آپ کی طرف نازل کیا گیا۔ اس کی تبلیغ فرمائیے۔ پس **ما انزل** کا علم مبلغ کیلئے ضروری ہے اور اگر ما انزل کا علم ہی نہیں تو وہ کس بات کی تبلیغ کرے گا۔

علم دین کی ضرورت

مظفر نگر کا واقعہ ہے کہ ظہر کی چار سنتوں کو ایک بڑے میاں ۵۰ برس تک اس طرح پڑھتے رہے جس طرح فرض پڑھتے ہیں۔ یعنی ۲ بھری اور ۲ خالی، ایک دن وعظ میں کسی عالم سے سنا کہ ۴ رکعت کی سنت میں ہر رکعت بھری، یعنی سورۃ کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں تو

انہوں نے عرض کیا کہ میں نے تو ۲ خالی اور ۲ بھری ۵۰ برس سے ادا کی ہے۔ مولانا نے فرمایا یہ سنت ادا نہیں ہوئی، بڑے میاں سر پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے کہ ہائے ۵۰ برس کی سنتیں رائیگاں گئیں، علم صحیح نہ ہونے سے یہی مصیبت ہوتی ہے کہ محنت بھی کرے اور اجر سے بھی محروم رہے، علم صحیح کا حاصل کرنا کس قدر ضروری ہے۔ اس کا اندازہ اس حکایت سے بخوبی ہو جائے گا، قیامت کے دن جہل عذر نہ ہوگا، علم کا حاصل کرنا بھی تو فرض ہے۔

نصیحت میں دوام کی ضرورت

حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: **ذکر فان الذکریٰ تنفع المومنین** نصیحت کیجئے...... بے شک نصیحت ایمان والوں کو نفع دیتی ہے...... اس آیت مبارکہ کو بیان فرما کر...... حضرت والا نے فرمایا کہ نصیحت بار بار کرتا رہے...... کبھی بہت دن کے بعد اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے...... پھر یہ حکایت ارشاد فرمائی کہ...... مولوی شبیر علی صاحب نے اپنے کسی عزیز سے سگریٹ کی عادت چھڑانا چاہا...... تو اس کو سگریٹ چھوڑنے پر نصیحت فرماتے رہے...... سو مرتبہ تک ان کی نصیحت نے موصوف پر اثر ظاہر نہ کیا...... تو جب ایک سو ایک مرتبہ کی تعداد ہوئی...... تو انہوں نے سگریٹ پینا چھوڑ دیا...... اس تجربہ سے معلوم ہوا...... کہ ہمت نہ ہارنی چاہئے...... اسی طرح حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کی ایک حکایت ارشاد فرمائی...... کہ حضرتؒ بیت الخلاء میں تھے...... دو شخص باہر تھے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ...... میں نے فلاں شخص کو نماز کیلئے متعدد بار کہا...... اس نے میری نصیحت نہ مانی...... تو میں نے پھر کہنا چھوڑ دیا...... دوسرے نے کہا واہ میاں واہ وہ تو اپنی بری بات پر جما رہا اور آپ اپنی اچھی بات پر...... یعنی نصیحت کرنے پر قائم نہ رہے...... اور ترک کر دیا...... یہ تو آپ نے اچھا کام نہ کیا...... کہ کوئی برائی نہ چھوڑے اور آپ بھلائی کو چھوڑ دیں...... آپ کو نصیحت کا کام جاری رکھنا چاہئے تھا...... حضرت اقدس تھانوی رحمہ اللہ نے اس جواب کو بہت پسند فرمایا...... اور اپنے احباب میں اس کا ذکر فرمایا۔

علماء واعظین کو نصیحت

مختلف مساجد میں خود جائے اور دین کی باتیں خواہ دس منٹ کی ہوں سنا دے، اس سے بہت نفع ہوتا ہے۔ اہل علم کو اس کا انتظار نہ کرنا چاہئے کہ جب وعظ کیلئے بلایا جائے تب ہی جائیں اور اگر کام مسلسل ہو، نظام سے ہو تو بہت ہی برکت ہوتی ہے، منہیات میں بدگمانی، بدنظری...... غیبت سے احتیاط کا مضمون اہتمام سے بیان کیا جائے، مامورات میں نماز کی پابندی، اسلامی وضع قطع کا اہتمام...... پردہ شرعی...... قرآن شریف کی تلاوت کا اہتمام صحت حروف کے ساتھ بار بار بیان کرے...... عورتوں کے لباس اور زبان کی حفاظت پر خاص طور پر بیان کرے۔

مختصر وعظ بھی نافع ہے

پانچ منٹ کا وعظ بھی کافی اور نافع سمجھنا چاہئے...... سول سرجن سے وقت چند منٹ کا بھی کافی سمجھتے ہیں...... اور انجیکشن میں تو ایک منٹ سے بھی کم لگتا ہے...... کوئی یہ نہیں کہتا کہ ۵ منٹ تک سوئی گوشت میں چبھوئے رکھے...... تو دین کی باتیں بھی اگر تھوڑی دیر ہوں...... اس کو بھی مفید اور غنیمت سمجھنا چاہئے...... آج کل جب تک ایک دو گھنٹہ کا بیان نہ ہو...... اس کو وعظ ہی نہیں سمجھتے۔ جسمانی معالج کی اہمیت ہے...... روحانی معالج کی اہمیت نہیں...... ورنہ دین کی ایک بات سن کر بھی خوش ہو جاتے۔

نماز میں خشوع کی مثال

خشوع فی الصلوٰۃ کا حاصل...... قلب کا حق تعالیٰ کی عظمت کے استحضار سے حق تعالیٰ کے سامنے جھک جانا ہے...... اور اگر جسم کے تمام اعضاء جھک گئے...... اور قلب نہ جھکا تو اس کی مثال ایسی ہے...... کہ ایس پی کسی تھانہ پر معائنہ کیلئے گیا...... وہاں چوکیدار اور سپاہی با ادب کھڑے ہیں...... اور تھانے دار صاحب لاپتہ ہیں...... پس ایسی صورت میں کیا ایس پی خوش ہوگا۔ احقر جامع ملفوظات عرض کرتا ہے کہ اس مثال سے یہاں کے احباب اور بعض اہل علم کو بہت نفع ہوا دل کے حاضر رکھنے میں یہ مثال بہت نافع ہے۔

وعظ اور دعوت کے اجتماع کی رسم

آج کل وعظ اور دعوت کو جمع کیا جارہا ہے......اس رواج ورسم کو توڑنے کی ضرورت ہے......اس میں حسب ذیل مفاسد ہیں۔

۱۔اہل خانہ کھانے اور چاء کی فکر میں وعظ سننے نہیں پاتے اور اگر سنتے بھی ہیں تو گھر والوں کا دل ....آنے والوں کی تعداد......اور اپنے کھانے کی مقدار میں......توازن اور تناسب کی ضرب اور تقسیم میں مشغول رہتا ہے۔

۲۔جو خاندان کے لوگ غریب ہیں......ان کی ہمت وعظ کہلانے کی نہ ہوگی ......کیونکہ وہ اس رسم دعوت سے گھبرائیں گے......کہ وعظ کیلئے اتنا روپیہ کہاں سے لائیں......اور اگر قرض لے کر دعوت کا انتظام کریں تو یہ اور مصیبت کا سبب ہے۔

۳۔علماء کی بے وقعتی بھی ہے......عوام یہ سوچنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ......بدون لقمہ تر مولویوں کے قدم کہاں اٹھتے ہیں......حالانکہ مولوی کے صدقے میں بہت سے لوگ مال اڑائیں گے لیکن بدنام بے چارہ مولوی ہوگا۔

تجوید قرآن کی اہمیت

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ......کلام پاک کے......۴ حق ہیں:

۱۔عظمت...۲۔محبت...۳۔تلاوت مع الصحت...۴۔احکام کی متابعت

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں حروف قرآن کو غلط پڑھنا......یعنیؒ جیسے صاد کو سین پڑھنا یہ لحن جلی کہلاتا ہے......جو حرام ہے......تھانہ بھون میں بعض محدثین کو بھی نورانی قاعدہ پڑھنا پڑا......مکان کے رنگ روغن کی فکر ہے......تاکہ جمال پیدا ہو ......لیکن قرآن پاک کے جمال کی فکر کیوں نہیں......تھانہ بھون میں جمال القرآن کی تعلیم کا سالکین کیلئے اہتمام تھا...... جہاں ضروریات دین کا اہتمام نہ ہو......تو پھر وہاں معارف ودقائق تصوف ان کو کیا نفع دے سکتا ہے۔

ترویج سنت

سنتوں کو خوب پھیلانا چاہئے ......ایک دو سنت ہر روز ہر مدرسہ اور ہر مسجد میں سکھائیں ......سنتوں کے پھیلنے سے بدعت خود بخود فنا ہونے لگے گی......ایک انگریزی سکول کے لڑکے کو ایک سنت ہر روز سکھائی گئیں ......جب بیس سنتیں یاد ہوگئیں......تو ان پر عمل کی برکت سے انگریزی بالوں کے متعلق خود ان کو توفیق ہوئی پوچھا کہ بالوں کی سنت کیا ہے......بس پھر بال خود بخود ختم کرنے کی توفیق ہوگئی..... اتباع سنت کی برکت عجیب ہے......گلزار سنت اور تعلیم الدین سے ایک ایک سنت روز یاد کرائی جائے......اور طلبا اپنی نوٹ بک میں نوٹ کرلیں۔

گھڑی کا بہترین مصرف

گھڑی کا مقصد تھا کہ صف اول میں نماز ادا کریں ......تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو ......مگر آج کل گھڑی کا مقصد برعکس ہوگیا ہے......یعنی کاہلی اور تاخیر کا سبب بن گئی ہے......گھڑی اس نیت سے دیکھتے ہیں ......کہ ابھی جماعت میں کتنے منٹ باقی ہیں......اور حجرے میں باتیں کرتے رہتے ہیں۔

اصلاح برائے واعظین

جب کہیں وعظ کیلئے کوئی بلائے تو اہل علم کو شرط کرلینا چاہئے کہ کوئی ہدیہ نقد یا کسی صورت میں ہوگا قبول نہ کریں گے کیونکہ معاوضہ کی صورت سے بھی بچنا چاہئے۔

"اتبعوا من لا یسئلکم اجرا" ......پرعمل ہونا چاہئے ......اور اس سے سامعین کو اتباع کی توفیق بھی ہوتی ہے......جب اخلاص ہوتا ہے تو اثر بھی ہوتا ہے۔

نماز سیکھئے

ارشاد فرمایا: کہ نماز سب سے بڑھیا چیز ہے۔ ہم اس کو سیکھتے نہیں، پہلے زمانہ میں لوگ اس کا کتنا اہتمام کرتے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک صاحب ان

کی خدمت میں حاضر ہوئے...... پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ملک شام سے آیا ہوں۔ آپ نے پوچھا کیسے آئے؟ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے التحیات پڑھا کرتے تھے وہ سیکھنے آیا ہوں۔ غرضیکہ انہوں نے ملک شام سے مدینہ کا اتنا لمبا سفر کیا اور اس کے لیے مشقت برداشت کی صرف التحیات سیکھنے کے لیے' سنت کے مطابق تشہد سیکھنے کے لیے' کتنا اہتمام اور جذبہ تھا' حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر انکے اس جذبہ کا کیا اثر ہوا۔ بدائع الصنائع میں لکھا ہے "حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے' یہاں تک کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ تم کو کبھی عذاب نہیں دے گا۔" (منصب مؤمن صفحہ 13-14)

نماز کو آنکھوں کی ٹھنڈک بنایئے

ارشاد فرمایا: کہ نماز ایسی عبادت ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرۃ عینی فرمایا ہے۔ لہٰذا امت کو بھی اس کا لحاظ کرنا چاہیے اور ایسی نماز پڑھنا چاہیے کہ آنکھ کی ٹھنڈک اور قلب کو سرور حاصل ہو۔ جو نماز قیام وقعود' رکوع وسجود اور سنن وآداب کی رعایت کے ساتھ ادا کی جائے گی وہ نماز نجات کے لیے بمنزلہ سند کے ہے' اللہ کے نیک بندے' ایسی عبادت کرنے والے اس وقت بھی ہیں مگر فرق اتنا ہے کہ پہلے سارے کے سارے مسلمان اس دولت سے مالا مال تھے اور اب یہ حالت محدود رہ گئی ہے کچھ مخصوص اللہ والوں میں۔ ضرورت ہے کہ ہم سب اس طرح نماز پڑھیں کہ اس حدیث کے مطابق ہم سب کو عینی ٹھنڈک اور قلبی فرحت حاصل ہو۔ (مجالس محی السنہ صفحہ 78)

بچپن سے ہی دین سیکھنے کی ضرورت

ارشاد فرمایا: کہ اپنی اولاد کو بچپن سے ہی دین سکھاؤ۔ حدیث پاک میں ہے کہ سات برس کی عمر سے بچہ کو نماز کا حکم کرو۔ اور دس برس کا ہو کر نماز نہ پڑھے تو پھر تھوڑی کی پٹائی بھی کرو۔ شریعت نے سب سے پہلے نماز کا حکم دیا۔

ایک تو اس لیے کہ وہ سب سے اہم عبادت ہے دوسرے یہ حکمت بھی ہے کہ جب نماز کا حکم دیں گے تو نماز سکھانی بھی ہوگی' اور اسی سے دین سکھانے اور اس پر چلانے کی مشق شروع ہو جائے گی۔

دیکھیے! جب نماز پڑھوائیں گے تو وضو بھی سکھانا ہوگا' کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللھم انی اسئلک تمام الوضوء و تمام الصلوٰۃ. فرما کر اشارہ فرما دیا کہ بڑھیا نماز کے لیے وضو بھی بڑھیا ہونا چاہیے' اعلیٰ درجہ کی نماز کے لیے اعلیٰ درجہ کا وضو ہونا چاہیے۔ جب وضو سکھائیں گے تو وضو کی دعائیں بھی سکھانی ہوں گی۔ مثلاً درمیان میں اللھم اغفرلی ذنبی والی دعا پڑھنا ہے۔ اب جب یہ یاد دلائیں گے تو بچہ کو ذنب کی تعریف بھی سمجھانی ہوگی۔ گناہ کی حقیقت سمجھ آجائے گی تو اس سے نفرت پیدا ہوگی۔ پھر طہارت کے مسائل بھی سکھانے ہوں گے۔ طہارت جسم کے ساتھ طہارت اخلاق کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سب رحمت ہیں' جیسے باپ اپنے بچوں کے حق میں شفیق ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ نبی امت کے حق میں مہربان ہوتے ہیں۔ (تحفۃ الحرم صفحہ 13)

مسجد کے متعلق سنتیں

ارشاد فرمایا: کہ مسجد میں داخلہ اور نکلنے کی سنتوں کا بہت اہتمام کرنا چاہیے' بہت سے لوگ مسجد حرام میں بھی اس سے غافل ہیں' اور غفلت کی انتہا یہ ہے کہ اپنے بازو والا آدمی سنت پر عمل کر رہا ہے' سیدھا پیر داخل کر رہا ہے' دعا پڑھ رہا ہے' دیکھ رہے ہیں' سن رہے ہیں پھر بھی توفیق نہیں ہوتی' کیسی بات ہے۔ (تحفۃ الحرام صفحہ 7)

ارشاد فرمایا: کہ مسجد میں داخل ہونے کی پانچ سنت یہ ہیں۔

1۔ بسم اللہ کہنا۔

2۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ کہنا۔

3۔داہنا پاؤں مسجد میں داخل کرنا۔

4۔اللھم افتح لی ابواب رحمتک پڑھنا۔

5۔نفلی اعتکاف کی نیت کرلینا کہ جب تک مسجد میں رہوں گا اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔اور مسجد سے نکلنے کی پانچ سنتیں یہ ہیں۔

1۔بسم اللہ کہنا۔

2۔والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ کہنا۔

3۔بایاں پاؤں مسجد سے نکالے۔(اور بائیں جوتے کے اوپر رکھ لے)

4۔پاؤں نکالتے وقت اللھم انی اسئلک من فضلک پڑھنا۔

5۔پھر داہنا پاؤں دائیں جوتے میں داخل کرنا۔

ایک وقت کی نماز کے لیے گئے دس سنتوں کا یہ نور بھی دل میں جمع ہوگیا۔اسی طرح پانچ وقت کی نمازوں میں 50 سنتیں نامہ اعمال میں جمع ہوجائیں گی اور ہر نیکی پر دس کا وعدہ ہے پس اس طرح 500 نیکیاں ہر روز اور ہر مہینہ میں 15 ہزار نیکیاں جمع ہوگئیں۔ان شاء اللہ روزِ محشر میں ان کا نور اور ان کی قدر معلوم ہوگی۔

فائدہ

اگر بھول کر مسجد کے اندر (خلاف سنت) داخل ہوجائے تو پھر نکل کر ان سنتوں پر عمل کرکے داخل ہو۔چند دن کی مشق سے پھر نفس عادی ہوجائے گا۔

اذان....فضیلت واحکام

اذان... شعائر اسلام میں سے ہے جس کی عظمت و فضیلت محتاج بیان نہیں...اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور نماز کی دعوت پر مشتمل کلماتِ اذان کو کس طرح ادا کرنا چاہیے؟...مؤذن کی فضیلت اور اوصاف ...شریعت میں اذان ومؤذن کا مقام ومرتبہ...نیز مؤذنین حضرات کی خدمت میں اہم گزارشات

اذان... فضیلت واحکام

مؤذن کا مقام

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اذان کہنے والے قیامت کے دن دوسرے سب لوگوں کے مقابلے میں دراز گردن یعنی سر بلند ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالٰی کے جس بندہ نے سات سال تک اللہ کے واسطے اور ثواب کی نیت سے اذان دی اس کے لئے آتش دوزخ سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔ یعنی اس کے لئے اللہ تعالٰی کی طرف سے یہ طے فرما دیا جاتا ہے کہ دوزخ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں اور دوزخ کی آگ اور لپٹ کو اس بندہ کو چھونے کی بھی اجازت نہیں۔ (جامع ترمذی)

آواز مؤذن

مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے جو اذان کو سنتا ہے وہ قیامت میں اس مؤذن کے لئے شہادت دے گا۔ جو شخص جنگل میں اپنی بکریاں چراتا ہو اور اذان کا وقت آجائے تو بلند آواز سے اذان کہے کیونکہ جہاں تک اس کی آواز جائے گی قیامت میں وہ تمام چیزیں اس کے لئے گواہ ہوں گی۔ (بخاری شریف)

فرمایا دو وقت ایسے ہیں جس میں کسی دعا مانگنے والے کی دعا رد نہیں ہوتی ایک جب مؤذن تکبیر شروع کرے اور نماز کے لئے صفیں سیدھی ہو رہی ہوں دوسرے جہاد کی صف میں۔ (ابن حبان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"اذان کہنے والے اور تلبیہ پڑھنے والے اپنی قبروں سے اس حال میں نکلیں گے کہ اذان کہنے والے اذان پکارتے ہوں گے اور تلبیہ (جو حج اور عمرہ کرنے والوں کا خاص ذکر اور گویا ترانہ ہے) پڑھنے والے تلبیہ کی صدا بلند کرتے ہوں گے۔ (معجم اوسط للطبرانی)

فضیلت اذان کا راز

اذان اور مؤذنوں کی جو غیر معمولی فضیلتیں ان حدیثوں میں بیان فرمائی گئی ہیں ان کا راز یہی ہے کہ اذان ایمان و اسلام کا شعار اور اپنے معنیٰ و ترتیب کے لحاظ سے دین کی نہایت بلیغ اور جامع دعوت و پکار ہے۔ اور مؤذن اس کا داعی اور گویا اللہ تعالیٰ کا نقیب اور منادی ہے۔

افسوس آج ہم مسلمانوں نے اس حقیقت کو بالکل بھلا دیا ہے اور اذان کہنا ایک حقیر پیشہ بن گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس عظیم ترین اجتماعی گناہ کو معاف فرمائے اور توبہ و اصلاح کی ہمیں توفیق دے۔ یاد رکھئے اذان کے دو پہلو ہیں یا کہنا چاہئے کہ اذان دو حیثیتوں کی جامع ہے۔ ایک یہ کہ وہ نماز باجماعت کا اعلان اور بلاوا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ایمان کی دعوت و پکار اور دین حق کا منشور ہے۔ پہلی حیثیت سے اذان سننے والے ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اذان کی آواز سنتے ہی نماز میں شرکت کے لئے تیار ہو جائے اور ایسے وقت مسجد میں پہنچ جائے کہ جماعت میں شریک ہو سکے۔ دوسری حیثیت سے ہر مسلمان کو حکم ہے کہ وہ اذان سنتے وقت اس ایمانی دعوت کے ہر جز اور ہر کلمے کی اور اس آسمانی منشور کی ہر دفعہ کی اپنے دل اور اپنی زبان سے تصدیق کرے اور اس طرح پوری اسلامی آبادی ہر اذان کے وقت اپنے ایمانی عہد و میثاق کی تجدید کیا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کا جواب دینے کی اور اس کے بعد کی دعا میں پھر کلمہ شہادت پڑھنے کی اور اپنے ارشادات میں جو تعلیم و ترغیب دی ہے اس عاجز کے نزدیک اس کی خاص حکمت یہی ہے۔ واللہ اعلم

اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اذان کا جواب جو بظاہر ایک معمولی سا عمل ہے اس پر داخلہ جنت کی بشارت کا کیا راز ہے؟ (راہ جنت شمارہ ۶۲)

مؤذن اور امام کیلئے دس قیمتی باتیں

فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مؤذن کو دس خصلتوں کی ضرورت ہے۔ جس کے بعد وہ مؤذن والی فضیلت پاسکتے ہیں۔

(۱) نماز کے اوقات سے واقف ہو۔ (۲) اذان کے لیے اپنے حلق کو مشقت میں نہ ڈالے۔ (۳) اذان کو اچھی طرح سنا کر کہے۔ (۴) اذان و اقامت کے درمیان لمبی نماز نہ پڑھے۔ (۵) جب خود موجود نہ ہو اور مسجد میں کوئی اور اذان کہہ دے تو اس پر ناراض نہ ہو۔ (۶) اس کے ثواب کا اللہ پاک سے طلب گار رہو اور لوگوں پر احسان نہ دھرے۔ (۷) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے غنی ہو یا فقیر ہر ایک کو حق بات کہے۔ (۸) امام کی انتظار اسی قدر کرے جو لوگوں پر گراں نہ ہو۔ (۹) مسجد میں کوئی اسکی جگہ آ بیٹھے تو اس پر ناراض نہ ہو۔ (۱۰) اپنی مسجد کا خوب خیال رکھے۔ کوڑا کرکٹ سے پاک صاف رکھے۔ چھوٹے بچوں کو آنے سے ہٹاتا رہے۔

اس طرح امام کیلئے دس باتیں ضروری ہیں تاکہ اس کی اپنی نماز اور مقتدیوں کی نماز بھی مکمل ہو جائے۔ (۱) قرآن کو صحیح پڑھنے والا ہو۔

(۲) اس کی تکبیرات صحیح جزم کیساتھ ہو۔ (۳) خود پسندی میں مبتلا نہ ہو۔

(۴) اپنے آپ کو حرام سے اور مشتبہ اشیاء سے بچا رکھے۔

(۵) مقتدیوں کی مرضی کے بغیر قرأت لمبی نہ کرے۔

(۶) اپنے بدن کو اور کپڑوں کو نجاست وغیرہ سے محفوظ رکھے۔

(۷) اپنے رکوع اور سجدہ کو پوری طرح ادا کرے۔

(۸) نماز میں شروع ہونے سے پہلے اپنے تمام گناہوں سے توبہ اور استغفار کرے کہ وہ اپنے پیچھے والوں کا سفارشی ہے۔

(۹) سلام کہے تو دعا میں صرف اپنے ہی کو خاص نہ کرے کہ یہ قوم سے خیانت ہے
(۱۰) مسجد میں کوئی اجنبی آجائے تو اس کی ضرورت کا خیال رکھے۔

سنت کے مطابق اذان

ارشاد فرمایا: کہ آج ہمارے اذانیں اور نماز سنت کے موافق نہیں......
جو جس فقہ پر عمل کرتا ہو اس فقہ میں نماز کا جو مسنون طریقہ ہے اس کے موافق نماز نادر ہے۔ اہل علم تو پڑھتے پڑھاتے ہیں، سیکھتے سکھاتے ہیں ان کے علاوہ جو اور حضرات ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ کسی نے نماز سیکھی ہے؟
کسی نے اگر سیکھی ہو تو بتلائے کہ ہم نے فلاں عالم سے نماز پڑھنا سیکھا ہے۔ میں نے اس سے بڑے بڑے مجمع میں جہاں اہل صلاح تھے ان سے سوال کیا کہ نماز سنت کے مطابق پڑھنا کسی سے سیکھا ہے کہ قیام کیسے کریں؟ ہاتھ کیسے باندھیں؟ رکوع کیسے کریں؟ سجدہ کیسے کریں؟ قعدہ کیسے کریں؟ جب نماز کا یہ معاملہ ہے تو پھر دوسرے اعمال میں کس طرح سنت پر عمل ہوتا ہوگا؟

(تعمیم الاصلاح صفحہ 17-18)

اسلام میں اذان کا آغاز

اذان واقامت کے بنیادی اصول

اذان واقامت کے لئے اللہ تعالٰی نے ایسے جامع کلمات الہام فرمائے ہیں جو دین کی روح بلکہ دین کے پورے بنیادی اصولوں کی تعلیم ودعوت کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہیں۔ دین کے سلسلے میں سب سے پہلی چیز اللہ تعالٰی کی ذات وصفات کا مسئلہ ہے۔ اس بارے میں اسلام کا جو نظریہ ہے اس کے اعلان کے لیے اللّٰہ اکبر. اللّٰہ اکبر. سے بہتر اور اتنے جاندار الفاظ تلاش نہیں کئے جاسکتے۔ اس کے بعد نمبر آتا ہے عقیدۂ توحید کا بلکہ صفات کا مسئلہ اسی سے صاف اور مکمل ہوتا ہے۔ اس کیلئے اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه. جیسا جاندار اور مؤثر کوئی دوسرا مختصر کلمہ منتخب نہیں کیا جاسکتا۔

پھر اس حقیقت کے واضح اور معلوم ہوجانے کے بعد بس اللہ ہی ہمارا إلٰہ ومعبود ہے۔ یہ سوال فوراً سامنے آجاتا ہے کہ اس اللہ تک پہنچنے کا راستہ یعنی اس سے بندگی کا صحیح رابطہ قائم کرنے کا طریقہ کہاں سے معلوم ہوسکے گا؟ اس کے جواب کے لئے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه. سے بہتر کوئی کلمہ نہیں سوچا جاسکتا۔ اس کے بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوة. کے ذریعے اس نماز کی دعوت دی جاتی ہے جو اللہ تعالٰی کی عبادت وبندگی اور اُس سے رابطہ قائم کرنے کا سب سے اعلٰی ذریعہ ہے۔ اور اللہ کی طرف چلنے والے کا سب سے پہلا قدم بھی ہے۔

اس کے بعد حَیَّ عَلَی الْفَلَاح. کے ذریعہ اس حقیقت کا اعلان کیا جاتا ہے کہ یہی راستہ فلاح یعنی نجات وکامیابی کی منزل تک پہنچانے والا ہے۔ اور جو لوگ اس

راستہ کو چھوڑ کر دوسری راہوں پر چلیں گے وہ فلاح سے محروم رہیں گے۔ گویا اس میں عقیدہ ہی کا علم نہیں ہوتا بلکہ وہ زندگی کا سب سے اہم اور قابل فکر مسئلہ بن کر ہمارے سامنے کھڑا ہو جاتا ہے اور آخر میں اَللّٰهُ اَكْبَرُ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه. کے ذریعہ پھر یہ اعلان اور پکار ہے کہ انتہائی عظمت و کبریائی والا بس اللہ ہی ہے اور وہی بلا شرکتِ غیر معبود برحق ہے۔ اس لئے بس اسی کی رضا کو اپنا مطلوب و مقصود بنائے۔

بار بار غور کیجئے کہ اذان و اقامت کے ان چند کلمات میں دین کے بنیادی اصولوں کا کس قدر جامع اعلان ہے اور کتنی جاندار اور مؤثر دعوت ہے۔

گویا ہماری مساجد سے روزانہ پانچ وقت دین کی یہ تبلیغ و دعوت نشر کی جاتی ہے۔ ہم مسلمان اگر اتنا ہی کر لیں کہ اپنے ہر بچہ کو اذان یاد کرائیں اور کسی قدر تفصیل کیساتھ اس کا مطلب سمجھا دیں۔ خصوصاً اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ. اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ. کا مطلب زمانہ اور ماحول کے مطابق سمجھا دیں تو ان شاء اللہ وہ کبھی کسی غیر اسلامی دعوت کا شکار نہ ہو سکے گا۔ (معارف الحدیث)

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مؤذن کہے اَللّٰهُ اَكْبَرُ جواب دینے والا اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے۔ اسی طرح طرح مؤذن کے ہر کلمہ کے جواب میں وہی کلمہ دہرایا جائے جب مؤذن حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة. اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہے تو جواب دینے والا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه. کہے باقی اُسی طرح۔ (صحیح مسلم)

خوش نصیب انسان

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جس شخص کو اللہ پاک نے پانچ نعمتوں سے نوازا وہ پھر چھٹی نعمت کیلئے نہ سوچے ان پانچ نعمتوں میں دنیا اور آخرت کی ساری نعمتیں جمع ہیں۔

(۱) بیوی نیک اور مزاج کے مطابق مل جائے۔

(۲) اولاد فرمانبردار اور نیک مل جائے۔

(۳) دوست و احباب اچھے مل جائیں۔ (۴) پڑوسی شریف مل جائے۔
(۵) کاروبار روزگار اپنے وطن میں نصیب ہو جائے۔ (روضۃ العلماء)

حی علی الفلاح

اذان، کرۂ ارض پر رہائش پذیر تمام انسانوں کے لیے رب کریم کی طرف سے بلاوا اور صدائے عام ہے...... اذان سننے کے بعد مبارک کے مستحق ہیں وہ قدم جو دیکھنے میں تو مسجد کی طرف چلتے ہوئے نظر آتے ہیں مگر حقیقت میں یہ قدم اللہ کی طرف چل رہے ہوتے ہیں اور اس کی جنت کا سفر طے کر رہے ہوتے ہیں۔ اسلام کی علامات میں سے سب سے بڑی علامت اذان ہے، ایک اچھے مسلمان کی بھی یہی نشانی ہے کہ اذان سننے کے بعد اس کے قدم تیزی سے اللہ کے گھر کی طرف اٹھنے لگتے ہیں۔ اذان اسلام کے شعائر (علامات) میں سے سب سے بڑا شعار ہے۔

اللہ کی حلیم و کریم ذات کا یہ حلم و کرم ہے کہ انہوں نے دنیا میں ہر وہ چیز عام اور سستی کر دی ہے جس کا تعلق انسانوں کی دینی یا دنیوی ضرورت سے ہو۔ دیکھئے! ہوا اور پانی کس قدر عام اور سستے ہیں کہ ہر جگہ اور ہر شخص کو میسر ہیں، اسی طرح اذان بھی دن میں پانچ وقت دی جاتی ہے اور ہر مسلمان اسے سنتا ہے، اذان کا عام ہونا اس کے اہم اور عظیم الشان ہونے کی ایک واضح علامت ہے، اذان کے وقت خاموش رہنا اور اس کا جواب دینا بعض علماء کے نزدیک واجب اور ضروری ہے، جن لوگوں کے دلوں میں اذان کا ادب و احترام اور عزت و مقام ہے اذان سنتے ہی ان کے دماغ سن اور ان کی زبانیں گم ہو جاتی ہیں اور ان کے دل اللہ کی عظمت و کبریائی سے دہل جاتے ہیں کیونکہ ان کے کان کائنات کے خالق و مالک کی صدا اور بلاوا سن لیتے ہیں۔

جدید لاؤڈ اسپیکروں نے تو اذان کی اہمیت و قوت، شان و شوکت اور عظمت و مقام میں اضافہ کر دیا ہے، اذان اسلام کا ایک ایسا عظیم الشان عمل ہے کہ کافروں اور منافقوں پر یہ اتنا بھاری اور گراں ہے کہ اسلام کا دوسرا کوئی عمل ان پر اتنا گراں اور

بھاری نہیں۔ چنانچہ جہاں کافروں اور منافقوں کا ماحول ہو وہاں آپ بآسانی نماز پڑھتے ہیں مگر اذان نہیں دے سکتے، یہ لوگ آپ کو بخوشی نماز پڑھنے کی اجازت دے دیں گے مگر بآواز بلند اذان کہنے کی اجازت ہرگز نہیں دیں گے، کیونکہ شیطان اور اس کے چیلوں پر اذان بہت گراں اور بھاری ہے۔ آج مغربی اور یورپی ممالک میں جہاں جہاں مسلمان کم تعداد میں موجود ہیں انہیں وہاں کی حکومتوں نے بخوشی نماز باجماعت پڑھنے کی اجازت دے رکھی ہے، کیونکہ یہ ایک خاموش عمل ہے مگر ان مسلمانوں کو بآواز بلند لاؤڈ اسپیکروں میں اذان کی ہرگز اجازت نہیں۔

اذان کی اہمیت وعظمت کا اندازہ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ کے اس قول سے لگایا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی بیابان جنگل میں تنہا فرض نماز پڑھ رہا ہو تو بھی اذان ترک نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرے اور اللہ کے نام کی عظمت و بڑائی کا اعلان کرے۔ آزمودہ نسخہ ہے کہ اگر کوئی خوش نصیب یہ چاہتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت و بڑائی پیدا ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اذان کو بغور تمام توجہ کے ساتھ سنے اور مؤذن کی آواز کی طرف پوری پوری توجہ رکھے چند دن اس ہلکے پھلکے، آسان اور خفیف عمل کی برکت کا وہ خود مشاہدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی محبت وعظمت اپنے دل میں محسوس کرنے لگے گا۔ اللہ کرے کہ اذان سننے کی لذت وحلاوت دل محسوس کرلے کہ یہی دیگر تمام اعمال کے آسان ہونے کا دروازہ اور کنجی ہے اور دنیا و آخرت کی تمام کامیابیوں اور کامرانیوں کا راز انہی مبارک کلمات میں پوشیدہ ہے اور ''آؤ! کامیابی کی طرف، آؤ! کامیابی کی طرف'' کا عملاً جواب دینے اور سجدۂ بندگی بجالانے کی خاطر اللہ کے گھروں کی طرف بار بار چلتے رہنے میں ہے۔ (مولانا محمد بلال حجازی کراچی)

اذان کا احترام اور ہماری غفلت

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اذان اتنا بڑا اعلان ہے.... اتنی عظمت کی چیز ہے کہ.... شیاطین اور کفار اس کی

آواز برداشت نہیں کر سکتے.... مگر افسوس کہ آج کے مسلمانوں کے دل میں.... اذان کی عظمت باقی نہیں رہی.... حکم تو یہ ہے کہ جیسے ہی اذان شروع ہو.... سب کاموں سے خود کو فارغ کر کے.... ہمہ تن متوجہ ہو جائیں.... مگر یہاں تو حالت یہ ہے کہ.... اذان کی آواز سن کر کان پر جوں تک نہیں رینگتی....

اپنے بچپن میں ہم نے دیکھا کہ کوئی بڑھیا چکی چلا رہی ہے، جیسے ہی اذان کی آواز آئی فوراً چکی روک لی، جب تک اذان ہوتی رہی اس نے کام چھوڑے رکھا اور کاشتکاروں کو دیکھا کہ بوجھ کا گھٹا اُٹھائے جا رہے ہیں، راستے میں اذان شروع ہو گئی تو وہیں ٹھہر گئے، سر پر بوجھ اُٹھایا ہے، آگے بھی نہ جانے کتنی دور جانا ہے؟

مگر کیا مجال کہ حرکت کریں، اسی جگہ بوجھ اُٹھائے کھڑے ہیں، جب تک اذان ختم نہیں ہو جاتی، کھڑے ہی رہیں گے، اذان کی ایسی عظمت اور ہیبت دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔

اگر کسی خاتون کے سر سے دوپٹہ اُتر گیا تو اذان کی آواز سنتے ہی فوراً سر ڈھانپ لیتیں، اذان کے دوران اگر کوئی بچہ بولا یا کسی نے بات شروع کی تو ہر طرف سے آوازیں شروع ہو جاتیں "خاموش! خاموش! اذان ہو رہی ہے"۔

مگر آج کیا حالت ہے کہ عوام تو عوام بعض اہل علم کی بھی یہ حالت ہے کہ جب اذان ہو رہی ہوتی ہے تو یہ بھی آپس میں باتوں میں مشغول ہوتے ہیں، جہاں حکم یہ ہے کہ تلاوت بھی بند کر دو، اذان کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اس وقت اگر یہ کسی دینی کام میں مشغول ہوتے ہیں تو بھی حکم یہ تھا کہ اسے چھوڑ کر اذان سنتے مگر دینی کام تو الگ رہا یہ دنیوی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ کچھ معلوم نہیں کہ اذان کب شروع ہوئی، کب ختم ہوئی جو اذان سن ہی نہیں رہا وہ جواب کیا دے گا۔

اذان کی اس قدر اہمیت اور عظمت کے باوجود مسلمان کے دل سے اس کی عظمت نکل گئی، جب عظمت نکل گئی، توجہ نہ رہی تو پھر اذان کو یہ سمجھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے منادی کی آواز ہے، ان کی طرف بلاوا ہے، کس کا ذہن اس طرف جائے گا؟

کس کو اس کا خیال آئے گا؟ یہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے کہ اسے سنے بھی، اس کی طرف دھیان بھی دے، وہ تو اپنی باتوں میں مست ہے۔

پھر اذان کے بعد دُعا مانگنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی تو اذان کا دل پر کیا اثر ہوگا؟ جو چیز دل کو متوجہ کرنے والی تھی، نماز کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دینے والی تھی اسے دل سے نکال دیا، جب بنیاد ہی گرادی تو آگے کیا توفیق ہو؟

شریعت میں امام ومؤذن کا مقام

منصبِ امامت ایک جلیل القدر منصب ہے جو گویا کہ نیابتِ رسالت (انبیاء کے نائب) ہیں..... جس کی بناء پر ائمہ حضرات کا اکرام واحترام لازم ہے... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے امام تمہارے سفارشی ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ تمہارے امام اللہ تعالیٰ کے یہاں تمہارے نمائندہ ہیں۔ (اتحاف السادۃ المتقین)

حدیث پاک میں مؤذن کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مثلاً: بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تمہیں اذان کی فضیلت اور خیر وبرکت کا علم ہو جائے تو تم مؤذن بننے کیلئے قرعہ اندازی کرنے لگو گے یعنی ہر ایک اذان دینے کا اتنا شوقین ہو جائے گا کہ جھگڑے کو ختم کرنے کیلئے قرعہ کی ضرورت پیش آئے گی۔ (۸۶/۱)

دوسری حدیث میں ہے کہ مؤذن کو اللہ کے راستہ میں شہید کی طرح ثواب ملتا ہے اور دفن کے بعد اس کا جسم کیڑوں کی غذا نہیں بنتا۔ (معجم طبرانی)

امام اور مؤذن صاحبان کو نوکر سمجھنا یا نوکروں جیسا برتاؤ ان کے ساتھ کرنا ... بہت غلط بات ہے اور ان کی حق تلفی ہے... یہ خیال تکبر سے پیدا ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل میں ذرّہ برابر تکبر ہوگا... جب تک اس کو دوزخ میں جلا کر نکال نہ دیا جائے گا ... وہ جنت میں نہیں جا سکتا... (مسلم شریف: ۱۶۵/۱)

اس لیے جو حضرات ایسا کرتے ہیں.. ان کیلئے ضروری ہے کہ وہ اس سے باز آئیں

...اور اپنی اصلاح کریں..اور آئندہ امام ومؤذن صاحبان کا اکرام واحترام کریں۔

فقہائے کرام رحمہم اللہ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مسجد کے متولی اور مدرسہ کے مہتمم کو لازم ہے کہ خادمانِ مساجد اور مدارس کو ان کی حاجت کے مطابق اور ان کی علمی قابلیت اور تقویٰ وصلاح کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفہ ومشاہرہ (تنخواہ) دیتے رہیں۔ باوجود گنجائش کے کم دینا بُری بات ہے اور متولی خدا کے یہاں جواب دہ ہوں گے۔ (درمختار والشامی)

صرف امامت کی تنخواہ دے کر امام پر اذان کی ذمہ داری ڈالنا...اور ان سے جھاڑو دینے...اور نالیاں صاف کرنے وغیرہ اُمور کی خدمت لینا ظلم شدید اور ان کی توہین ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: حاملین قرآن (حفاظ وقراء وعلمائے کرام) کی تعظیم کرو...بے شک جس نے ان کی تکریم کی...اس نے میری تکریم کی...(الجامع الصغیر)

ایک اور حدیث میں ہے کہ "حاملین قرآن اسلام کے علمبردار ہیں اور اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والے ہیں...جس نے اُن کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی ہے اور جس نے اُن کی تذلیل کی اُس پر اللہ کی لعنت ہے..." (فتاویٰ رحیمیہ، ج:۴،ص:۳۵۵)

نوٹ:۔ مسجد کی انتظامیہ کو اس کا بھی خیال رکھنا چاہئے کہ امام ومؤذن کی شکل وصورت مسنون ہو اور ان کا تلفظ بھی تجوید کے مطابق درست ہو...اگر ایک مشت سے کم داڑھی ہو تو نماز اور اذان صحیح نہیں۔

اذان اور اس کی فضیلت

حدیث میں ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان بدحواس ہو کر بھاگتا ہے، یہاں تک کہ مقام روحا (جو مدینہ سے ۳۶ میل ہے) جا کر ٹھہرتا ہے (مسلم شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سات سال تک اذان دی تو اس کو دوزخ سے آزادی ہے، (ترمذی، ابوداؤد)

اذان کی یہ فضیلت پڑھ کر ہر مسلمان کو خیال ہوگا کہ جب اذان کہنے والے (مؤذن) کا یہ درجہ ہے تو ہم یہ درجہ کیسے حاصل کریں، چنانچہ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دربارِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) میں عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مؤذن تو اجر اور ثواب میں ہم سے آگے نکل گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو کچھ مؤذن کہتا ہے وہی الفاظ تو بھی کہا کر، اور جب اذان ختم ہو جائے تو خدا سے دعا کیا کر، اذان کے بعد جو دعا کی جائے قبول ہوتی ہے۔ (ابوداؤد)

سوال:۔ اذان کے کیا معنی ہیں؟

جواب:۔ اذان کے معنی خبر کرنے کے ہیں لیکن شریعت میں خاص نمازوں کے لئے خاص الفاظ سے خبر کرنے کو اذان کہتے ہیں۔

سوال:۔ اذان کسے کہتے ہیں؟ **جواب:۔** جب نماز کا وقت آجاتا ہے تو نماز سے کچھ دیر پہلے ایک شخص کھڑے ہو کر زور زور سے یہ الفاظ کہتا ہے:۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اللہ سب سے بڑا ہے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اللہ سب سے بڑا ہے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اللہ سب سے بڑا ہے	اللہ سب سے بڑا ہے
اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے	گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ	اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ
گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں	گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ	حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
آؤ۔ نماز کے لئے	آؤ۔ نماز کے لئے
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ	حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
آؤ۔ کامیابی کی طرف	آؤ۔ کامیابی کی طرف
اَللّٰہُ اَکْبَرُ	اَللّٰہُ اَکْبَرُ
اللہ سب سے بڑا ہے	اللہ سب سے بڑا ہے

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ..... اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

اِن الفاظ کو اذان کہتے ہیں۔ صبح کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ بھی دو مرتبہ کہنا چاہیے۔

سوال:۔ اذان فرض ہے یا سنت؟ **جواب:۔** اذان سنت ہے۔ لیکن چونکہ اذان سے اسلام کی ایک خاص شان ظاہر ہوتی ہے اس لئے اس کی تاکید بہت ہے۔

سوال:۔ اذان کا مستحب طریقہ کیا ہے؟

جواب:۔ اذان میں سات باتیں مستحب ہیں:

ا۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا۔ ۲۔ اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہنا یعنی جلدی

نہ کرنا۔ ۳۔ اذان کہتے وقت دونوں شہادت کی انگلیاں کانوں میں رکھنا۔ ۴۔ اونچی جگہ پر اذان کہنا۔ ۵۔ بلند آواز سے اذان کہنا۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتے وقت دائیں جانب اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے وقت بائیں جانب منہ پھیرنا۔ ۶۔ فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دوبار کہنا۔

سوال:۔ اقامت کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ فرض نماز شروع کرتے وقت یہی کلمات جو اذان کے ہیں کہے جاتے ہیں۔ مگر حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اقامت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو مرتبہ اذان کے کلموں سے زیادہ کہا جاتا ہے۔

سوال:۔ بے وضو اذان اور اقامت کہنا کیسا ہے؟

جواب:۔ اذان بے وضو کہنا جائز ہے۔ مگر اسکی عادت کر لینا بُرا ہے اور اقامت بے وضو مکروہ ہے۔

سوال:۔ مسافر حالتِ سفر میں اذان و اقامت کہے یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں حالتِ سفر میں جب آبادی سے باہر ہو اذان اور اقامت دونوں کہنی چاہئیں۔ لیکن اگر اذان نہ کہے صرف اقامت کہہ لے جب بھی مضائقہ نہیں اور دونوں کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

سوال:۔ اذان اور اقامت کی اجابت کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اذان اور اقامت دونوں کی اجابت مستحب ہے اور اجابت سے مراد یہ ہے کہ سننے والے بھی وہی کلمہ کہتے جائیں جو مؤذن یا مکبّر کہتا ہے۔ مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ سُن کر لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہنا چاہئے اور فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ سن کر صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہنا چاہئے اور تکبیر میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃِ سن کر اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا کہنا چاہئے۔

سوال:۔ اذان کے بعد کیا دُعا پڑھنی چاہئے؟

جواب:۔ اذان کے بعد یہ دُعا پڑھے: **اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَآئِمَۃِ آتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ.** عورتیں مؤذن کی آواز سن کر یہ کلمات دہرائیں اور اذان کے بعد درود شریف پڑھ کر۔ یہ دعا پڑھیں۔

اذان کے ضروری مسائل

مسئلہ:۔ بلا وضو اذان نہ کہنی چاہئے (ترمذی) ایک حدیث میں ہے لا یؤذن الا متوضی (یعنی بلا وضو اذان نہ دے) البتہ مجبوری کی حالت میں بلا کراہت جائز ہے جیسے نماز کا وقت تنگ ہوتا جا رہا ہے یا وضو بیماری کی وجہ سے نقصان دے گا۔

مسئلہ:۔ جو شخص اذان پڑھے وہی تکبیر کہے، البتہ اگر مؤذن اذان پڑھ کر کہیں چلا جائے یا دوسرے شخص کو تکبیر کی اجازت دے دے تو پڑھ سکتا ہے۔ (شامی)

مسئلہ:۔ تکبیر صرف فرض نمازوں کے لئے مسنون ہے۔

مسئلہ:۔ عیدین، تراویح، نماز جنازہ کے لئے اذان نہیں۔ (عالمگیری)

مسئلہ:۔ عورتوں کو اذان یا تکبیر کہنا مکروہ ہے، خواہ نماز جماعت سے پڑھیں یا علیحدہ۔ (درمختار)....... **مسئلہ:۔** عورت اذان سن کر اذان کے کلمات کا مرد کی طرح جواب دے، (جمع الفوائد)

مسئلہ:۔ اذان اور تکبیر کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے۔ (بہشتی زیور)

مسئلہ:۔ مسجد کے اندر اذان پڑھنا مکروہ ہے، البتہ جمعہ کے خطبہ کے وقت والی اذان منبر کے سامنے مکروہ نہیں۔ (عالمگیری)

کن صورتوں میں اذان کا جواب نہ دینے کی اجازت ہے؟

❶ ...نماز پڑھنے کی حالت میں

❷ ...خطبہ سنتے وقت (خطبہ جمعہ ہو یا عیدین یا خطبہ نکاح)

3...حیض کی حالت میں 4...نفاس کی حالت میں۔

5...علم دین پڑھتے پڑھاتے وقت 6...قضائے حاجت کے وقت

7...کھانا کھاتے وقت 8...نماز جنازہ پڑھتے وقت۔(ماخوذ از بہشتی زیور)

مؤذن کا مقام ومرتبہ

1...جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے ہر درخت اور پتھر اس کے حق میں گواہی دے گا۔اور ہر تر اور خشک چیز مؤذن کیلئے مغفرت کی دعا کرتی ہے۔

2...مؤذن کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا ہے کہ اے اللہ مؤذنین کی مغفرت فرما۔ 3...جب اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر ہوا خارج کرتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔ 4...قیامت کے دن سب سے لمبی گردن والے مؤذن ہونگے اور مؤذن قبر سے اذان دیتا ہوا اٹھے گا۔ 5...مؤذنین قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر تفریح کر رہے ہوں گے ان کو نہ کوئی غم ہوگا نہ خوف۔

اذان کا جواب دینے کی فضیلت

1...جو شخص اذان کی آواز سن کر وہی کلمات دہرائے وہ جنت میں داخل ہوگا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا حق دار ہوگا۔

جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کاروبار وغیرہ کا حکم

جمعہ کے دن ہر ایسے مسلمان عاقل بالغ تندرست مرد پر جو کسی شہر میں ہو جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام واجب ہے...اسکے سوا کسی اور کام میں مشغول ہونا جائز نہیں...جس کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

1 جمعہ کی پہلی اذان کے بعد کسی بھی قسم کے کاروبار، تجارت اور خرید وفروخت جائز نہیں لہٰذا جمعہ کی پہلی اذان پر دوکان کو مکمل بند کریں، مالک دوکان اور ملازم سب جمعہ ادا کریں۔

❷ جمعہ کے دن بعض دوکاندار ایسا کرتے ہیں کہ ان کی دوکان کا ایک فرد ایسی مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے جہاں جمعہ کی نماز جلدی ہوتی ہے اور وہ آ کر دوکان پر بیٹھ جاتا ہے۔ پھر دوسرا شخص دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتا ہے، جہاں نماز جمعہ دیر سے ہوتی ہے اور دوکان برابر کھلی رہتی ہے اور کاروبار جاری رہتا ہے یہ جائز نہیں، ہاں اگر دوکان کے تمام افراد کسی ایسی مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کریں جہاں نماز جمعہ جلد ہوتی ہے اور پھر آ کر دوکان کھول لیں تو یہ جائز ہے۔

❸ ملازمت سرکاری ہو یا غیر سرکاری جمعہ کی پہلی اذان کے بعد ملازمت کرنا جائز نہیں اس کو چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنے کا اہتمام ضروری ہے، البتہ جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ملازمت کرنا جائز ہے۔ ❹ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد اگر کارخانہ یا دوکان یا فیکٹری باہر سے بند کر دیں اور اندر مسلمان کام کرتے رہیں یہ بھی جائز نہیں، سب کو کام چھوڑ کر نماز جمعہ ادا کرنا فرض ہے ورنہ سخت گناہ ہوگا۔

❺ اگر کسی مسلمان ملازم کو جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مالک کام کرنے پر مجبور کرے تو مجبور کرنے والا گناہگار ہے اور ملازم پر اس کا کہنا ماننا جائز نہیں.... اگر وہ مجبور کرنے سے باز نہ آئے تو ملازم کو چاہئے کہ اس کی یہ ناجائز بات نہ مانے بلکہ جمعہ کی نماز اپنے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے۔ ❻ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد گلی کوچوں اور بازاروں میں محنت مزدوری کرنے والوں اور چل پھر کر مال بیچنے والوں ریڑھی اور ٹھیلہ لگانے والوں پر بھی واجب ہے کہ کام بند کر کے نماز جمعہ ادا کریں۔

❼ اذان جمعہ کے بعد کھانا پینا.... سونا یا کسی سے باتوں میں مشغول رہنا.... یہاں تک کہ کسی اخبار یا کتاب کا مطالعہ کرنا وغیرہ.... غرضیکہ ہر وہ کام جو جمعہ کی تیاری کیلئے مانع بنے جائز نہیں.... صرف جمعہ کی تیاری کے لئے جو کام ہوں.... وہ کئے جا سکتے ہیں۔

❽ اذان جمعہ کے بعد مرد حضرات کو جن پر جمعہ کی نماز فرض ہے گھر میں نوافل یا ذکر و تلاوت یا کسی اور عبادت میں مشغول رہنا جائز نہیں.... انہیں چاہئے کہ نماز جمعہ

کے لئے مسجد میں حاضر ہو... مسجد میں اگر چاہیں اور موقعہ ہو تو ان عبادات کو انجام دے سکتے ہیں.... مسائل بالا کو غور سے پڑھیں اور عمل کریں۔

مؤذن حضرات کی خدمت میں

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک کافر بادشاہ کی لڑکی اسلام کی طرف مائل ہوگئی۔ بادشاہ نے ہزار جتن کیے کہ کسی طرح اپنی بیٹی کو اسلام سے دور کیا جاسکے لیکن بادشاہ کا کوئی حربہ بھی کارگر ثابت نہ ہوسکا۔

اسی حالت میں ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ بادشاہ کی شاہی سواری اور ارکان سلطنت ایک مسجد کے دروازے پر آئے اور خوب تحائف کے ساتھ مؤذن کو نوازا۔ مسلمان اور وہ مؤذن حیران کہ خدا جانے کیا قصہ ہے۔ بادشاہ نے مؤذن کو تحائف پیش کر کے کہا کہ میری لڑکی اسلام کی طرف مائل ہوگئی تھی میں نے اس کو اسلام سے باز رکھنے کیلئے ہزار جتن کیے لیکن وہ باز نہ آئی۔ آج جب اس نے تمہاری ڈراونی آواز میں اذان سنی تو اس کا دل خود بخود اسلام سے دور ہوگیا۔ یہ اعزاز و تحائف تمہاری اسی اذان کا انعام ہے کہ تم نے میری ایک بڑی مشکل آسان کر دی۔

اذان ایک مستقل عبادت ہے اور اسلام کے شعائر میں سے ہے۔ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اگر کسی علاقہ کے مسلمان اذان دینا ترک کر دیں تو خلیفہ وقت کو ان کے خلاف جہاد کرنا چاہیے۔ اذان جیسے اہم اعلان کو ہم صرف اپنی خواہش کی تکمیل کا ذریعہ ہی نہ سمجھیں بلکہ شریعت میں اس کے متعلق ضروری احکام و آداب کو سیکھ کر ادا کریں۔ ہمارے بزرگ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ) ایسے مسائل پر خاص توجہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اذان بھی ایسا عمل ہے جس کو سیکھ کر ادا کرنے کی ضرورت ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: آج ہماری اذانیں اور نمازیں سنت کے موافق نہیں۔

اذان سنت کے موافق سننے میں نہیں آتی۔ سات برس ہو گئے جہاں کہیں جاتا ہوں اذان غور سے سنتا ہوں اس مدت میں مختلف جگہوں پر گیا۔ ہندوستان کے مختلف صوبوں میں اور ہندوستان کے باہر بھی، مگر ایک جگہ لکھنؤ میں اذان صحیح ملی اور دوسری یہاں جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں سنت کے موافق اذان ملی۔ (تعیم الاصلاح ص ۱۷)

نیز فرمایا کہ مجھے افسوس ہے کہ اذانیں اور تکبیریں کہیں اصول فقہ پر نہ ملیں، نہ کراچی میں نہ لاہور میں اور نہ حیدرآباد میں۔ اس کا سبب بھی غفلت کے ساتھ سستے مؤذنوں کا تقرر ہے، آنکھ میں تکلیف ہوگی تو آنکھ کے ماہر ڈاکٹر کو دکھائیں گے لیکن اذان دینے والے کو جب مقرر کریں گے تو کم تنخواہ کا تلاش کریں گے، کسی ماہر فن سے تجویز کرانا چاہیے، خود مؤذن یا مدرس نہ مقرر کرے اور معقول تنخواہ دی جائے۔ (مجالس ابرار، ص: ۴۰۴)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ایک جگہ حاضری ہوئی تو اذان اس قدر جلدی دی گئی کہ درمیان میں اتنا موقع ہی نہ دیا کہ اذان کا جواب دیا جاسکے۔ آج کل مسجد کے جسم پر توجہ ہے اور روح پر نہیں۔ معلوم کیا کہ مسجد کتنے میں تعمیر ہوئی تو معلوم ہوا کہ 2 لاکھ کی تعمیر ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ مسجد تو دو لاکھ کی اور مؤذن 60 روپے کا۔ (مجالس ابرار، ص: ۴۲۹)

ارشاد فرمایا کہ اقامت کا طریقہ یہ ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے چاروں کلمات کو ایک سانس میں کہے، پھر ہر کلمہ پر وقف کرے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر اور قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃِ پر وقف کرے۔ بعض لوگ مسائل فقہ سے نادانی کے سبب حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کی ح کے نیچے زیر پڑھ کر دوسرا حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہتے ہیں۔ اسی طرح پہلے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کی ۃ پر زیر پڑھ کر دوسرا حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ پڑھتے ہیں۔ اسی طرح قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے ۃ پر پیش پڑھ کر دوسرا قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ کہتے ہیں۔ اس نوع کا وصل کرنا اور ان کے آخری حروف پر دو میں زیر کی حرکت دینا اور تیسرے میں پیش کی حرکت پڑھنا قواعد فقہ سے غلط ہے، اس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ (مجالس ابرار، ص: ۱۵۱)

امامت کے ضروری احکام ومسائل

ذیل میں نماز اور امامت کے متعلق چند اہم مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔ان مسائل کی روشنی میں ہم سب اپنا محاسبہ کریں اور فقہاء کرام نے جن علمی، عملی واعتقادی چیزوں کی نشاندہی کی ہے ان میں سے جو اپنانے کی ہیں ہم ان کا اہتمام کریں اور جن چیزوں سے اجتناب کی ضرورت ہے ان کے بارے میں ہم اپنی اِصلاح کرلیں تاکہ ہماری امامت موجب اَجر وثواب ہوسکے۔دین کے کاموں میں شرعی احکام سے غفلت ''نیکی برباد گناہ لازم'' کا مصداق ہوسکتی ہے۔اس لیے نماز وامامت کے متعلق ضروری احکام سیکھ لینا نہایت ضروری ہیں۔

چار شرعی دلائل

قرآن...حدیث...اجماع...قیاس

آج کل دینی علوم سے جہالت اس قدر ہے کہ عام لوگوں کو یہ پتہ ہی نہیں کہ ہمارے اسلام میں شرعی دلیلیں کل کتنی ہیں اور کون کونسی ہیں۔ بعض جہالت سے اور بعض صرف دنیاوی تعلیم رکھنے کی وجہ سے کوئی کسی دلیل کا انکار کر بیٹھتا ہے اور کوئی کسی کا۔ حتیٰ کہ بعض حضرات حدیث تک کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ آیئے ہم اس مضمون کا مطالعہ کر کے یہ سمجھیں کہ چاروں دلیلیں برحق ہیں اور اسلام میں رائج ہیں ان کے ذہن نشین ہونے کے بعد ان شاء اللہ آپ کو کوئی پھسلا نہ سکے گا۔

شریعت اسلامیہ میں کل چار دلیلیں ہوتی ہیں

(۱) کتاب اللہ یعنی قرآن مجید (۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حدیث مبارک (۳) اُمت کا اجماع یعنی علماء اور فقہاء کا کسی مسئلے پر جمع و متفق ہو جانا۔

(۴) قیاس یعنی قرآن یا حدیث میں کسی مسئلے کی اصل وجہ اور سبب دیکھ کر کسی دوسرے مسئلے پر منطبق کرتے ہوئے وہی حکم جاری کر دینا۔

یہ چار دلائل شریعت میں رائج ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو پوچھا کہ وہاں جا کر فیصلے کس طرح کیا کرو گے؟ حضرت معاذ نے جواب دیا کہ قرآن پاک میں مسئلہ ڈھونڈ کر حل کروں گا پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ اگر قرآن میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

نے جواباً عرض کیا کہ پھر احادیث سے اس مسئلے کا حل نکالوں گا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ اگر احادیث میں بھی وہ مسئلہ نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟ عرض کیا کہ پھر میں اپنی رائے سے قیاس واجتہاد کروں گا۔ اگر وہ اجتہاد ٹھیک نکلا تو اللہ کی طرف سے ہوگا۔ اگر وہ غلط نکلا تو وہ میری طرف سے ہوگا۔ تو اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو خوب سراہا اور داد اور دعا دی۔ (اصول الشاشی)

اس حدیث سے دلائل شرعیہ کی وضاحت ملی اور علماء وفقہاء اور مفتیان کرام کو مسئلہ حل کرنے کا طریقہ بتا دیا گیا۔ بعض لوگ قیاس کو نہیں مانتے حالانکہ وہ بھی چوتھی شرعی دلیل ہے اور بہت سے مسائل کا حل ہے مگر اس قیاس کو سمجھنے اور کرنے کے لیے دنیاوی تعلیم کی آخری درجے کی ڈگریاں بھی ناکافی ہیں۔ محض دنیاوی علم حاصل کر کے نہ تو قیاس کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کے انکار کی گنجائش ہے اس لیے کہ قیاس بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ حدیث اوپر گزری اور قرآن کی اس آیت "فَاعْتَبِرُوْا یٰاُولِی الْاَبْصَارِ" سے ثابت ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی قوموں نے یہ قصور کیے اور ان کو یہ سزا ملی۔ اے مسلمانو! تم انہیں دیکھ کر عبرت پکڑو اگر اس طرح کا جرم تم نے کیا تو وہی سزا تمہیں بھی مل سکتی ہے۔ یہ عبرت پکڑنا قیاس ہی تو ہے اس لیے بغیر دلیل کے دنیاوی علوم کے کندھے پر سوار ہو کر اسلامی شرعی دلیل (قیاس) کا انکار نہیں کر سکتے۔

بعض لوگ اجماع کو بھی دلیل شرعی نہیں مانتے حالانکہ اس اُمت کو اللہ تعالیٰ نے جہاں اور بہت سے انعامات عطاء فرمائے وہاں اس اُمت کے علماء وفقہاء کا اکرام و عزت فرماتے ہوئے کسی مسئلے پر فقہاء کے متفق ہوئے وہ قبول فرمایا اور اسے شرعی دلیل نمبر ۳ بنایا ہے۔ آگے پھر اس کی تفصیلات و درجات ہیں کہ سب سے اونچے درجے کا اجماع صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے جو بہت مضبوط شرعی دلیل ہے۔ اسی طرح درجہ بدرجہ قیامت تک کے اہل حق علماء کا اجماع ہے۔ بعض لوگ مزید بڑی غلطی کرتے ہوئے حدیث کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ قرآن نے ہر چیز

بیان کردی ہے اس لیے (نعوذ باللہ) حدیث کی ضرورت نہیں اور اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں حالانکہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ قرآن ہی میں حدیث کا ذکر ہے اور یہ حکم ہے کہ جو کچھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے کو فرمائیں تو کرو اور جس چیز سے روک دیں تو رُک جاؤ۔ نیز نماز کی فرضیت قرآن میں ہے اور ہر فرض نماز کی رکعات کی تعداد صرف اور صرف حدیث ہی سے ملتی ہے۔ اس لیے حدیث کا انکار غفلت، جہالت اور حماقت ہے اور بعض لوگ اس قدر حد سے آگے بڑھ گئے ہیں کہ قرآن پاک کو بھی معاف نہیں کیا۔ کسی نے تحریف وتبدیلی کی کوشش کی اور کسی نے اپنے مطلب کے معانی بنائے۔ غرض کسی نے کچھ کیا اور کسی نے کچھ کہا۔

حتیٰ کہ قرآن پاک پڑھنے کے لیے بہت سے لوگوں نے حروف تک ٹھیک نہ کیے اور دینی علوم کے خزانے جو قرآن پاک میں بھرے پڑے ہیں انہیں تو کیا سیکھنا تھا ترجمہ قرآن نہیں پڑھا بلکہ اردو کے ترجمے دیکھ کر خود ہی سمجھنا شروع کردیا حالانکہ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ غیر عالم کو ترجمہ قرآن بھی کسی عالم دین سے پڑھنا چاہیے۔ بہر حال اسلام کی شرعی ان چار دلیلوں میں سے سب سے بڑی دلیل قرآن پاک ہے جس کا پڑھنا، پڑھانا، دیکھنا، دکھانا، سیکھنا، سکھانا سب عبادت ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ اس کے الفاظ بھی مقصود ہیں اور معانی بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن وحدیث سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق دیں آمین ثم آمین۔

صحیح مخارج پر غیر قادر کی امامت

سوال: ایک امام صاحب اچھا پڑھنے والے نہیں ہیں، اور کئی حروف سمجھ میں نہیں آتے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اُن کو امامت سے معزول کر دیا جائے، وہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے چونکہ نئے دانت لگوائے ہیں اس لئے تاروں کی وجہ سے آواز بھاری ہو جاتی ہے۔ باقی رہا اشکال، حروف سمجھ میں نہ آنے کا تو اِمام صاحب کا کہنا ہے کہ تمام حروف سمجھتا ہوں، کیا اُن کی امامت درست ہے؟

جواب: اگر یہ امام حروف کو ان کے مخارج سے صحیح طرح سے اَدا کرتا ہو اور قریب سے سننے والے تمام حروف کو بخوبی سمجھ بھی سکیں تو یہ اِمام زیادہ حق دار ہے اِمامت کا، اسی کو برقرار رکھنا چاہئے، اور اگر حروف کو صحیح طریقہ سے مخارج سے ادا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، خواہ یہ عدمِ قدرت نئے دانتوں کی وجہ سے ہو یا اور کوئی سبب ہو، اور قریب سے سننے والے تمام حروف کو بخوبی صاف اور واضح طور پر نہ سمجھ سکیں تو اس کی امامت درست نہیں۔ (حسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۳۰۲)

اگر قرآن شریف ایسا غلط پڑھتا ہے کہ جس سے معنیٰ بگڑ جاتے ہیں تو اس کے پیچھے بالکل اَن پڑھ لوگوں کی جن کو تین آیتیں بھی صحیح یاد نہیں نماز درست ہے اور جس کو تین آیتیں صحیح یاد ہیں ان کی نماز درست نہیں، کسی صحیح پڑھنے والے کو امام بنانا چاہئے جس سے سب کی نماز درست ہو جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷، ص ۳۹)

فرض پڑھ چکنے کے بعد پھر فرض کی امامت

مسئلہ یہ ہے کہ جس نے فرض پڑھ لئے ہوں وہ پھر امام، فرض پڑھنے والوں کا

نہیں ہوسکتا، جس نے اپنی نمازِ فرض تنہا پڑھ لی تو فرض اس کے ادا ہو گئے اب ان کو نفل نہیں کر سکتا۔ بلکہ اگر دوبارہ اِسی نماز کو پڑھے گا تو وہ نفل ہوگی اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۱۰۸، بحوالہ ردالمختار)

سنت مؤکدہ نہ پڑھنے والے کی امامت

سوال: اگر جماعت سے پہلے سنتِ مؤکدہ نہیں پڑھ سکا تو امام ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ فرق آئے گا یا نہیں؟

جواب: وہ شخص امام ہوسکتا ہے اور مقتدیوں کی نماز میں کچھ کراہت اور خلل نہ ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم، ج ۳، ص ۹۶)....... احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۸۶ پر مسئلہ اس طرح ہے "امام کو وقتِ متعین کی رعایت رکھنا لازم ہے اس لئے جماعت کے وقت سے پہلے، سنتوں سے فراغت کا اہتمام کرے، اگر کبھی کسی عذر کی وجہ سے تاخیر ہوگئی تو مقتدیوں کو چاہئے کہ امام کو سُنتیں ادا کرنے کا موقع دیں۔ اور اگر ایسا نہیں کیا گیا اور بغیر سنتیں ادا کئے نماز پڑھا دی تو بھی درست ہے۔

مستقل امام کا حق

سوال: ایک امام ایک جگہ امامت پر متعین ہے کیا اس جگہ دوسرا شخص جو اس سے علم میں زائد ہو بلا اجازت امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں کرسکتا تو بلا اجازت نکاح خوانی کس طرح کرسکتا ہے؟

جواب: احادیث اور روایاتِ فقہیہ سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ جو شخص امام کسی محلہ کا ہو اس کی موجودگی میں اس کی مرضی کے خلاف دوسرا امام نہ ہو اور نکاح خوانی کے لئے شارع علیہ السلام نے قاضی نکاح خواں کو معیّن اور مقرر نہیں کیا بلکہ یہ کام اولیاء کے سپرد کیا گیا ہے۔ جس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں موجود ہے، پس نکاح خوانی کو امامت پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۸۱، بحوالہ ردالمختار باب الامامۃ)

موجودہ امام کی اجازت ضرورت ہے

سوال: ایک مسجد میں امام مقرر ہے اس کی موجودگی میں اس سے زیادہ افضل شخص اگر آجاتا ہے تو مقتدی امام صاحب کی اجازت کے بغیر اس کو امام بنالیتے ہیں یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ **جواب:** مسجد کا جو اِمام مقرر ہو اور اس میں امامت کی اہلیت ہو تو وہ اِمام مقرر ہی دوسرے شخص کی نسبت اِمامت کا زیادہ مستحق ہے اگرچہ دوسرا شخص افضل واعلم اَقرأ ہو، لیکن اگر چند مقتدیوں نے اس دوسرے شخص کو امام بنادیا تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔ ردالمحتار ج ۱، ص ۵۲۲ میں ہے کہ اگر زیادہ فضیلت والے کو کسی مقتدی نے امام بنادیا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ بغیر اجازت امام معیّن امامت نہ کی جائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ج ۳، ص ۸۶)

ڈاڑھی کٹانے والے کی امامت

سوال: ڈاڑھی کٹانے یا مُنڈانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے، بلکہ یہ دوسرے گناہوں سے بھی بدتر ہے۔ اس لئے کہ اس کے اعلانیہ ہونے کی وجہ سے اس میں دینِ اسلام کی کھلی توہین ہے۔ اور اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کا اظہار واعلان ہے، اسی لئے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے فیصلہ تحریر فرمایا ہے کہ جو شخص رمضان میں اعلانیہ کھائے پیئے، وہ واجب القتل ہے، کیونکہ وہ کھلے طور پر شریعت کی مخالفت کر رہا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: ”میری اُمت لائق عفو ہے مگر اعلانیہ گناہ کرنے والے معافی کے لائق نہیں“۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ دوسرے گناہ کسی خاص وقت میں ہوتے ہیں، مگر داڑھی کٹانے کا گناہ ہر وقت ساتھ لگا رہتا ہے، سو رہا ہو تو بھی گناہ ساتھ ہے، حتیٰ کہ نماز وغیرہ عبادت میں مشغول ہونے کی حالت میں بھی اِس گناہ میں مبتلا ہے، قومِ لوط کو عذاب دینے کی ایک وجہ داڑھی کٹانا بھی تھا۔ (درِ منثور)

غرض ڈاڑھی کٹانے یا منڈانے والا فاسق ہے، اور فاسق کی اِمامت مکروہِ تحریمی ہے، اِس لئے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔ اگر کوئی ایسا شخص جبراً اِمام بن گیا یا مسجد کی منتظمہ نے بنا دیا اور ہٹانے پر قدرت نہ ہو تو کسی دوسری مسجد میں صالح امام تلاش کرے، اگر نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بلکہ فاسق کے پیچھے ہی نماز پڑھ لے، کہ اس کا وبال و عذاب مسجد کے منتظمین پر ہوگا۔ (احسن الفتاویٰ: ۳، ص ۲۶۰)

اگر دوسرا اِمام اس سے بہتر مل سکتا ہے تو اس کو اِمام نہ بنایا جائے، ایک مشت داڑھی رکھنے کیلئے اس سے کہا جائے اور وہ داڑھی بڑھالے تو ٹھیک ہے۔ (کفایت المفتی ج ۳)

امداد المفتیین میں ڈاڑھی منڈانے یا کٹوانے والے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شخص فاسق اور سخت گنہگار ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں کیونکہ اس کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے۔ اور وہ واجب الاہانت ہے، اس کو اِمام بنانے میں اس کی تعظیم ہے اس لئے اس کو امام بنانا جائز نہیں ہے۔ (امداد المفتیین جلد ا، ص ۲۶۱، بحوالہ شامی، جلد ا، ص ۲۷۶)

ڈاڑھی منڈانے والے کی اِمامت مکروہ ہے ہاں سب مقتدی ڈاڑھی منڈے ہوں تو ڈاڑھی منڈانے والا اِمام بن جائے۔ (کفایت المفتی ۳، ص ۵۷)

ڈاڑھی کٹوانے سے تائب کی امامت

سوال: ایک شخص داڑھی منڈواتا ہے، اس نے سچے دِل سے توبہ کرلی ہے اور اس نے داڑھی رکھنے کا عزم کرلیا ہے، کیا اس حالت میں جبکہ وہ توبہ کر چکا ہے مگر داڑھی نہیں ہے اور نہ جلدی داڑھی اُگانا اس کے بس کی بات ہے آیا اس کے امام بننے میں کراہت ہوگی؟

جواب: توبہ کے باوجود ایسے شخص کی امامت دو وَجہ سے مکروہ ہے، ایک یہ کہ اس پر ابھی تک اثرِ اصلاح نمایاں نہیں ہوا، یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ آئندہ اس کبیرہ گناہ سے احتراز کا اہتمام کرے گا یا نہیں؟

دوسری وجہ یہ کہ جن لوگوں کو توبہ کا علم نہیں ان کو مغالطہ ہوگا اور وہ یہی سمجھیں گے کہ فاسق نماز پڑھا رہا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۲۶۳)

اس کو امام بنانا مکروہ ہے، البتہ اگر وہ خود اِمام بن کر نماز پڑھاوے تو نماز ہو جائے گی، گو وہ ثواب نہ ملے جو متقی امام کے پیچھے پڑھنے سے ملتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷)

تعویذ گنڈا کرنے والے کی امامت

چونکہ آیاتِ قرآنیہ اور ادعیۂ ماثورہ سے تعویذ گنڈا کرنا درست ہے۔ اس لئے ایسا کرنے والے کی امامت میں کچھ کراہت نہیں، البتہ اس میں جھوٹ اور افترا پردازی کی خصلت موجب فسق اور معصیت ہے۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ۳، ص ۱۸۸، بحوالہ رد المختار (۱)، ص ۵۲۳)

معذور کی امامت

طاہر (پاک شخص) کو معذور کی اقتداء کسی طرح جائز نہیں، ہاں معذور کو طاہر کی اقتداء جائز ہے اور ایک معذور کی اقتداء دوسرے معذور کو جائز ہے بشرطیکہ دونوں ایک ہی عذر میں مبتلا ہوں، اگر دونوں کا عذر علیحدہ علیحدہ ہے تو جائز نہیں۔

اگر اِمام شرعی طور پر معذور نہیں ہے بلکہ اتفاقیہ طور پر وہ عذر کبھی ہو جایا کرتا ہے تو پھر اس کی امامت درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲، ص ۱۰۰)

امامت کیلئے صحت مند ہونے کی شرط

صحت امامت کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ امام کسی معذوری میں مبتلا نہ ہو (یعنی کوئی ایسا مرض لاحق نہ ہو جس سے اس کا شمار شرعی معذوری میں ہو) مثلاً سلسل البول یعنی پیشاب کا نہ رکنا، دائمی پیچش میں مبتلا ہونا۔ ریاح کا مسلسل خارج ہوتے رہنا اور نکسیر کا جاری رہنا وغیرہ۔ پس اگر امام ان میں سے کسی مرض میں مبتلا ہو تو اس کے لئے ایسے اشخاص کی امامت صحیح نہیں ہے جن کو یہ مرض لاحق نہ ہو، لیکن اپنے جیسے معذوروں کی امامت جائز ہے بشرطیکہ وہ بھی امام والے مرض میں مبتلا ہوں۔ اگر

امراض مختلف ہیں، مثلاً ایک پیشاب کا مریض ہے اور دوسرے کی نکسیر جاری ہے تو ان میں سے ایک کے لئے دوسرے کا امام بننا درست نہیں۔ (کتاب الفقہ (۱) ص ۶۵۵)

مرتکبِ کبائر کی امامت

سوال: ایک امام صاحب اکثر محلّہ کے لوگوں کے ساتھ غیبت کیا کرتے ہیں نیز بہت باتوں میں جھوٹ بولنا بھی ثابت ہوا، پاک عورت پر زنا کی تہمت لگائی، اور بھی بعض باتیں ناقابلِ ذکر ہیں کیا ایسے آدمی کو فاسق کہا جائے گا یا نہیں؟ اس کے لئے شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: غیبت کرنا، کسی پاک دامن پر تہمت لگانا وغیرہ گناہِ کبیرہ ہے ایسے اُمور کا ارتکاب کرنے والا فاسق ہے، اور فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے اگر کوئی بہتر امامت کا اہل آدمی موجود ہو تو اُمورِ مذکورہ کے مرتکب کو امام نہ بنانا چاہئے بلکہ دوسرے شخص کو امام بنانا چاہئے۔ اگر یہ شخص صدق دل سے توبہ کرلے اور اپنی ایسی حرکتوں سے باز آجائے تو پھر اس کی امامت بھی مکروہ نہ ہوگی۔ بہتر یہ ہے کہ شخص مذکورہ کو مسئلہ سمجھا کر اور فتنہ کا اندیشہ ظاہر کر کے توبہ کرادی جائے، اگر وہ نہ مانے اور فتنہ کا اندیشہ ہو تو اس کو امامت سے علیحدہ کر کے کسی دوسرے بہتر شخص کو امام مقرر کردیا جائے۔

اور اگر اس کی علیحدگی میں فتنہ اور دُشواری ہو تو کسی دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی جائے۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۳، ص ۱۰۶، بحوالہ ردالمحتار، ج۱، ص ۸۸۴)

بلاٹوپی وعمامہ والے کی امامت

سوال: ایک امام صاحب کے سر پر نہ ٹوپی تھی اور نہ پگڑی صرف ایک چادر تھی جو تمام بدن پر اوڑھ رکھی تھی ایک مقتدی نے امام صاحب سے کہا کہ اس طرح سے نماز مکروہ ہے۔ امام صاحب نے کہا میں اسی طرح پڑھاؤں گا جس کی مرضی ہو پڑھے اور جس کی مرضی نہ ہو نہ پڑھے اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: ننگے سر نماز پڑھنا اور پڑھانا جبکہ عمامہ اور ٹوپی موجود ہو مکروہ ہے،

معزز لباس پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا چاہئے۔ تاہم فریضہ صورتِ مذکورہ سے ادا ہو جاتا ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۲، ص ۱۱۴)

جُنبی کی امامت

سوال: اگر کوئی شخص ناپاکی کی حالت میں امامت کرے تو اس کیلئے کیا حکم ہے؟

جواب: وہ شخص گناہِ کبیرہ کا مرتکب ہے اور سب نمازیوں کی نماز کو بھی غارت کرتا ہے۔ اگر اس طرح نماز پڑھنے سے نماز کا استخفاف مقصود ہے تو یہ کفر ہے۔

(فتاوی محمودیہ ج ۲، ص ۶۷، بحوالہ شامی، ج ۱، ص ۵۵)

جاہل چور کی امامت

سوال: زید امام ہے، صرف حافظ ہے وہ بھی غلط پڑھتا ہے اور اگر موقع ملے تو چوری بھی کر لیتا ہے، غسالی اس کا پیشہ ہے، نکاحِ سابقہ پر دیگر نکاح کرا دیتا ہے، مسجد میں رہتا ہے تو نماز پڑھ لیتا ہے، ورنہ قضا کر دیتا ہے، قوم کو اس سے نفرت ہے، اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اگر واقعی یہ اُمور اس میں موجود ہیں اور اس سے بہتر اِمامت کا اہل آدمی موجود ہے تو اس کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے۔ بہتر شخص کو اِمام بنانا چاہئے، اگر یہ شخص ان اُمور سے توبہ کر لے اور آئندہ ایسی ممنوعات نہ کرے نیز قرآن شریف صحیح پڑھے تو اس کی امامت منع نہیں ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۲، ص ۱۰۵)

فیشن پرست کی امامت

سوال: ایک شخص جس کے سر پر انگریزی بال، داڑھی خشخشی ہو، لباس بھی صالحین کا نہ ہو تو ایسے شخص کا از خود اِمامت کے لئے مصلّے پر کھڑا ہونا کیسا ہے؟

جواب: جس شخص کے سر کے بال، داڑھی، لباس، خلافِ شرع ہوں اس کو نہ

دوسرے لوگ امام بنائیں نہ وہ خود اِمامت کے لیے مصلّے پر جائے۔ چونکہ ایسا شخص فاسق ہے اور فاسق کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۲، ص ۷۷)

اگر حافظ (امام) اپنی قبیح عادتوں کے چھوڑ دینے کا عہد کرے تو اِمام تراویح بنا سکتے ہیں اور اگر اِنکار کرے تو پھر ایسا شخص امامت کے منصب کے لائق نہیں اور اس وجہ سے اگر نمازی اس سے ناراض ہوں تو ان کی ناراضگی حق ہوگی۔ حدیث میں ہے "شرعی سبب سے اگر نمازی امام سے ناراض ہوں تو ایسے امام کے پیچھے نماز مقبول نہیں ہوتی"۔ اگر حافظ اپنی طرزِ زندگی کو بدلنے کے لئے تیار ہو تو اس کو اِمام بنایا جاسکتا ہے، ورنہ امامت کا مقدس منصب اس کے سپرد نہ کیا جائے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ص ۲۱۷، بحوالہ درِمختار مع شامی ج (۱)، ص ۵۲۲)

فاسق کی امامت

سوال: زید ایک جگہ امامت کرتا ہے وہ افعال قبیحہ میں شرکت کرتا ہے مثلاً ناچ دیکھنا، سنیما دیکھنا، گندے اور فحش مذاق کرنا، دین کا مذاق اُڑانا وغیرہ وغیرہ، کیا ایسے شخص کو امام بنانا اور اس کی اقتداء کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص کو اِمام بنانا جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد ۲ ص ۷۷)

بچے کی اِمامت

صحیح قول یہ ہے کہ نابالغ کے پیچھے بالغ کو نفل نماز میں بھی اقتداء کرنا صحیح نہیں اگر ایسا کرلیا گیا ہے تو نفل کا اعادہ احتیاطاً کرلیا جائے"۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۳، ص ۷۷)

فتاویٰ دارالعلوم ج ۳، ص ۱۱۵ پر یہ مسئلہ اس طرح ہے "حنفیہ" کا صحیح مذہب یہ ہے کہ نابالغ کی اقتداء بالغین کو فرض و نفل کسی میں درست نہیں ہے۔ پس تراویح بھی نابالغ کے پیچھے نہیں ہوگی یہی مذہب صحیح حنفیہ کا ہے اور بالغ پندرہ سال کی عمر میں شمار ہوگا، بشرطیکہ اس سے پہلے کوئی علامتِ بلوغ ظاہر نہ ہوئی۔

لہٰذا جب تک لڑکا بالغ نہ ہو جائے اس کو اِمام نہ بنایا جائے۔ ویسے بچہ کا نفلوں میں قرآن شریف سنتے رہیں، یعنی وہ لڑکا نفل کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے اور سننے والے ویسے ہی بیٹھ کر اس کا قرآن شریف سنتے رہیں اور جب پندرہ سال کا ہو جائے تو اِمام تراویح بنا دیں"۔ (بحوالہ ردالمحتار ج۵، ص۵۳۹)

بچے کی تراویح صرف نفل ہے اور بالغ کی سنتِ مؤکدہ۔ دوسرے بچے کی نفل شروع کرنے سے بھی واجب نہیں ہوتی اور بالغ پر واجب ہو جاتی ہے، پس بچے کی نماز ضعیف ہوگی اس پر بالغ کی قوی نماز کا بنا کرنا خلافِ اُصول ہونے کے سبب جائز نہیں رہے گا۔ (امداد الفتاویٰ ج۱، ص۳۶۱)

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ نابالغ کو تراویح کے لئے امام بنانا درست نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ (۲)، ص۳۵۰)

اِمامت کا مستحق

عید کی نماز کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف ہوا بعض کہتے ہیں کہ عید کی نماز امام صاحب جو ہمیشہ پڑھاتے ہیں وہ پڑھائیں اور بعض کا اِصرار حافظ کے لئے ہے اور کہتے ہیں کہ حافظ کے ہوتے ہوئے اِمام صاحب کے پیچھے نماز نہیں ہوتی آخر کار نماز اِمام صاحب نے پڑھائی اور حافظ صاحب نیت توڑ کر چلے گئے۔ اس صورت میں کیا کرنا چاہئے؟

جواب: تفرقہ مسلمانوں میں بُرا ہے، نماز حافظ کے پیچھے بھی ہو جاتی ہے اور اِمام صاحب کے پیچھے بھی۔ نفسانیت بُری ہے جو کوئی نفسانیت سے جماعت سے علیحدہ ہوا اور نیت توڑ کر نماز سے چلا گیا اس نے بُرا کیا اور گناہ گار ہوا۔ توبہ کرے، اور سب کو باہم اتفاق سے رہنا چاہئے، اور اتفاق کے ساتھ امام مقرر کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۳، ص۹۲)

(قاعدہ میں عالم امامت کا زیادہ حق دار ہے۔ بہتر تو یہی ہے کہ متفقہ طور پر امام کا انتخاب ہوتا کہ کوئی اختلاف راہ نہ پا سکے، لیکن اگر اختلاف پیدا ہی ہو جائے تو کثرت رائے پر فیصلہ کرنا چاہئے، اور پھر سب ہی کو اکثریت کا فیصلہ تسلیم کر لینا چاہئے۔)

اِمامت میں شیخ وسَید کی تخصیص نہیں

نمازسب کے پیچھے ہو جاتی ہے شیخ وسَید کی تخصیص نہیں ہے۔

شیخ وسید کی نماز غیر شیخ وسید کے پیچھے ہو جاتی ہے امام کو امامت کا لائق ہونا چاہئے، نسب کی اس میں کچھ قید نہیں ہے۔

جو شخص نماز کے مسائل سے واقف ہو اور متقی ہو وہ ہی زیادہ حق دار اِمامت کا ہے خواہ سید ہو، یا دکاندار ہو، یا بوڑھا ہو یا جوان ہو، غرضیکہ کوئی بھی پیشہ والا ہو،

(فتاوئی دار العلوم ج ۳، ص ۲۱۹، بحوالہ ردالمختار (۱) ص ۵۲۳)

جس امام سے بعض مقتدی ناراض ہوں اس کی امامت

کتب ِفقہ میں ہے کہ اگر امام میں کوئی نقص نہ ہو تو مقتدیوں کی ناراضی کا اثر نماز میں کچھ نہیں۔ امام کی نماز بلا کراہت درست ہے اور گناہ مقتدیوں پر ہے۔

اور اگر امام میں کچھ شرعی نقص ہو اور مقتدی اس وجہ سے ناخوش ہوں تو امام کے اُوپر مواخذہ ہے اور اس کا اِمام بننا مکروہ ہے۔ اگر اِمام میں کوئی خلل یا نقص نہ ہو اور مقتدی بلاوجہ اس سے ناراض ہوں تو اس کا گناہ اُن مقتدیوں پر ہی ہوگا۔

(فتاوئی دار العلوم ج ۳، ص ۱۰۴، بحوالہ ردالمختار (۱) ص ۵۲۲)

غیر صالح اولاد والے کی اِمامت

''اگر کوئی شخص خود صالح اور لائقِ اِمامت ہو تو اس کی امامت میں کچھ کراہت نہیں ہے بلکہ احق بالامامت ہے''۔ (فتاوئی دار العلوم ۳، ص ۱۰۲)

جس اِمام کی بیوی ساڑھی باندھتی ہو اس کی امامت

پیش امام کی امامت میں اس سے کچھ کراہت نہیں ہے۔ (فتاوئی دار العلوم ۳، ص ۳۰۳)

لڑکی کی شادی پر روپیہ لینے والے کی امامت

لڑکی کے والدین کو شوہر سے یا شوہر کے والدین سے کچھ روپیہ لینے کو فقہاء نے رشوت اور حرام لکھا ہے پس اس روپیہ کو واپس کرنا ضروری ہے اور توبہ اس کی یہی ہے کہ روپیہ واپس کردے، اگر روپیہ واپس نہ کیا تو فاسق رہا اور فاسق کی اِمامت مکروہ ہے اور فاسق اِمام بنانے کے لائق نہیں ہے، اس کے اور اس کے معاونین کے پیچھے نماز اگرچہ ہوجاتی ہے۔ لیکن مکروہ ہوتی ہے۔ (فتاوٰی دار العلوم ج ۳، ص ۲۶۰)

مسجد کا مال اپنی ذات پر خرچ کرنے والے کی امامت

(مسجد کا مال اپنی ذات پر خرچ کرنا) یہ صریح خیانت ہے، اور ضمان اس کے ذمہ لازم ہے، اور اگر وہ امام توبہ نہ کرے اور ضمان ادا نہ کرے تو امام رکھنے کے لائق نہیں ہے۔ (فتاوٰی دار العلوم ج ۳، بحوالہ ردالمحتار (۱) ص ۵۲۳)

شیعہ کی امامت

شیعہ کے پیچھے سُنّی کی نماز نہیں ہوتی چونکہ اُن کے بعض عقائد ایسے ہیں جو موجبِ کفر ہیں، لہٰذا اس صورت میں نماز کا صحیح نہ ہونا اَمرِ یقینی ہے، اور اگر شیعہ غالی نہ ہو تب بھی احتیاط لازم ہے کہ عقیدہ اَمرِ مخفی ہے اور سبِّ شیخین سے جو عند البعض کفر ہے، اور قذف اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو بالاتفاق کفر ہے، کوئی شیعہ خالی نہیں ہوتا۔ (فتاوٰی دار العلوم ۳، ص ۳۰۲)

موچی، غسّال اور نومسلم کی اِمامت

موچی، غسّال اور نومسلم کے پیچھے نماز درست ہے، اور محض اس وجہ سے ان کی اِمامت میں کچھ کراہت نہیں ہے، البتہ اگر کوئی دوسری وجہ کراہت کی ہو تو نماز ان کے

پیچھے مکروہ ہوگی، اور بہتر امامت کیلئے وہ شخص ہے جو مسائلِ نماز سے واقف ہو اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو، اور صالح ہو۔ (فتاویٰ دار العلوم ۳، ص ۱۴۸، ص ۱۶۰، بحوالہ ردالمحتار)

مردہ کو غسل دینے اور تجہیز و تکفین کرنے سے امامت میں خرابی نہیں آتی لیکن اہل محلہ کے لئے نہایت بُری اور شرم کی بات ہے کہ وہ اپنے اِمام سے ایسے کام لیتے ہیں جن کو خود کرنا پسند نہیں کرتے بلکہ ذلّت کا کام سمجھتے ہیں، ان کو چاہئے کہ غسلِ میت وغیرہ میں خود بھی حصہ لیں اگر نہ جانتے ہوں تو اِمام سے سیکھ لیں اس کو ذلت کا کام نہ سمجھیں، کیونکہ میت کو غسل دینا فرضِ کفایہ ہے اور ثواب کا کام ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷، ص ۴۲)

غیر مقلد کی امامت

سوال: غیر مقلد کے پیچھے مقلد مقتدی کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟

جواب: غیر مقلد اِمام اگر رعایت اس اَمر کی کرتا ہے کہ وہ اَمر نماز میں نہ کرے جس سے حنفی کی نماز فاسد یا مکروہ ہو اور متعصب نہ ہو تو اس کی اقتداء درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ۳، ص ۳۰۸، بحوالہ درمختار، ج ۱، ص ۵۲۶)

منکرینِ حدیث کی امامت

قادیانی فرقہ جو کہ حدیث کا منکر ہے وہ کافر ہے ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہے اور غیر مقلدوں کا فرقہ جو کہ اپنے آپ کو اہلِ حدیث کا کہتا ہے وہ بھی درحقیقت اہلِ حدیث نہیں ہیں، ان کے پیچھے بھی نماز مکروہ ہے، امام عالم حنفی کو مقرر کرنا چاہئے (فرقہ منکرینِ حدیث کی امامت بھی درست نہیں ہے، علماء نے ان کے کافر ہونے کا فتویٰ دے دیا ہے)۔ (فتاویٰ دار العلوم ۳ ص ۱۷۴، بحوالہ عالمگیری کشوری باب الامامت، ج ۱، ص ۸۳)

گانا بجانے والی کے شوہر کی امامت

اگر اِمام اپنی عورتوں کے روکنے پر قادر ہوں اور پھر نہیں روکتے تو وہ لوگ گناہ گار

ہیں ان کے ذمہ واجب ہے کہ عورتوں کو ناشائستہ اور ناجائز افعال سے منع کریں۔ اگر وہ روکنے پر قادر نہیں، یا روکتے ہیں، لیکن عورتیں نہیں مانتیں تو پھر اُن عورتوں کے ان افعال کا گناہ نہیں اور اس صورت میں ان کی امامت میں بھی اس سے کراہت نہیں آتی۔ البتہ اگر باوجود قدرت کے نہیں روکتے، بلکہ عورتوں کے افعال مذکورہ (ناچ، گانا وغیرہ) کو اچھا سمجھتے ہیں تو ان کی امامت منع ہے۔

بشرطیکہ دوسرا شخص اِمامت کے لائق ان سے بہتر موجود ہو، اگر مقاطعہ کرنے سے ان کی اصلاح کی توقع ہو تو مقاطعہ کرنا مناسب ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷، ص ۵۹)

نامحرموں سے پردہ نہ کرنے والی کے شوہر کی اِمامت

سوال (۱): زید کی بیوی اپنے ماموں اور چچا کے لڑکے سے پردہ نہیں کرتی ہے بلکہ سامنے آتی ہے اور زید اس کو منع بھی کرتا ہے مگر صرف زبان سے منع کرتا ہے کوئی تشدد نہیں کرتا تو زید پر بیوی کے پردہ نہ کرنے کا گناہ ہوتا ہے یا نہیں اور زید کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے، یا مکروہ اور زید کو کس قدر تشدد کرنا چاہئے، اگر تشدد کرنے سے فساد کا اندیشہ ہو تو پھر بھی تشدد کرے یا نہیں؟

(۲) اگر زید کی بیوی اور زید کا بھائی عمر ایک ہی مکان میں رہتے ہوں دوسرے گھر میں رہنے کی گنجائش نہ ہو تو ایسی صورت میں پردہ کی کیا صورت ہوگی؟ اگر زید کی بیوی عمر سے پردہ نہ کرے تو اس کا گناہ عمر کو بھی ہوگا یا نہیں؟

جواب: (۱) چچا اور ماموں کے لڑکے سے شرعاً پردہ ضروری ہے، اگر زید کی بیوی ان سے پردہ نہیں کرتی تو وہ گنہگار ہے اور زید کو منع کرنا ضروری ہے، اگر منع نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا، زید کو تشدد کرنا اور اپنی بیوی کو پردہ نہ کرنے پر شرعاً مارنا بھی درست ہے، اگر ناقابلِ برداشت فساد کا خیال ہو اور اس وجہ سے زید اپنی بیوی پر تشدد نہ کرے، اور بلا تشدد کے وہ نہ مانے تو شرعاً زید پر گناہ نہیں اوّل صورت میں زید کی

اِمامت مکروہ ہے جب کہ اس سے بہتر اِمامت کا اہل موجود ہو، ثانی صورت میں زید کی اِمامت مکروہ نہیں۔ (۲) پردہ ہر حال میں ضروری ہے خواہ اندیشۂ فساد ہو یا نہ ہو، مگر شریعت نے جن مواقع کو مستثنیٰ کردیا ہے وہ مستثنیٰ ہیں۔

اگر وسعت ہے تو زید کے ذمہ اپنی بیوی کے لئے مستقل مکان کا انتظام کرنا ضروری ہے جس میں اس کا بھائی وغیرہ کوئی نہ رہتا ہو، اگر وہ پردہ کرنے کو کہتا ہے اور زید کی بیوی باوجود کوشش وفہمائش کے پردہ نہیں کرتی تو اس کا گناہ زید کے ذمہ نہیں ہوگا۔ (فتاویٰ محمودیہ جلد۲، ص۹۹، بحوالہ خیریہ ص ۱۱۸)

جس کی عورت بے پردہ ہو اس کی امامت

اگر امام اپنی عورت کو بے پردگی سے منع کرتا ہو اور اس کے اس فعل (بے پردگی) سے راضی نہ ہو مگر عورت خاوند کی بات نہ مانے تو اِمام پر اس کا مواخذہ نہیں ہے اور اس کی امامت جائز ہے۔ (کفایت المفتی ج۳، ص۸۰)

اگر اس امام کی بیوی شرعی طور پر پردہ نہیں کرتی اور وہ بے پردگی سے نہیں روکتا، بلکہ اس کے اس فعل سے خوش ہے اور اس سے بہتر اِمامت کا اہل دوسرا شخص موجود ہے تو ایسی حالت میں اس کو اِمام بنانا مکروہ ہے، کیونکہ ایسا شخص شرعاً فاسق ہوتا ہے اگر وہ (امام) بے پردگی سے روکتا ہے اور بیوی نہیں مانتی تو اِمامت مکروہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج۷، ص۴۵)

جس اِمام کی لڑکیاں بے پردہ ہوں اس کی اِمامت

سوال: جس نے اپنی جوان لڑکیوں کو نامحرم اشخاص کے یہاں رکھ رکھا ہو اور اگر اس کو سمجھایا جاتا ہے تو گمراہی کے چند الفاظ زبان سے ادا کرتا ہے۔ ایسے شخص کی اِمامت کا کیا حکم ہے؟

جواب: نامحرم اشخاص سے پردہ فرض ہے اور نامحرم کے ساتھ خلوت حرام ہے،

پس اگر شخص مذکور اپنی جوان لڑکیوں کو نامحرم سے پردہ کرانے پر قادر ہے لیکن پھر بھی نہیں کراتا تو گنہگار ہے اس کو اپنے اس فعل سے بچنا ضروری ہے اور اگر وہ باز نہ آئے اور اس سے بہتر امامت کا اہل موجود ہو تو شخص مذکور کو امام نہ بنایا جائے۔

ایسی حالت میں اس کی امامت مکروہ ہے، اور دوسرے اہل شخص کو امام بنانا چاہیئے۔ اور خاص کر جب کہ سمجھانے پر گمراہی کے الفاظ بھی زبان سے نکالتا ہو ایسی حالت میں اس کی اِمامت سے زیادہ احتراز کرنا چاہیئے، گو ان الفاظ پر جب تک ان کی تعیین نہ ہو کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ (فتاوی محمودیہ ج ۲، ص ۱۰۱)

ضد میں طلاق دینے والے کی امامت

سوال: ایک شخص نے مولوی عالم ہو کر اپنی عورت کو محض اس وجہ سے طلاق دی کہ میرے بہنوئی نے میری بہن کو طلاق دی ہے یعنی ایک کی بہن دوسرے کو بیاہی تھی، جب پہلے اس نے مولوی صاحب کی بہن کو طلاق دے دی تو مولوی صاحب نے بھی ضد میں اس کی بہن کو طلاق دے دی ہے پھر علاوہ ازیں مہر خرچ نہیں دیتا تو ایسے ظالم کے پیچھے نماز پڑھنا اور سلام طعام کا معاملہ رکھنا کیسا ہے؟

جواب: جو لوگ اس ظلم یا اس سے بڑے ظلم (حق اللہ یا حق العباد کے تلف کرنے میں) ملوث نہ ہوں ان کو چاہیئے کہ ایسے شخص کو اپنی نماز کے لئے اِمام نہ تجویز کریں۔ سلام طعام وغیرہ ترک کرنے سے بہتر یہی ہے کہ ان کو اصلاح پر آمادہ کریں ورنہ آج کل سلام وطعام ترک کرنے سے اصلاح نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات طبیعت میں ضد پیدا ہو جاتی ہے خاص کر اہلِ علم حضرات جن کا کسی صاحبِ نسبت بزرگ سے اصلاحی تعلق نہ ہو، اور وہ خود فکرِ اِصلاح سے خارج ہوں۔ (فتاوی محمودیہ ج ۲، ص ۷۸)

رکوع وسجود جلدی کرنے والے کی امامت

سوال: جو نماز میں اس قدر جلدی کرے کہ مقتدی تین تسبیح بھی پوری نہ کرسکیں

تو ایسے اِمام کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

جواب: اتنی جلد کرنا مکروہ ہے اِمام کو مقتدیوں کی رعایت اس قدر چاہئے جس سے وہ لوگ بھی کم از کم تین تین مرتبہ رکوع سجدہ میں تسبیحات کہہ لیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲)

بدعتی کی امامت

سوال: کیا بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ اور کیا ایسا شخص امامت کے قابل ہے؟

جواب: آج کل کے فرقہٗ مبتدعہ کے عقائد حدِ شرک تک پہنچے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، البتہ اگر کوئی بدعتی، شرکیہ عقائد نہ رکھتا ہو بلکہ موحّد ہو، صرف تیجہ، چالیسواں وغیرہ جیسی بدعات میں مبتلا ہو اس کی اِمامت مکروہِ تحریمی ہے۔ کوئی صحیح العقیدہ امام مِل جائے تو بدعتی کی اقتداء میں نماز نہ پڑھے، ورنہ اسی کے پیچھے پڑھ لے، جماعت نہ چھوڑے، بدعتی کی اقتداء میں پڑھی ہوئی نماز اگرچہ مکروہِ تحریمی ہے مگر واجب الاعادہ نہیں۔ یہ ایسے بدعتی کا حکم ہے جو مشرک نہ ہو، شرکیہ عقائد رکھنے والے کا حکم لکھا ہے کہ اس کے پیچھے نماز قطعاً نہیں ہوتی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۲۹۰)

مودودی عقائد رکھنے والے کی امامت

سوال: جماعت اسلامی سے تعلق رکھنے والے حافظ صاحب کے پیچھے قرآن سننا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسے شخص کی امامت مکروہِ تحریمی ہے، اگر فرائض میں صحیح العقیدہ امام میسر نہ ہو تو اس کے پیچھے پڑھ لیں۔ مگر تراویح بہر کیف اس کی اقتداء میں نہ پڑھیں صحیح امام نہ ملے تو تنہا پڑھ لیں۔ (احسن الفتاویٰ، ج ۳، ص ۲۹۱)

خضاب لگانے والے کی امامت

سوال: جو حافظ داڑھی کو خضاب لگاتے ہیں کیا وہ تراویح کی نماز پڑھا سکتے ہیں؟

جواب: سیاہ خضاب لگانے والا فاسق ہے، لہٰذا ایسے امام کی اقتداء میں

تراویح پڑھنا مکروہِ تحریمی (صحیح قول کے مطابق مکروہ تنزیہی ہے) ہے۔صالح امام نہ ملے تو تراویح تنہا پڑھ لیں۔(احسن الفتاویٰ، ج ۳، ص ۲۹۴)

سینما دیکھنے والے کی امامت

سوال: ایک حافظ صاحب سینما اور ناٹک دیکھنے اور ناچ گانے کے بھی بہت شوقین ہیں تو ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: جو شخص سینما دیکھتا ہو اور ناچ گانے کی محفلوں میں شرکت کرتا ہو ایسا شخص منصبِ امامت کے قابل نہیں ہے۔اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔اگر توبہ نہ کرے اور اِمامت بھی نہ چھوڑے تو دوسری مسجد میں نماز پڑھنی چاہئے، اگر دوسری مسجد نہ ہو تو تنہا پڑھنے کے بجائے اُسی امام کے پیچھے پڑھ لے اس لئے کہ جماعت کی اہمیت اور تاکید زیادہ ہے۔(فتاویٰ رحیمیہ ج ۴، ص ۳۴۸، بحوالہ شامی باب الامامت، ج ۱، ص ۵۲۵)

ٹیلیویژن دیکھنے والے کی امامت

سوال: کیا ایسے امام کی اقتداء کرنا جو کہ ٹیلی ویژن دیکھتا ہو جائز ہے؟

جواب: ٹیلی ویژن دیکھنا ناجائز ہے اور ایسے امام کی اقتداء مکروہِ تحریمی ہے مگر نماز ہو جائے گی، لوٹانا ضروری نہیں۔(احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۲۸۸)

جس کے یہاں شرعی پردہ نہ ہو اس کی امامت

سوال: اگر امام صاحب کی بیوی پردہ نہ کرے تو اس کی اِمامت جائز ہے یا نہیں؟

جواب: جس شخص کے یہاں شرعی پردہ کا اہتمام نہ ہو وہ فاسق ہے اس کو امام بنانا جائز نہیں اس کی امامت مکروہِ تحریمی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۲۸۹)....اگر اِمام اپنی عورت کو بے پردگی سے منع کرتا ہو اور اس فعل سے راضی نہ ہو، مگر عورت خاوند کی بات نہ مانے تو اِمام پر اس کا مواخذہ نہیں، اور اس کی اِمامت جائز ہے۔(کفایت المفتی ۳، ص ۸۰)

وہم کی وجہ سے امامت چھوڑے یا نہیں؟

سوال: میں عرصہ سے امامت کرتا ہوں، اب مجھ کو وہم سا ہونے لگا ہے کہ وضو ٹوٹ گیا ہوگا اس وجہ سے قلب کے اندر یہ تقاضا ہے کہ امامت سے علیحدہ ہو جاؤں، شرعاً کیا حکم ہے؟ **جواب**: وہم پر کچھ کاربند نہیں ہونا چاہئے اور ایسے وسوسے کو دفع کرنا چاہئے اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ اکثر پڑھتے رہیں اور جب تک یقین، وضو ٹوٹنے کا نہ ہو اس وقت تک کچھ التفات اس طرف نہ کرنا چاہئے اور امامت کرنا چاہئے۔

حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ "جب تک حدث (ریح خارج ہونے) کی آواز یا بدبو معلوم نہ ہو اس وقت تک وضو نہیں ٹوٹتا"۔ (فتاوی دار العلوم ۳، ص ۱۲۸، بحوالہ مشکوۃ)

جو نمازیں اس نے پڑھائی ہیں اگر ان میں ریاح خارج ہونے کا یقین نہیں تو نمازیں سب کی ہو گئیں۔ (فتاوی دار العلوم ۳، ص ۳۳۴)

غیر معزز کی امامت

سوال: کیا امامت کا حق سوائے معزز قوم کے دوسری قوم کو ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بعض یہ کہتے ہیں کہ صرف مندرجہ ذیل قوموں کے آدمی نماز پڑھا سکتے ہیں۔ یعنی سید۔ شیخ، مغل، پٹھان۔ اور دوسری قوم کو امامت کا حق حاصل نہیں ہے شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: امامت کا استحقاق ہر ایک اس مسلمان کو ہے جو اہلیت امام ہونے کی رکھتا ہے پھر جس قدر لوازمات امامت مثلاً مسائلِ علم تجوید وقرأت اور صلاح وتقوی اس میں زیادہ ہوگا اسی قدر وہ اولیٰ واَلْیَق بالامامت متصور ہوگا۔ (یعنی سب میں زیادہ مستحق ہوگا) درِمختار وغیرہ میں ہے کہ جس میں اہلیت اِمام کی ہو وہ امام ہو سکتا ہے۔

اِس حکم میں جملہ اقوام 'ور اہل حرفہ برابر ہیں (تمام پیشہ کرنے والے اور ہر برادری کے لوگ مراد ہیں) البتہ اگر شرافتِ علمی وغیرہ کے ساتھ شرافت نسبی (خاندانی) بھی ہو مثلاً وہ قریشی ہو، سید ہو، یا شیخ ہو، یا انصاری ہو تو وہ افضل ہوگا

بمقابلہ دوسرے حضرات کے "ثم الاشرف نسباً" کا حامل ہے۔

ان لوگوں کا قول جو یہ کہتے ہیں کہ سوائے شیخ وسید وغیرہ کے کسی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی، غلط ہے۔ کوئی قوم ہو خواہ سید یا شیخ یا پٹھان وغیرہ یا نور باف (جولاہے) یا نداف (روئی دھننے والے) اور حجام (نائی) وغیرہ جو لائق اِمامت کے ہیں، اُن کے پیچھے نماز صحیح ہے اور ان میں زیادہ علم وتقویٰ وقراءت والوں کو ترجیح دی جائے گی اور اگر سب علم وتقویٰ اور قراءت میں برابر ہیں تو جو اشرف ہے نسب کے اعتبار سے، وہ زیادہ مستحق امامت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تر وہ ہے جو متقی زیادہ ہے، جیسا کہ قرآنِ مجید میں ہے: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ ○

لیکن باوجود سعادتِ تقویٰ کے اگر شرافتِ نسبی بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور ہے لیکن حقیر کسی مسلمان کو اور کسی پیشہ ور کو درست نہیں ہے۔ انما المؤمنون اخوة (عام مسلمان بھائی ہیں) کو اس موقع پر ضرور یاد رکھنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۸۱)

اگر ناپاک حالت میں نماز پڑھادی تو کیا حکم ہے

سوال: اگر کسی امام نے حالتِ حدث یا حالتِ جنابت میں نماز پڑھادی تو ان نمازوں کا کیا حکم ہوگا۔ جب کہ یہ یاد نہ ہو کہ اس وقت کون کون نمازی تھے اور کس کو کس طرح اطلاع دے؟

جواب: درمختار میں ہے کہ اگر امام نے حالتِ جنابت میں حالتِ حدث میں نماز پڑھادی تو اس کو لازم ہے کہ مقتدیوں کو اطلاع کردے۔

پس اِمام مذکور کو چاہئے کہ جہاں تک ہوسکے جو جو مقتدیوں میں یاد آجائیں ان کو اطلاع کردے کہ فلاں وقت کی نماز کا اعادہ کرلیں کیوں کہ وہ نماز نہیں ہوئی تھی اور جو یاد نہ آئے اس کی نماز ہوگئی اس کو اطلاع نہ ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے اگر پھر کبھی یاد آجائے تو اس کو بھی اطلاع کردی جائے اور خود امامِ مذکور بھی اس نماز کا اعادہ کرے اور اس گناہ سے توبہ واستغفار کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۷۷، بحوالہ رد المحتار)

عرصہ دراز تک امامت کے بعد اقرارِ کفر

سوال: ایک شخص مدت تک نماز پڑھاتا رہا اب وہ خود اپنے کفر کا اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ کفر کی حالت میں امامت کرتا رہا ہے، کیا مقتدیوں پر اس مدت مدیدہ کی نمازوں کا اعادہ واجب ہے؟

جواب: اگر اس کے کفر پر سوائے اقرار کے اور کوئی دلیل نہیں تو اس کو اقرار کے وقت سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ گزشتہ زمانے میں اس کی اقتدا میں پڑھی گئی نمازیں درست ہیں۔ (احسن الفتاوی، ج۳،ص ۲۷۹، بحوالہ ردالمحتار، ج۱،ص ۵۵۴)

عرصہ کے بعد امام کے کافر ہونے کا علم

سوال: ایک شخص عرصہ دراز تک امامت کرتا رہا اب قرائن سے پتہ چلا کہ وہ کافر ہے مگر خود وہ شخص کافر ہونے کا اقرار نہیں کرتا بلکہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے مگر لوگوں کو اس کے قول کا اعتماد نہیں، بلکہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا ہے نفاق کی وجہ سے، تو کیا جتنی نمازیں اس کی اقتداء میں پڑھی گئیں اُن کا اعادہ واجب ہے؟

جواب: اگر شواہد وقرائن سے اس کے کفر کا ظنِ غالب ہو جائے تو اس کے پیچھے پڑھی گئی نمازوں کا اعادہ فرض ہے۔ (احسن الفتاوی، ج۳،ص ۲۷۹، بحوالہ ردالمحتار، ج۱)

کیا تراویح پڑھانا اِمام کی ذمہ داری ہے؟

سوال: امام صاحب پانچوں وقت نماز پابندی سے پڑھاتے ہیں مگر تراویح میں سنانے کی عادت نہیں رہی ہے۔ بعض کہتے ہیں تراویح پڑھانا امام کی ذمہ داری ہے، شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: تراویح میں جب کہ امام صاحب قرآن شریف سنانے سے عاجز اور قاصر ہیں تو اَلَمْ تَرَ کَیْفَ سے پڑھانے کے ذمہ دار ہیں۔

اگر مقتدی حضرات تراویح میں قرآن شریف سننے کی سعادت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا انتظام مقتدی حضرات خود کریں امام صاحب کو مجبور نہ کریں۔ بوجہ اللہ تراویح پڑھانے والا نہ مل سکے تو کسی حافظ کو رمضان کے لئے نائب امام مقرر کرلیں۔ عشاء وغیرہ ایک دو نمازیں اس کے ذمے لازم کردینی چاہئیں اور وہ تراویح بھی پڑھائے تو اُجرت دینے کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ج ۴، ص ۳۴۹)

تراویح میں امامت کا حق

سوال: بکر ایک مسجد میں امام مقرر ہوا ہے اور حافظ قرآن ہے زید بھی حافظِ قرآن ہے۔ اور وہ زمانۂ بعید سے اس مسجد میں تراویح پڑھاتا تھا۔

اب بکر کہتا ہے میں امام مقرر ہوا ہوں۔ تراویح پڑھانے کا حق مجھ کو ہے زید کہتا ہے کہ میرا قدیمی حق ہے تو کس کو حق ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں جبکہ بکر امام مقرر ہوگیا ہے تو تراویح کی بھی امامت کا حق اسی کو حاصل ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۴، ص ۲۸۲، بحوالہ درِ مختار ج ۱)

تراویح میں معاوضہ کی شرعی حیثیت

سوال: رمضان شریف میں ختمِ قرآن شریف کی غرض سے حافظ صاحب کا لینے دینے کی نیت سے سننا سنانا اور بعد میں لینا دینا کیسا ہے؟ نیت دونوں کی لینے دینے کی ہوتی ہے بغیر اس کے سنتا سناتا نہیں ہے۔ اگر کسی مسجد میں قرآن شریف نہ سنایا جائے محض تراویح پڑھنے پر اکتفا کیا جائے تو وہ لوگ فضیلتِ قیامِ رمضان سے محروم ہوں گے یا نہیں؟

جواب: اُجرت پر قرآن شریف پڑھنا درست نہیں ہے اس میں ثواب بھی نہیں ہے اور بحکم "**المعروف کالمشروط**" جس کی نیت لینے دینے کی ہے وہ بھی اُجرت کے حکم میں ہے اور ناجائز ہے۔

اس حالت میں صرف "اَلَمْ تَرَ کَیْفَ" سے تراویح پڑھنا اور اُجرت کا قرآن

شریف نہ سننا بہتر ہے اور صرف تراویح ادا کرنے سے قیام رمضان کی فضیلت حاصل ہوجائے گی۔ (فتاویٰ دار العلوم ج۴ ص۲۳۶) (بحوالہ رد المحتار مبحث التراویح ج۱، ص۶۶۰)

امامتِ تراویح کے لئے بلوغ شرط ہے

مسئلہ یہ ہے کہ اگر لڑکے میں اور کوئی علامتِ بلوغ مثلاً احتلام وانزال نہ پائی جائے تو پورے پندرہ سال ہونے پر شرعاً بالغ سمجھا جاتا ہے پس جس کی عمر یکم رمضان شریف کو چودہ سال گیارہ ماہ کی ہوئی اس کی امامت، تراویح اور وِتر میں درست نہیں ہے کیوں کہ صحیح مذہب امام ابوحنیفہ کا یہی ہے کہ نابالغ کی امامت، فرائض ونوافل اور واجب میں درست نہیں ہے البتہ اگر کوئی علامت بلوغ کی پائی جائے تو درست ہے نیز چودہ سال کی عمر کے لڑکے کے پیچھے فرائض وتراویح کچھ درست نہیں، جب تک پورے پندرہ برس کا نہ ہوجائے البتہ چودہ سال کی عمر میں بالغ ہونے کے آثار پیدا ہو چکے ہوں اور وہ بھی کہے کہ میں بالغ ہو چکا ہوں تو اس کے پیچھے درست ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج۴، ص۲۲۶، بحوالہ رد المحتار، باب الامامت ج۱، ص۵۳۹)

معذور حافظ کی امامت

حافظ صاحب اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھائیں اور مقتدی حضرات کھڑے ہوں تو بعض فقہاء نے کہا ہے کہ سب کی نماز صحیح ہوجائے گی، اور بعض فقہاء نے کہا ہے کہ مقتدیوں کا بیٹھنا مستحب ہے تاکہ امام کی متابعت باقی رہے، مخالفت کی صورت نہ رہے (دونوں صورتیں جائز)۔ (ترجمہ عالمگیری، ج۱، ص۱۸۹)

امامت کے مکروہات کا بیان

❶ ...فاسق کا امام بننا مکروہ ہے، ہاں وہ اپنے جیسے کا امام ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

❷ ...بدعتی کی امامت مکروہ ہے، لیکن بدعت کفر تک نہ پہنچی ہو۔

❸ ...امام کا نماز کو طول دینا مکروہِ تحریمی ہے بجز اس صورت کے جب کہ کوئی شخص

محدود اشخاص کا امام ہو اور وہ لوگ طول دینے پر راضی ہوں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''مَنْ اَمَّ فَلْیُخَفِّفْ'' (یعنی جو امام ہو وہ نماز مختصر کرے)

❹ ...نابینا شخص کا امام بننا مکروہِ تنزیہی ہے ہاں اگر وہ سب میں افضل ہو (تو مکروہ نہیں ہے) یہی حکم ولدالزنا (ناجائز اولاد) کا ہے۔

❺ ...عالم کی موجودگی میں ہے بے علم کا امام بننا خواہ دیہات کا ہو یا شہر کا باشندہ۔

❻ ...گوری چٹی صورت والے بے ریش لڑکے کا امام بننا، اگرچہ وہ زیادہ علم رکھتا ہو مکروہِ تنزیہی ہے، یہ کراہت اس صورت میں ہے کہ جب امامت سے کوئی خرابی پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، اگر ایسا اندیشہ نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

❼ ...ایسے شخص کا امام بننا جو بے وقوف ہو اور بھونڈا ہو یا فالج زدہ یا کوڑھ کا مریض ہو جس کے برص کے داغ پھیلے ہوں، اور جذامی اور اپاہج کا جو پورے قدموں پر کھڑا نہ ہوسکتا ہو۔ نیز جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو، امام بننا مکروہ ہے۔

❽ ...اس کی امامت بھی مکروہ ہے جو اُجرت لے کر لوگوں کی امامت کرے۔

(متاخرین فقہاء نے امامت کی اُجرت جائز قرار دی ہے، پس دورِ حاضر میں ایسے شخص کی امامت بلا کراہت درست ہے۔)

البتہ وقف کرنے والے نے اس کی اُجرت کے لئے شرط لگا دی ہو تو اس کی امامت مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں وہ اُجرت یک گونہ صدقہ و امداد ہے۔

❾ ...اس شخص کی امامت مکروہ ہے جو فروعی مسائل میں مقتدی کے مسلک سے اختلاف رکھتا ہو۔ بشرطیکہ اس اَمر کا اندیشہ ہو کہ وہ ایسے اختلاف کی پروا نہ کرے گا جس سے نماز یا وضو جاتا رہتا ہے لیکن اس اَمر میں شک نہ ہو بایں طور کہ وہ جانتا ہو کہ اُسے اختلاف کی پرواہ ہے یا یہ کہ اُسے اس اختلاف کا علم ہی نہیں تو امامت مکروہ نہ ہوگی۔

❿ ...امام کا دوسرے تمام مقتدیوں سے ایک ہاتھ یا زیادہ اُونچی جگہ پر کھڑا ہونا مکروہ ہے: اس سے کم اُونچی جگہ ہو تو مکروہ نہیں ہے اس طرح مقتدیوں کا بھی امام

سے اتنی اُونچی جگہ پر ہونا مکروہ ہے۔

ان دونوں صورتوں میں کراہت اسی حالت میں ہوگی جبکہ امام کے ساتھ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ پر کوئی فردِ واحد بھی شریکِ جماعت نہ ہو اگر ایک شخص یا زیادہ اشخاص اس کے ساتھ (اس جگہ پر) کھڑے ہو جائیں تو کراہت نہ رہے گی۔

⑪...اس شخص کا امام بننا مکروہ ہے جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں اور اس کی کسی دینی خرابی کے باعث اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے کتراتے ہوں۔

⑫...نمازِ جنازہ کے سوا عورتوں کی جماعت مکروہِ تحریمی ہے اگر جنازہ کی نماز عورتیں پڑھائیں تو اِمام عورت ان کے درمیان (صف کے اندر) کھڑی ہو جیسے اُن آدمیوں کی جماعت جن کا ستر ڈھکا ہوا نہ ہو۔ عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ خواہ جمعہ یا عید کا دِن ہو یا رات کو وعظ ہو، ہاں دن میں ضرورتاً کہیں پردہ کے ساتھ آنا جانا جائز ہے جب کہ کسی خرابی کے پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

⑬...اسی طرح مرد کے لئے عورتوں کا امام بننا مکروہ ہے جبکہ جماعت والے ایسے گھر میں ہوں جہاں ان کے ساتھ مرد مقتدی نہ ہوں یا وہ عورتوں، امام کی محرم جیسے ماں یا بہن نہ ہوں۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ۱/۶۸۸)

⑭...کسی خصی، زنخے یا نامرد کا امامت کے عہدہ پر تقرر کیا جانا مکروہ ہے اسی طرح اس کی بھی امامت مکروہ ہے جس کی باتوں میں عورتوں کا سا انداز ہو، یا جو ناجائز اولاد ہو لیکن ایسے اشخاص اگر مقرر شدہ امام نہ ہوں تو ان کی امامت مکروہ نہیں ہے۔

⑮...کسی غلام کا امام مقرر کیا جانا مکروہ ہے۔

⑯...غیر مختون کی امامت مکروہِ تنزیہی، اسی طرح اس شخص کی امامت جس کا حال معلوم نہ ہو کہ نیکو کار ہے یا بدکار ہے، یا وہ شخص جس کا نسب معلوم نہ ہو۔

⑰...امام کا مسجد کے محراب میں نفل پڑھنا یا محراب کے اندر ہیئتِ نماز میں محض بیٹھنا مکروہ ہے۔

⑱...نابینا شخص کا امام بننا جائز ہے تاہم بینا افضل ہے۔ (کتاب الفقہ، ص۶۹)

قراءت کے اوّل بعد سکوت

امام کو دو بار وقفہ کرنا چاہئے۔ ایک بار تو نماز کے شروع میں اور دوسری بار قرأت کے بعد رکوع سے پہلے کہ اس وقفہ میں اس کو دم لینے کا موقع مل جائے گا اور قرأت سے جو جوش پیدا ہوا تھا وہ سکون سے بدل جائے گا۔

قرأت کا اتصال رکوع کی تکبیر سے بھی نہیں ہوگا، حضرت سمرہ بن جُندب سے روایت کردہ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معمول منقول ہے۔

تسبیح میں جلدی نہ کرے

رکوع میں جائے تو تین بار تسبیح پڑھے، تسبیح پڑھنے میں عجلت نہ کرے بلکہ بہت آہستگی اور جم کر الفاظ ادا کرے کیونکہ اگر امام تسبیح کو عجلت سے پڑھ لے گا تو مقتدی اس کو نہیں کہہ پائیں گے۔ اسی طرح رکوع سے سر اُٹھا کر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہہ کر ٹھیک ٹھیک کھڑا ہو جائے۔ حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سرِ مبارک اُٹھا کر اتنی دیر تک (سجدہ کرنے سے) توقف فرماتے تھے کہ خیال ہوتا تھا کہ آپ بھول گئے ہیں"۔ اسی طرح سجدہ میں اور دونوں سجدوں کے درمیان توقف کرے، اور اس شخص کے کہنے کا کچھ خیال نہ کرے جو یہ کہتا ہے کہ اس صورت میں مقتدی امام سے پہلے بعض ارکان ادا کرلے گا اور کوئی رُکن مقدم کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ جب لوگ امام کے وقفہ کو دیکھیں گے تو سمجھ لیں گے کہ امام ہمیشہ یہ وقفہ کرتا ہے اور دونوں سجدوں کے درمیان وقفہ امام کی عادت ہے اس لئے پھر وہ بھی ٹھہرا کریں گے اور امام سے پہلے سجدہ نہیں کریں گے۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۸۶۹)

امام نماز سے قبل مقتدیوں کو تنبیہ کرے

امام کو چاہئے کہ نماز شروع کرنے سے قبل مقتدیوں کو سمجھا دیا کرے کہ تم کسی رکن

میں مجھ سے پہل نہ کرنا بلکہ مجھے رُکن ادا کرنے دینا پھر تم میری اقتداء کرنا، اگر تم مجھ سے پہلے ارکان ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کو ناراض کرو گے اور اپنی نمازیں بھی خراب کرو گے۔

امام کو چاہئے کہ اپنے مقتدیوں کو نصیحت کرتا اور سمجھاتا رہے تا کہ وہ رکوع اور سجود اور دوسرے ارکانِ نماز میں جلد بازی سے کام نہ لیں اور نماز اچھی طرح ادا کریں کیونکہ امام ان کا نگہبان ہے، قیامت کے دن امام سے لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا، امام کو چاہئے کہ اپنی نماز بھی اچھی طرح ادا کرے اگر ان میں کوتاہی کرے گا تو جس طرح اس کے مقتدیوں کو گناہ کی سزا ملے گی اُسی طرح امام کو بھی اس کی کوتاہی و غفلت کی وجہ سے ان لوگوں کی نمازیں خراب کرنے کی سزا دی جائے گی۔ (غنیۃ الطالبین، ص ۱۷۸)

اِمام کا دِل اور زبان سے نیت کرنا

اِمام کو چاہئے کہ دِل سے نیت کئے بغیر نہ نماز شروع کرے اور نہ تکبیرِ تحریمہ کہے اگر زبان سے بھی نیت کے الفاظ کہہ لے تو زیادہ اچھا ہے، امام کو چاہئے کہ پہلے دائیں بائیں دیکھ کر صفیں درست کرائے اور مقتدیوں سے کہے کہ سیدھے کھڑے ہو جاؤ، اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے، ٹھیک کھڑے ہو جایئے اللہ تم سے راضی ہو، درمیان کے خلا کو پُر کرنے کے لئے حکم دے کہ شانہ سے شانہ ملا کر کھڑے ہو جائیں، صفوں کی کجی سے نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے، شیطان لوگوں کے ساتھ صفوں میں گھس کر کھڑے ہو جاتے ہیں، حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''صفیں جوڑ لیا کرو، شانے سے شانہ ملا لیا کرو اور درمیانی خلا کو پُر کر لیا کرو تا کہ بکری کے بچوں جیسے شیطان تمہارے درمیان گھس کر نہ کھڑے ہو جائیں''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہنے سے پہلے دائیں بائیں کے لوگوں کو شانے برابر رکھنے کا حکم دیتے تھے اور

فرماتے تھے کہ کوئی شخص آگے پیچھے نہ ہو ورنہ ان میں پھوٹ پڑ جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز نماز کے وقت دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا تم کو اپنے مونڈھے برابر کر لینے چاہئیں ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دِلوں میں پھوٹ ڈال دے گا۔

بخاری رحمہ اللہ اور مسلم رحمہ اللہ کی متفق علیہ روایت ہے کہ سالم بن جور رضی اللہ عنہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنی صفیں سیدھی رکھو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں میں فرق پیدا کر دے گا، ایک اور حدیث میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اَنس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:" صفوں کو سیدھا رکھنا، تکمیلِ نماز میں سے ہے (یعنی نماز کی تکمیل کا ایک حصہ ہے)

صحابۂ کرام کا معمول

امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو محض صفیں سیدھی کرنے پر مقرر کر رکھا تھا، جب تک وہ شخص صفوں کے ہموار ہونے کی اطلاع آپ کو نہیں دے دیتا تھا آپ تکبیر تحریمہ نہیں کہتے تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز کا بھی یہی معمول تھا، ایک روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ (مؤذنِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) صفیں ہموار کراتے تھے اور ایڑیوں پر کوڑے مارتے تھے تا کہ لوگ ہموار کھڑے ہو جائیں، بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ یہ خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اقامت کے وقت نماز شروع ہونے سے پہلے انجام دیا کرتے تھے، اس لئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اِمام کے لئے اذان نہیں دی۔ صرف ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب کہ آپ رضی اللہ عنہ ملک شام سے واپس آئے تھے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ

عنہم نے عہدِ نبوی کی یاد اور اشتیاق میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے درخواست کی تھی تو آپ نے اذان دی تھی، اذان میں جب آپ ''اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه'' پر پہنچے تو رُک گئے اور آگے کچھ نہ کہہ سکے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے عشق میں بے ہوش ہو کر گر پڑے، مدینہ کے انصار و مہاجرین میں ایک کہرام پڑ گیا۔ یہاں تک محبتِ رسول میں عورتیں بھی پردے سے باہر نکل آئیں۔

غرض اس روایت سے ثابت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا ایڑیوں پر دُرّے مارنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں تھا۔ (غنیۃ، ۸۶۹)

خطبہ پڑھنے کا طریقہ

حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب خطبہ دیتے تو چشمِ مبارک سرخ ہو جاتی آواز بلند اور طرزِ کلام میں شدت آجاتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی لشکر حملہ کرنے والا ہے اور آپ مخاطبین کو اس خطرۂ عظیم سے آگاہ فرما رہے ہیں۔

(مسلم شریف، ج۱، صفحہ ۲۸۴)

پُر جوش مقرروں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ تو نہیں پھیلاتے تھے، البتہ سمجھانے یا آگاہ کرنے کے مواقع پر انگشتِ شہادت سے اشارہ فرمایا کرتے تھے، لہٰذا اگر عالم خطیب۔ حسبِ موقع حاضرین کو خطاب کرے اور خطبہ کو ترغیب و ترہیب کے انداز میں پڑھے تو جائز اور مسنون ہے لیکن دائیں بائیں رُخ پھیرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ''بدائع'' میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کے وقت قبلہ پشت ہو کر اور لوگوں کی طرف رُخ کر کے کھڑے رہتے تھے۔ (ج۱، ص۲۶۴)

اس لئے علامہ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ محققین دائیں بائیں رخ کرنے کو بدعت کہتے ہیں (شامی ۱/۷۵۹) ہاں رُخ سامنے رکھ کر دائیں بائیں نظر کرنے میں حرج نہیں ہے۔ (ردالمحتار، ۱/۷۵۹) نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ ترغیب و ترہیب کے مضامین وہی شخص صحیح انداز میں ادا کر سکتا ہے جو معنی اور مضمون سے واقف ہو۔ ناواقف شخص ایسی غلطی

کر سکتا ہے جو واقف کی نظر میں مضحکہ انگیز ہو۔ لہٰذا خطبہ میں جو بھی انداز اختیار کیا جائے وہ سمجھ کر اختیار کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ۱/۲۶۴)

کیا خطبہ میں جہر شرط ہے؟

خطبہ میں اس قدر جہر (زور سے پڑھنا) شرط ہے کہ پاس بیٹھنے والا سُن سکے۔
(احسن الفتاویٰ، ج ۴، ص ۱۴۲)

غلطی پر خطیب کو لقمہ دینا

چونکہ خطبہ میں کوئی متعین مضمون پڑھنا ضروری نہیں ہے۔ اگر ایک مضمون میں خطیب رُک گیا (اور آگے چل نہ سکا) تو اور کچھ پڑھ سکتا ہے۔
لہٰذا لقمہ دینے کی ضرورت نہیں۔ اور حالتِ خطبہ میں ہر قسم کا تکلم (بات چیت کرنا) ناجائز ہے، اس لئے لقمہ دینا بھی ناجائز ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۴، ص ۱۴۱)

کیا مکبّر کے لئے امام کی اجازت ضروری ہے

سوال: جمعہ وعیدین میں بلا اجازتِ امام، تکبیر پکار کر رکوع وسجدہ میں کہنا تاکہ نمازیوں کو سہولت ہو جائز ہے یا نہیں؟ ایک عالم امام فرماتے ہیں بلا اجازت امام تکبیر پکارنے سے مکبّر کی نماز نہیں ہوتی، صحیح کیا ہے؟

جواب: نمازیوں کی سہولت اور اطلاع کے لئے تکبیر پکار کر کہنا درست ہے، اس میں امام کی اجازت ضروری نہیں ہے، اس عالم امام کا مذکورہ قول غلط ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵)

عید کا خطبہ کسی نے دیا اور نماز کسی اور نے پڑھائی

اس طرح نماز ہو جاتی ہے مگر بہتر ومناسب یہ ہے کہ خطبہ اور نماز ایک ہی شخص پڑھائے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۵، ص ۱۸۴، بحوالہ ردالمحتار باب الجمعہ ج ۱، ص ۷۷۱)

کیا امام دو جگہ عید کی امامت کر سکتا ہے

دو جگہ عیدین یا جمعہ کی نماز دو مرتبہ نہیں پڑھا سکتا، اگر ایسا کیا تو دوسری مرتبہ والے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی کیونکہ امام کی دوسری نماز نفل ہوئی اور نفل پڑھانے والے کے پیچھے فرض اور واجب پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ (فتاوی دارالعلوم ج ۵، ص ۲۲۴)

اگر امام تکبیرات عیدین بھول جائے؟

سوال: اگر امام، نمازِ عید کی تکبیراتِ زوائد کہنا بھول جائے اور رکوع میں پہنچ کر یاد آئیں تو کیا رکوع میں یہ زوائد تکبیرات کہے، اور رکوع کی تسبیحات کو چھوڑ دے یا رکوع سے اُٹھ کر کھڑا ہو کر اور تکبیرات کہہ کر پھر رکوع کا اعادہ کرے؟

جواب: ایسی صورت میں، نہ تکبیراتِ زوائد رکوع میں کہے نہ رکوع سے لوٹ کر کھڑا ہو کر کہے، نہ سجدۂ سہو کرے، کہ ہر صورت میں نمازیوں کو پریشانی ہوگی اور ان کی نماز خراب ہونے کا قوی امکان رہے گا۔ ایسی حالت میں سجدہ سہو ساقط ہو جاتا ہے اور نماز کا اعادہ بھی واجب نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ میں فقہاء کے دوسرے اقوال بھی ہیں، جو کہ بحر، بدائع، فتح القدیر وغیرہ میں مذکور ہیں۔ لیکن (ردالمحتار، ج۱/۵۶۱) میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، جو یہاں درج کیا گیا ہے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۲، ص ۳۰۷)

جمعہ وعیدین میں سجدۂ سہو

سوال: اگر جمعہ یا عیدین کی نماز میں کوئی واجب بھول کر چھوٹ جائے تو امام کو سجدۂ سہو کرنا چاہئے یا نہیں؟ **جواب:** اگر مجمع کم ہے کہ مقتدی سب سمجھ جائیں گے کہ امام نے سجدۂ سہو کیا ہے تب تو سجدہ سہو کر لیا جائے، اگر مجمع زیادہ ہے کہ مقتدیوں کو پتہ نہیں چلے گا بلکہ وہ سمجھیں گے کہ امام نے نماز ختم کرنے کے لئے سلام پھیر دیا ہے تو سجدۂ سہو نہیں کرنا چاہئے۔ (فتاوی محمودیہ ج ۲، ص ۳۰۸، بحوالہ طحطاوی ص ۲۵۳)

عیدین میں دُعا کس وقت کی جائے؟

سوال: عیدین میں امام دُعا کس وقت کرائے نماز کے بعد یا خطبہ کے بعد؟

جواب: عیدین کی نماز کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دُعا مانگنا مستحب ہے، خطبہ کے بعد دُعا مانگنے کا استحباب کسی روایت سے ثابت نہیں ہے، اور عیدین کی نماز کے بعد دُعا کرنے کا استحباب ان ہی حدیثوں اور روایات سے معلوم ہوتا ہے جن میں عموماً نمازوں کے بعد دُعا مانگنا وارد ہوا ہے اور نماز کے بعد دُعا مقبول ہوتی ہے، حصن حصین میں وہ احادیث مذکور ہیں اور ہمارے اکابر حضرات کا یہی معمول رہا ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم ص ۵/ ۲۲۵ بحوالہ ردالمحتار، ص ۱/ ۴۹۵)

نقش ونگار والے مصلّے پر نماز پڑھانا

مصلوں پر جو کعبہ وغیرہ کا نقشہ ہوتا ہے چونکہ وہ اصل نہیں ہے بلکہ اس جیسا ایک مصنوعی نقشہ ہے لہٰذا احترام ضروری نہیں اور مسلمانوں کے دِلوں میں اس کی عظمت ہوتی ہے اہانت کا خیال بھی نہیں ہوتا۔

اس لئے اگر نادانستہ اتفاقاً پیر پڑ جائے تو گناہ نہیں ہوگا، اور بہتر تو یہ ہے کہ ایسے مصلے پر نماز نہ پڑھی جائے کہ خشوع وخضوع میں خلل ہوگا اور نماز کی رُوح خشوع وخضوع ہے اور بغیر اس کے نماز بے جان ہے۔ نمازی کے سامنے نقش ونگار کا ہونا، نمازی کی توجہ اور خیال کو اپنی طرف متوجہ کرے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر خوبصورت پردہ دیکھ کر فرمایا اس کو ہٹالو اس کے بیل بوٹے میری نماز میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ (صحیح بخاری شریف ج ۱، ص ۵۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھول دار چادر بھی اپنے لئے پسند نہیں فرمائی اور فرمایا کہ یہ چادر مجھے نماز میں غافل کرتی ہے۔ (صحیح مسلم شریف ص ۱/ ۲۰۸)

اس حدیث کی شرح میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محراب مسجد اور قبلہ کی دیوار کے نقش ونگار کی کراہت اس لئے ہے کہ یہ چیزیں نمازیوں کے خیالات اور توجہات کو اپنی طرف مائل کرتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھول دار چادر کو اُتار دینے پر یہی علت بیان فرمائی تھی کہ اس کے نقش ونگار نے میری توجہ نماز سے ہٹا دی۔ (نووی شرح مسلم، فتاوی رحیمیہ ۶، ص ۳۴۷ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۲ ص ۱۷۲)

کعبہ کی تصویر والے مصلوں پر نماز پڑھنے میں شرعاً کوئی حرج نہیں، اور اس تصویر سے خانہ کعبہ کی تعظیم میں کوئی فرق نہیں آیا۔ (فتاوی محمودیہ ج ۱، ص ۱۱۱)

امام کا درمیانِ محراب سے ہٹ کر کھڑا ہونا

سوال: امام کو نماز کے لئے محراب کا نصف حصہ چھوڑ کر دائیں یا بائیں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا کیسا ہے؟ اگر محراب کے اندر ہی منبر بنا ہو جیسا کہ اکثر مسجدوں میں ہوتا ہے تو اس صورت میں امام کو کس جگہ کھڑا ہونا چاہیے؟

جواب: محراب سے مقصد یہ ہے کہ امام صف کے ٹھیک بیچ میں کھڑا ہو، اور یہ سنت ہے پس اگر محراب صحیح طور پر صف کے درمیان میں ہے تو محراب کے عین درمیان کو چھوڑ کر دائیں یا بائیں جانب ہٹ کر کھڑا ہونا مکروہ ہے خواہ منبر محراب کے اندر ہو یا نہ ہو، بہر حال محراب کے درمیان کھڑا ہونا چاہیے۔

اکثر مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ امام منبر کو چھوڑ کر بقیہ محراب کے درمیان میں کھڑا ہوتا ہے یہ مکروہ ہے، اس کی اصلاح لازم ہے، اور اس مسئلے کی اشاعت ضروری ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تعمیر مساجد میں اس اصلاح کی اشد ضرورت ہے کہ منبر کی جگہ دائیں جانب چھوڑ کر مسجد کے ٹھیک درمیان میں اس طرح محراب بنائیں کہ محراب کا عین وسط جہاں امام کھڑا ہوگا۔ وہاں سے مسجد کا دونوں طرف فاصلہ برابر ہو"۔

(احسن الفتاوی ج ۳، ص ۲۹۳، بحوالہ رد المختار ج ۱، ص ۵۳۱)

امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا

سوال: امام کے محراب کے اندر کھڑے ہونے سے نماز مکروہ ہوگی یا نہیں؟

جواب: امام پاؤں محراب سے باہر رکھے، بلا عذر محراب میں پاؤں رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، وجہِ کراہت میں دو قول ہیں:

(۱) محراب میں کھڑے ہونے سے دونوں طرف کے مقتدیوں پر امام کی حالت مشتبہ رہتی ہے، البتہ اشتباہ نہ ہونے کی صورت میں کوئی کراہت نہیں۔

(۲) اہل کتاب سے تشبہ ہے اس بناء پر جانبین میں مقتدیوں کے لئے کوئی اشتباہ نہ ہونے کے باوجود بھی امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر قدم محراب کے باہر ہوں تو کراہت نہیں رہتی۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۱۱، بحوالہ ردالمحتار ص ۶۰۲)

نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے امام کا در میں کھڑا ہونا

سوال: رمضان المبارک میں نمازیوں کی کثرت اور مسجد کا فرش چھوٹا ہونے کی وجہ سے امام کو مسجد کے در میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: امام کے در میں کھڑے ہونے کو شامی میں مکروہ لکھا ہے اور امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے، اس لئے امام کو چاہئے کہ اگر ضرورت در میں کھڑے ہونے کی ہو، نمازیوں کی کثرت وغیرہ کی وجہ سے تو قدم دَر سے باہر رکھے اور سجدہ اندر کے حصے میں کرے، تو بہتر ہے۔ ورنہ بضرورت در میں کھڑے ہو کر نماز پڑھانے سے بھی نماز ہو جاتی ہے لیکن بچنا اس سے بہتر ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۴، ص ۱۲۹)

اگر امام کے ساتھ ایک شخص ہو

سوال: اگر امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی نماز پڑھتا ہو اور دوسرا آ جائے یا جماعت کی پوری صف بھر گئی ہو اور ایک نمازی بعد میں آئے تو اس کو اگلی صف میں سے

مقتدی کو کھینچنا ضروری ہے یا نہیں؟

جواب: اگر امام کے ساتھ ایک مقتدی ہے پھر دوسرا آ جائے تو بہتر یہ ہے کہ پہلا مقتدی پیچھے ہو جائے اور دونوں امام کے پیچھے ہو جائیں اور اس میں یہ شرط لکھی ہے کہ اگر مقتدی کی نماز کے فساد کا اندیشہ نہ ہو تو اس کو پیچھے کو ہٹا دے ورنہ نہ ہٹائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ پیچھے کرنے کی ضرورت اس وقت ہے جب یہ معلوم ہو کہ وہ پیچھے ہٹ جائے گا اور اس کو یہ مسئلہ معلوم ہو۔ اسی طرح صف میں اکیلے کھڑے ہونے کا حکم ہے اگر صف میں سے کوئی شخص اس کے پیچھے ہٹانے سے بے تکلف ہٹ جائے تو ایسا کرے ورنہ تنہا کھڑا ہو جائے جیسا کہ شامی میں اس کی تفصیل موجود ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۳۵۸، بحوالہ رد المحتار، ص ۱/ ۵۳۱)

(مطلب یہ ہے کہ اگر پیچھے آنے کی جگہ ہے تب تو مقتدی پیچھے ہٹ آئیں اور اگر پیچھے ہٹنے کی جگہ نہیں ہے تو پھر امام کو آگے بڑھانا چاہئے اور اگر اس کی بھی گنجائش نہیں ہے تو دوسرا مقتدی امام کے بائیں طرف کھڑا ہو جائے۔ ذرا پیچھے ہٹ کر جیسا کہ پہلا مقتدی کھڑا ہے)

صرف عورت یا بچہ مقتدی ہو تو کہاں کھڑا ہو

سوال: زید اپنے گھر میں جماعت سے نماز پڑھا رہا ہے، اگر مقتدی صرف ایک نابالغ لڑکا یا صرف ایک عورت ہو یا بچہ اور عورت دونوں اقتدا کریں تو یہ کہاں کھڑے ہوں؟ محرم اور غیر محرم عورت میں کیا کچھ فرق ہے؟

جواب: بچہ امام کی دائیں جانب کھڑا ہو اور عورت امام کے پیچھے، عورت محرم ہو یا غیر محرم دونوں کا یہی حکم ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۳۹۹، بحوالہ رد المحتار ج ۱، ص ۵۳۰)

مقتدی ایک مرد یا ایک بچہ ہو تو کیسے کھڑے ہوں

سوال: مسجد میں جماعت کے وقت امام کے علاوہ ایک مرد اور ایک نابالغ

لڑکا موجود ہے ان کی صف بندی کس طرح کرنی چاہئے؟ **جواب:** مرد اور نابالغ بچہ دونوں مل کر کھڑے ہوں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۳۰۰، بحوالہ ردالمحتار (۱) ص ۵۳۴)

اقتداء کے شرعی حدود

سوال: اقتداء کے لئے شرعی کیا حدود مقرر ہیں۔ مندرجہ ذیل صورتوں میں کون سی جائز ہے اور کون سی ناجائز؟

(۱) امام بلند مقام پر ہے، مقتدی نیچے، خواہ دائیں یا بائیں یا پیچھے پھر اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ امام سے قریب ہوں خواہ درمیان میں دیوار وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو، دوسری صورت یہ کہ امام سے دُور ہوں خواہ دیوار وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو۔

(۲) امام نیچے کے مقام پر ہے اور مقتدی اُوپر اس کی بھی مذکورہ بالا چار صورتیں ہوں گی۔ (۳) افریقہ میں اکثر مکانات کا زیریں حصہ فرش، کاٹ اور چوبیں کا ہوتا ہے اور اس کے نیچے زمین تک قدِ آدم کی برابر کم وبیش مجوف ہوتا ہے۔ ایسی صورتوں میں جماعت خانہ کے زیریں حصہ میں بھی مقتدی کھڑے ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) مسجد کے متصل رہنے والا یا دُور رہنے والا مگر ایسا کہ تکبیراتِ انتقال وغیرہ سُن سکتا ہے۔ ایسا شخص اپنے مکان میں اقتدا کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: ۱،۲۔ امام اگر تنہا اُونچے مقام پر ہو تو مکروہ ہے اور اگر امام کے ساتھ کچھ مقتدی ہوں تو پھر کسی حال میں کراہت نہیں ہے۔

دُور اور نزدیک جب کہ صفوف متصل ہوں دونوں درست ہیں۔

(۳) اس میں بھی وہی جواب ہے کہ اگر امام کے ساتھ بعض مقتدی ہیں تو حصۂ زیریں (نیچے کا حصہ) میں کھڑے ہو کر اقتداء کرنا درست ہے۔

(۴) مسجد کے امام کی، اپنے مکان میں رہتے ہوئے اقتدا نہیں کر سکتا، لیکن اگر مقتدیوں کی صف، اس کے مکان تک مل جائے تو اُس وقت، اپنے مکان میں رہتے ہوئے امامِ مسجد کی اقتداء جائز ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳، ص ۳۵۶)

مقتدی کے امام سے آگے بڑھ جانے کا حکم

سوال: مسجد میں جماعت کے دوران دوسری منزل کے نمازی امام سے کچھ آگے بڑھ جائے۔ان کی نماز فاسد ہوگئی یا نہیں؟

جواب: اگر مقتدی کی ایڑی امام کی ایڑی سے آگے ہوگئی تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اگر ایڑی برابر ہو تو نماز ہو جائے گی، اگرچہ مقتدی کے پاؤں کی اُنگلیاں امام کے پاؤں سے آگے ہوں۔البتہ اگر مقتدی اور امام کے پاؤں میں اتنا زیادہ تفاوت ہو کہ دونوں کی ایڑیاں برابر ہونے کے باوجود مقتدی کے پاؤں کا اکثر حصہ امام کے پاؤں سے آگے بڑھ گیا تو نماز نہ ہوگی۔ (احسن الفتاوی ج۳ص ۲۹۸ بحوالہ ردالمحتار ج۱،ص ۵۱۴)

نماز کے اوقات کون مقرر کرے؟

بہتر یہ ہے کہ امام اور مقتدی سب کی متفقہ رائے سے شریعت کے مطابق وقت مقرر کیا جائے اگر مقتدی ناواقف ہوں اور شرعی وقت کی شناخت نہ رکھتے ہوں تو امام وقت مقرر کر کے اعلان کردے اور اس کی سب پابندی کریں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷،ص ۶۸)

مقررہ وقت سے پہلے نماز پڑھانا

اگر نماز کا وقت ہی نہ ہوا ہو تو نماز پڑھنا پڑھانا ناجائز ہے۔اگر وقت تو ہو گیا لیکن کسی عارض کی وجہ سے وقتِ مقررہ سے دو چار منٹ پہلے امام نے نماز پڑھا دی اور پابندِ جماعت نمازی بھی آچکے تھے، تو اس میں مضائقہ نہیں، اگر پابندِ جماعت نمازی نہیں آئے تھے، تو وقتِ مقررہ تک ان کا انتظار کرنا چاہیے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷،ص ۱۳۷)

کیا اِمام پر متعین وقت کا اہتمام ضروری ہے

عموماً مساجد میں جب امام صاحب نماز کے صحیح وقت پر نہیں پہنچتے تو نمازی اعتراض

کرتے ہیں اُن کو دو چار منٹ انتظار کرنا دُشوار معلوم ہوتا ہے، حالانکہ انتظار نماز کی حدیث ہے اور اذان کے بعد پورے وقت میں کسی بھی جماعت کرنے کی اجازت ہے اور وقت کا تعین محض سہولت کے لئے ہے، تاکہ نمازی اس وقت پر جمع ہوجائیں۔

سوال یہ ہے کہ (۱) امام کا انتظار کیا جانا چاہئے یا نہیں؟ اور کتنا انتظار کیا جائے؟

(۲) کیا امام پر گھڑی کے وقت کی ایسی پابندی کہ دو چار منٹ بھی تاخیر نہ ہو، از روئے شرع ضروری ہے؟ (۳) جو امام اکثر دو چار منٹ دیر سے مسجد میں پہنچ کر نماز پڑھاتا ہو، اس کو کس بات کی احتیاط ضروری ہے؟ (۴) جو نمازی تاخیر پر مسجد میں شور وغل مچاتے ہیں اور چرچا کرتے ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ (۵) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور قرونِ اُولیٰ میں کس طرح عمل رہا ہے؟

(۶) فقہاءِ کرام اس مسئلہ میں کیا تفصیل بتاتے ہیں؟

جواب: حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک اور قرونِ اُولیٰ میں نیز حضراتِ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے دور میں نہ دنیوی مشاغل زیادہ تھے اور نہ ہی گھڑیاں تھیں، اس لئے جماعت کا اُصول یہ رہا کہ وقت ہوجانے کے بعد اذان ہوئی اور اس کے بعد نمازیوں کا اجتماع ہوگیا، جماعت ہوگئی۔

اِس زمانہ میں ایک طرف دنیوی مشاغل میں مصروفیات، انہماک اور دوسری جانب دین سے غفلت اور بے اعتنائی کے پیشِ نظر گھڑیوں کی سہولت سے استفادہ ناگزیر ہوگیا ہے، لہٰذا آج کل کے حالات کے پیشِ نظر گھڑی سے وقت کی تعیین اور امام کے لئے وقتِ معیّن کی پابندی ضروری ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں لوگوں کے اجتماع کو ملحوظ رکھا جاتا تھا، اب چونکہ گھڑی کے معیّن وقت پر ہی نمازی جمع ہوجاتے ہیں، لہٰذا یہ اَمر بھی اس کو مقتضی ہے کہ معیّن وقت سے تاخیر نہ کی جائے۔

علاوہ ازیں قرونِ اُولیٰ کے ائمہ تنخواہ نہیں لیتے تھے، اور اِس زمانہ کا امام تنخواہ دار

ملازم ہے، اس لئے بھی اس پر متعین وقت کی پابندی لازم ہے، البتہ نمازیوں کو اُمورِ ذیل کا خیال رکھنا ضروری ہے:

(۱) اگر کبھی بہ تقاضائے بشریت امام کو چار پانچ منٹ تاخیر ہو جائے تو بے صبری اور چیخ و پکار کے بجائے صبر و تحمل سے کام لیں۔ اور اس تاخیر کو کسی عذر پر محمول کر کے امام پر زبان درازی اور طعن سے احتراز کریں۔

(۲) اگر امام ہمیشہ تاخیر سے آنے کا عادی ہو تو اس کو اچھے اور نرم انداز میں سمجھانے کی کوشش کی جائے۔ (۳) اگر سمجھانے کے باوجود امام کی روش نہیں بدلتی ہو تو منتظمہ امام کو معزول کر سکتی ہے مگر اس صورت میں بھی امام سے متعلق بدزبانی اور اس کی غیبت ہرگز جائز نہیں۔ (احسن الفتاوی ج ۳، ص ۳۰۱)..... اگر امام ٹھیک وقت پر تیار ہو کر نماز کے لئے مسجد میں پہنچے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ وقت سے پہلے مسجد میں نہ آنے سے نماز مکروہ نہیں ہوتی، البتہ اذان سُن کر فوری تیاری شروع کر دینا چاہیے۔ تاکہ عین وقت پر مقتدیوں کو انتظار نہ کرنا پڑے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲، ص ۹۱)

نماز شروع کرنے میں امام متولّی کا پابند نہیں

نماز کے اوقات شریعت کی جانب سے مقرر ہیں، مگر اس میں وسعت ہے، اس لئے ایسے وقت نماز شروع کی جائے کہ شرع کے نزدیک وہ وقت مستحب ہو اور پابندِ جماعت نمازی اکثر اس وقت آجاتے ہوں۔ اگر متولی جماعت شروع کرانے میں اس کی رعایت رکھتا ہے تب تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر اس کی رعایت نہیں رکھتا بلکہ صرف اپنی آمد پر موقوف رکھتا ہے خواہ وقت مستحب ہو یا غیر مستحب، خواہ اکثر جماعت کے پابند نمازی آگئے ہوں یا نہ آئے ہوں بلکہ جب خود آگیا تو نماز فوراً شروع کرادے، اور جب تک خود نہ آئے تو امام کو انتظار کا حکم دے، اگرچہ وقتِ مستحب نکل کر وقتِ مکروہ میں داخل ہو گیا، یا ابھی وقتِ مستحب شروع ہی نہیں ہوا تو ایسی حالت میں اس کی رعایت شرعاً پسندیدہ نہیں اور امام کو اس میں اس کی اتباع بھی نہیں کرنی

چاہئے۔ نماز شروع کرنے میں امام مستقل ہے متولی یا اور کسی کے تابع نہیں، بلکہ سب لوگ امام کے تابع ہیں تاہم امام کو ایسا رویہ اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے تمام مقتدیوں کو تکلیف ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۷، ص ۱۲۶)

امام کا کسی فرد کیلئے جماعت میں تاخیر کرنا

سوال: اکثر جہلاء متولیان، امامِ عالم پر حکومت کرتے ہیں، مثلاً نماز کے اوقاتِ مقررہ پر جب امام نماز شروع کرنے کا اِرادہ کرتا ہے تو متولی کہتا ہے کہ امام صاحب ذرا ٹھہریئے، فلاں نہیں آیا ہے۔ کیا انتظار جائز ہے؟

جواب: نمازیوں کے اجتماع کے بعد کسی فرد کے انتظار میں جماعت میں تاخیر کرنا جائز نہیں، البتہ کوئی شخص شریر ہو اور اس سے خطرہ ہو تو اس کے شر سے بچنے کے لئے تاخیر کی جاسکتی ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۳۰۶، بحوالہ ردالمحتار، ج ۱، ص ۳۶۲)

جو شخص متولی ہو کر اپنے واسطے ایسی تاکید کرے اور تاخیر کرے وہ گنہگار ہے اور ایسوں کا انتظار بھی درست نہیں ہے۔ ہاں عام مسلمانوں کا انتظار درست ہے بشرطیکہ دوسروں کو جو حاضر ہو چکے ہیں، تکلیف نہ ہو، اور وقت بھی مکروہ نہ ہو جائے۔

مگر رئیسوں اور دنیا داروں کا انتظار نہ کرے، وقت پر سب آ جائیں یا اکثر آ جائیں تو نماز پڑھائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۸۷)

کیا امام کیلئے عمامہ ضروری ہے؟

(۱) عمامہ مستحب ہے۔ (۲) عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا، بطور عادت ثابت ہے نہ کہ بطور عبادت۔ (۳) عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا اَولیٰ اور مستحب ہے۔

(۴) بلا عمامہ بھی نماز مکروہ نہیں۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا عمامہ نماز ثابت ہے۔

(۶) اَمرِ واجب کا سا معاملہ اَمرِ مستحب کے ساتھ کرنا نا جائز ہے۔

(۷) جن شہروں میں بلا عمامہ کے معزز مجالس میں جانا عار کی بات ہو، وہاں نماز بھی بلا عمامہ مکروہ ہے۔

(۸) کبھی کبھی مستحب کے مقابل رُخصت یعنی محض مباح پر بھی عمل کرنا چاہئے خاص کر ایسی جگہ جہاں مستحب پر اصرار کیا جاتا ہو کہ اس سے مندوب حدِ کراہت تک پہنچ جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے فساد پر آمادہ ہونا تو بڑی جہالت اور گناہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷، ص ۵۶)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے لیکن بغیر عمامہ کے بھی بلا کراہت درست ہے البتہ جس جگہ عمامہ کا اتنا رواج ہو کہ بغیر عمامہ کے کسی معزز مجلس میں جاتے ہوں بلکہ اپنے گھر سے بھی نہ نکلتے ہوں تو ایسی جگہ بغیر عمامہ نماز پڑھانا اور پڑھنا مکروہ ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ)

عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے، لیکن کبھی کبھی نہ باندھا جائے تا کہ عوام اس کو لازم اور ضروری نہ سمجھ لیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۴، ص ۳۵۷)

عمامہ اور شملہ کی لمبائی کی حد

سوال: کتنا لمبا عمامہ باندھنا سنت ہے اور اس کا کتنا شملہ پیچھے چھوڑنا مسنون ہے۔ اگر کوئی سُرین تک چھوڑے تو نماز میں نقصان آتا ہے یا نہیں؟ ایک شخص کہتا ہے اگر شملہ سوا بالشت سے زیادہ چھوڑے تو نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ اِس بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: دُرِّ مختار میں ہے عمامہ کا شملہ پیچھے چھوڑنا مستحب ہے اور وسطِ ظہر یعنی کمر کے درمیان تک شملہ کا ہونا مستحب ہے اور بعض نے کہا ہے ایک بالشت ہوگا اور اس شخص کا یہ کہنا کہ اگر سوا بالشت سے زیادہ شملہ چھوڑے تو نماز مکروہِ تحریمی ہوگی، غلط ہے۔ وسطِ ظہر تک ہونا، شملہ کا ایک بالشت ہونا، یہ سب اُمورِ مستحبہ میں سے ہیں۔ اس کے خلاف کرنا مکروہ تحریمی نہیں ہے۔ اور نماز میں کچھ کراہت نہیں آتی۔

ایک قول شملہ کے بارے میں دُرِّ مختار میں یہ بھی ہے کہ موضعِ جلوس تک شملہ کا ہونا مستحب ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کمر کی جڑ تک یعنی سُرین کے شروع تک بھی

شملہ کا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ شملہ چھوٹا ہو یا بڑا، اسی طرح عمامہ کے طول (لمبائی) کی شرعاً کوئی خاص حد نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ کبھی بارہ ہاتھ کا ہوا ہے اور کبھی سات ہاتھ کا، اور دوسروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی متعین لمبائی والے عمامہ کا حکم نہیں فرمایا۔ پس جتنا لمبا عمامہ ہو اور جتنا باندھنے کی عادت ہو باندھ لے، کچھ وہم نہ کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۴، ص ۱۳۸، بحوالہ البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۷)

امام پر مقتدی کی رعایت

سوال: جو اِمام قراءت ختم کرنے کے بعد رکوع میں جاتے وقت لفظ اللہ اکبر کو اس قدر لمبا کر کے کہتا ہے کہ اکثر نمازی اس سے پہلے رکوع میں چلے جاتے ہیں۔

کیا ایسی صورت میں مقتدیوں کی رعایت کے لئے معمولی قراءت اور دیر نہ لگا کر رکوع میں چلا جانا اِمام پر واجب ہے یا نہیں؟

جواب: بے شک مقتدیوں کی رعایت ایسے موقع پر مناسب ہے اور تکبیر کو زیادہ طویل نہ کرے، بلکہ مختصر کرے تا کہ مقتدیوں کی تکبیر پہلے ختم نہ ہو۔

اور مقتدیوں کو مناسب ہے کہ دیر میں تکبیر شروع کریں تا کہ امام پر سبقت نہ ہو جائے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ج ۳، ص ۹۳ بحوالہ مشکوٰۃ شریف، ص ۱۰۱)

امام کیلئے تسبیحات کی تعداد

منفرد (تنہا پڑھنے والے) کو اجازت ہے خواہ تین مرتبہ تسبیحات پڑھے یا پانچ یا سات یا اور زیادہ، مگر طاق پڑھے۔ البتہ امام زیادہ تسبیحات نہ کہے بلکہ اس کا لحاظ رکھے کہ مقتدی اطمینان کے ساتھ تین بار تسبیح پوری کرلیں۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۲۹۶)

مستحب یہ ہے کہ اِمام پانچ بار تسبیح پڑھے اگر تین بار کہے تو اس طرح کہے کہ مقتدیوں کو تین بار تسبیح کہنے کا موقع میسر آئے۔ (فتاوی رحیمیہ ج ۴، ص ۳۷۱)

مقتدی نہ آئیں تو اِمام تنہا نماز پڑھ سکتا ہے؟

سوال: ایک مسجد فاصلہ پر ہے، اس لئے اس میں جماعت اکثر نہیں ہوتی ہے، اِمام جو وہاں مقرر ہے اس صورت میں مقتدیوں کے نہ پہنچنے پر تنہا نماز پڑھ لے تو ترکِ جماعت کا گناہ تو نہ ہوگا؟

جواب: اس صورت میں ترکِ جماعت کا گناہ اِمام صاحب پر نہیں ہے بلکہ جب کوئی نہ آئے تو اِمام اذان واقامت کہہ کر تنہا نماز پڑھ لیا کرے، اس میں جماعت کا ثواب بھی اس کو حاصل ہوگا اور مسجد کا حق بھی ادا ہوگا۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۵۳)

امام کیلئے معیّن آدمی کا انتظار

سوال: کیا ایک شخص کے باعث جماعت میں تاخیر کرنا جائز ہے جبکہ مستقل امام موجود ہو۔ اگر وہ شخص نہیں آتا تو بجائے ایک بجے کے ڈیڑھ اور دو بجے جماعت ہوتی ہے اور اس کے بلانے کیلئے پے درپے آدمی بھیجا جاتا ہے یہ فعل شریعت کی نظر میں مذموم ہے یا ممدوح؟

جواب: وقتِ مقررہ پر اگر اور نمازی آجائیں تو کسی خاص شخص کا انتظار جائز نہیں مگر جب وقتِ مستحب میں گنجائش ہو اور قوم پر گرانی بھی نہ ہو، یا یہ شخص شریر اور فتنہ پرداز ہو تو کسی قدر انتظار میں مضائقہ نہیں۔ اگر وہ دینی اُمور میں مشغول رہتا ہے تو اس کو نماز کی اطلاع کرنے میں مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۲، ص ۲۲۳، بحوالہ طحطاوی، ج ۱، ص ۲۲۰)

امام اگر کسی دنیادار رئیس کا انتظار کرتا ہے اور حاضرین کی رعایت نہیں کرتا تو امام اور مکبّر دونوں گنہگار ہیں، مگر نماز ان کے پیچھے ہوجاتی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۲۸)

امام کے پیچھے کیسے لوگ کھڑے ہوں؟

امام کے قریب اہلِ علم اور اہلِ عقل کا کھڑا ہونا بہتر ہے، لیکن اگر امام کے قریب دوسرے نمازی آگئے ہوں تو ان کو ہٹانے کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ نماز ہر طرح ہو

جاتی ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۳۵۷)..... فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۳۵۷ کے حاشیہ پر ہے کہ "امام کے پیچھے کھڑے ہونے کا حق تو قانوناً بھی ان ہی کو ہے، جو پہلے آئیں، اس لئے کہ امام کو وسط میں رکھنے کا حکم ہے۔ اور پھر اگر صف پوری ہوجائے تو دوسری صف بھی امام کے سامنے ہی سے شروع ہوتی ہے۔

لیکن اگر اہلِ علم کو دوسرے لوگ ترجیح دیں اور اپنی جگہ امام کے پیچھے کھڑے کریں تو یہ فعل بھی (ایسا کرنا) درست بلکہ مطلوب ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۳۵۷)

جب کوئی شخص امام کے پیچھے کھڑا ہوگیا ہے تو کسی دوسرے نمازی یا امام کو اس کا حق نہیں کہ اس کی جگہ سے اس کو ہٹادے، ہاں اگر وہ خود ہٹنے پر رضا مند ہوجائے تو مضائقہ نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۲، ص ۱۹۶، بحوالہ طحاوی، ص ۳۰۴)

امام کے پیچھے مؤذن کی جگہ متعین کرنا

مسجد میں کسی کے لئے بھی جگہ متعین کرنا جائز نہیں، مؤذن اگر امام سے قریب رہنا چاہتا ہے تو دوسرے نمازیوں سے پہلے آجائے، ورنہ جہاں بھی جگہ ملے وہیں اقامت کہہ دے، اقامت کے لئے صفِ اوّل یا امام کے پیچھے (قُرب کی) کوئی قید نہیں۔ (احسن الفتاویٰ، ج ۳، ص ۹۵)

امام کا تکبیر کے وقت مُصلّے پر ہونا

یہ ضروری نہیں کہ جب امام مُصلّے پر کھڑا ہو تب تکبیر شروع کی جائے بلکہ امام جب کہ مسجد میں موجود ہو، تکبیر کہنا درست ہے، امام تکبیر سُن کر خود مُصلّے پر آجائے گا، جیسا کہ دُرِ مختار کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

وَيَقُوْمُ الْاِمَامُ وَالْمُؤتَمُّ حِيْنَ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اِذَا كَانَ الْاِمَامُ يَقْرُبُ الْمِحْرَابَ وَاِلَّا فَيَقُوْمُ كُلُّ صَفٍّ يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ الْاِمَامُ عَلَى الْاَظْهَرِ الخ

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲، ص ۱۱۲، بحوالہ ردّ المحتار، ج ۱، ص ۴۴۷)

تکبیر کے بعد امام کا دیر تک رُک کر نیت باندھنا

سوال: ایک شخص نے ظہر کی سُنتوں کی نیت باندھی صرف ایک رکعت پڑھی تھی کہ تکبیر ہوگئی، جس وقت تک شخصِ مذکور کی چار رکعت پوری ہوئی امام صاحب مُصلّے پر نہیں گئے، جب وہ چاروں رکعتیں ادا کر چکا تب اِمام صاحب مُصلّے پر پہنچے اور پہلی تکبیر سے نماز ادا کی گئی نماز ہوگئی یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نماز ہوگئی اور تکبیر کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(فتاوی دار العلوم، ج ۲، ص ۳۱۷، بحوالہ رَدّ المحتار، بابُ الاذان، ج ۱، ص ۳)

امام نے بغیر تکبیر کے جماعت شروع کردی تو کیا حکم ہے؟

سوال: امام صاحب نے مُصلّے پر کھڑے ہوکر مقتدیوں کو تکبیر کے لئے کہا تکبیر میں کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی، امام نے بقدر تکبیر تاخیر کرکے بوجہ ضُعفِ سماع کے نہ سُنا اور نیت باندھ لی تو نماز یا ثوابِ جماعت میں کچھ حرج واقع ہوگا یا نہیں؟

جواب: اس صورت میں نماز ہوگئی اور ثوابِ جماعت بھی مل گیا اور اقامت جو کہ سنت ہے، متروک ہوگئی، لیکن بوجہ عدمِ سماع (نہ سُننے کی وجہ سے) ایسا ہوا اس لئے کچھ گناہ نہیں ہوا۔ (فتاویٰ دار العلوم ص ۹۲، ج ۲۔ بحوالہ عالمگیری مصری، ج ۱، ص ۵۰، بابُ الاذان)

امام کے عمامہ باندھتے وقت اقامت ختم ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: امام مُصلّے پر عمامہ یا رومال باندھ رہا تھا، مؤذّن نے تکبیر ختم کردی، امام نے کہا پھر تکبیر کہو، تو کیا دوبارہ تکبیر کی ضرورت تھی؟

جواب: دوبارہ تکبیر کہنے کی اس صورت میں ضرورت نہ تھی۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۲، ص ۱۱۶، بحوالہ ردالمحتار بابُ الاذان، ج ۱، ص ۳۷۱، ۳۷۲)

امام کے قد قامت الصلوٰۃ پر ہاتھ باندھنے کا حکم

سوال: اگر کوئی امام پوری تکبیر نہ ہونے دے، ہمیشہ قد قامتِ الصَّلٰوۃ پر نیت باندھ لے تو کیسا ہے؟ **جواب**: بہتر یہ ہے کہ تکبیر ختم ہونے پر امام نیت باندھے اور اگر قد قامتِ الصَّلٰوۃ پر نیت باندھے تو یہ بھی جائز ہے۔ مگر پہلی صورت اَولیٰ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۲، ص ۱۱۳)

اصح اور معتدل مذہب یہ ہے کہ جب تک تکبیر سے فارغ نہ ہو، اُس وقت تک امام نماز شروع نہ کرے، کیوں کہ اس میں پوری تکبیر کا جواب سب دے سکیں گے جو کہ مستحب ومسنون ہے۔ حدیث میں ہے کہ جس وقت مُکبّر قد قامتِ الصَّلٰوۃ کہتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اقامها الله وادامها پڑھتے تھے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۲، ص ۱۱۳)

امام کس طرح نیت کرے؟

اس طرح نیت کریں: (۱) میں خالص اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہوں۔

(۲) فرض نماز پڑھتا ہوں (واجب وغیرہ ہوں تو اس کا خیال کرے)

(۳) جس وقت کی نماز ہو (ظہر یا عصر وغیرہ) اس کا تصور کرے۔

وَكَفٰى مُطْلَقُ نِيَّةِ الصَّلٰوةِ لِنَفْلٍ وَسُنَّة و تَرَاوِيْحَ ولا بُدَّمِنَ التَّعيُّنِ عِنْدَ النِّيَّةِ لِفَرْضٍ وَلَوْقَضَاءً وَوَاجِبٍ دُوْنَ عَدَدِ رَكْعَاتِهٖ وَيَنْوِ الْمُقْتَدِى الْمُتَابَعَةَ (تنویر الابصار)

امام کو امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔ چنانچہ تنہا نماز پڑھنے والے کے پیچھے کوئی نیت باندھ رہا ہے تو اس کی امامت کی نیت کر لینی چاہیے تا کہ اس کو امامت کا ثواب مل جائے۔ ہاں! مقتدی کے لئے اقتداء کی نیت کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ ج ۱، ص ۱۶۷، بحوالہ دُرِ مختار مع شامی، ج ۱، ص ۳۹۴)

نماز کی نیت کس زبان میں ضروری ہے؟

نیت دِل کے اِرادہ کو کہتے ہیں، زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کہے تو بہتر ہے اور زبان سے کسی زبان میں اُردو فارسی وغیرہ میں کہہ لیوے تو کچھ حرج نہیں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۲، ص ۱۴۹، بحوالہ عالمگیری مصری ج ۱، ص ۶۱)

تکبیر تحریمہ کا طریقہ

سوال: تکبیرِ تحریمہ کب کہے، ہاتھ باندھنے سے پہلے یا ہاتھ باندھ کر؟

(۱) اگر اِمام کان تک ہاتھ اُٹھانے کے بعد جب ناف تک لے جائے تو اس وقت تکبیرِ تحریمہ کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ (۲) اگر اِمام کا ہاتھ ناف تک پہنچنے پر تکبیر کا ایک لفظ (اللہ) کہے اور ہاتھ باندھنے کے بعد دوسرا (اکبر) کہے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۳) تکبیرِ تحریمہ کب شروع کرے اور کب ختم کرے؟

(۴) رکوع وسجود کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

(۵) اگر امام نماز میں تکبیرات، خلافِ سنت کہے تو شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: تکبیرِ تحریمہ یا تکبیرِ اُولیٰ اور رَفعِ یدَین کے بارے میں تین قول ہیں:

(۱) پہلے رفعِ یدَین کرے یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر تکبیر (اللہ اکبر) شروع کرے اور تکبیر ختم ہوتے ہی ہاتھ باندھ لے۔

(۲) تکبیر اور رَفعِ یدَین دونوں ایک ساتھ شروع کرے اور ایک ساتھ ختم کرے۔

(۳) پہلے تکبیر شروع کر کے فوراً ہاتھ اُٹھا کر ایک ساتھ ختم کردے۔ (بحر الرائق، ج ۱)

مذکورہ تینوں صورتوں میں سے پہلی اور دوسری صورت افضل ہے اور تیسری صورت بھی جائز ہے مگر معمول بہا نہیں ہے۔ (ہدایہ ج ۱، ص ۸۴)

اور جوہرہ میں ہے: اصح یہ ہے کہ اوّلاً نمازی دونوں ہاتھ اُٹھائے جب دونوں ہاتھ کانوں کے محاذات میں پہنچ کر ٹھہر جائیں تب تکبیر شروع کرے۔ (جوہرہ، ج ۱، ص ۴۹)

صورتِ مسئولہ میں نماز ہوگئی لیکن ہاتھ باندھنے تک تکبیر کو مؤخر کرنے کی عادت غلط اور مکروہ ہے۔ یہ ثناء پڑھنے کا محل ہے نہ کہ تکبیر کہنے کا، تکبیر ہاتھ باندھنے تک ختم ہو جانی چاہئے۔ ہاتھ باندھنے تک مؤخر کرنے میں یہ بھی خرابی ہے کہ اُونچا سننے والا اور بہرا مقتدی امام کے رفعِ یدین کو دیکھ کر تکبیرِ تحریمہ کہے گا تو امام سے پہلے تکبیر کہنے کی بناء پر اس کی اقتداء اور نماز صحیح نہ ہوگی، کیوں کہ اگر تکبیر کا پہلا لفظ اللہ کہنے میں مقتدی سبقت کرے، یا لفظ اللہ امام کے ساتھ شروع کرے مگر لفظ اکبر امام کے ختم کرنے سے پہلے ختم کردے تب بھی اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ (درمختار مع شامی، ج ا، ص ۴۴۸)

لہٰذا امام کو یہ عادت ترک کرنی چاہئے۔

جواب ۲: رکوع و سجود کی تکبیرات کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ رکوع کے لئے جھکنے کے ساتھ تکبیر شروع کردے۔ اور رکوع میں پہنچتے ہی ختم کرے رکوع و سجود میں پہنچ کر تکبیر کہنا خلافِ سنت اور مکروہ ہے اور دو طرح کی کراہت لازم آتی ہے۔

ایک کراہیت ترکِ محل کی، کیونکہ یہ تکبیریں، تکبیرات انتقال کہلاتی ہیں، رکوع اور سجدہ کی طرف منتقل ہونے یعنی رکوع کے لئے جھکنے اور سجدہ میں جانے کے وقت ان کو کہنا چاہئے تھا یہ ان کا محل تھا جس کو ترک کردیا۔

دوسری کراہیت اَدائے بے محل کی، یعنی جس وقت تکبیر کہہ رہا ہے "سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلیٰ" کہنے کا وقت تھا تکبیر کا وقت نہیں تھا، اس وقت تکبیر بے محل ہے۔ (منیۃ المصلی ص ۸۸، ص ۹۴، وکبیری ص ۳۳۵)

مختصر یہ کہ امام کا یہ عمل خلافِ سنت ہے۔ اس سنت کے مطابق عمل کرنا لازم ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ج ا، ص ۲۳۳)...... تکبیرِ تحریمہ کے بعد اور وتر میں دُعائے قنوت سے پہلے، اسی طرح نمازِ عید کی پہلی رکعت میں تیسری تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھا کر باندھ لئے جائیں۔ ہاتھ چھوڑ کر پھر باندھنا کہیں سے ثابت نہیں۔

اختلاف اس بات میں ہے کہ ثناء اور قراءت کرنے کی حالت میں ہاتھ باندھے

یا چھوڑے رکھے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہاتھ باندھنے کا حکم ہے (ان کے نزدیک ہاتھ باندھنا قراءت کے آداب میں سے ہے) یعنی جب نماز شروع کرنے کا اِرادہ کرے تو اپنی ہتھیلیاں آستین سے نکالے پھر ان کو کانوں کے مقابل اُٹھائے پھر تکبیر کہے بلا مد کے، نیت کرتے ہوئے پھر داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ تحریمہ کے بعد بلا تاخیر کے ثناء پڑھے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۳، ص ۲۷ بحوالہ نورالایضاح، ص ۶، والجوہرۃ النیرۃ، ج ۱، ص ۵۰)

اِمام کو تکبیرات کس طرح کہنی چاہئیں

اکثر و بیشتر اِماموں کو دیکھا جاتا ہے کہ نماز پڑھاتے وقت تکبیراتِ انتقالیہ، حرکتِ انتقالیہ کے ساتھ ساتھ نہیں کہتے، بلکہ کبھی تو منتقل ہونے کے بعد تکبیر کہتے ہیں اور کبھی دوسرے رکن تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دیتے ہیں، مثلاً قیام کی حالت سے منتقل ہو کر رکوع میں جاتے ہیں تو بعض اِمام جھکنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہیں۔ اور بعض اِمام اس قدر جلد اللہ اکبر کہتے ہیں کہ رکوع میں پورے طور پر پہنچنے سے پہلے ہی اللہ اکبر کی آواز ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسی طرح سجدہ میں جاتے وقت اور سجدہ سے دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے وقت بھی کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ ان دونوں صورتوں میں تکبیر کی سنتِ کامل ادا نہیں ہوئی۔ کامل سنت اس وقت ہی ادا ہوتی ہے جب کہ ایک رُکن سے دوسرے رُکن کی طرف منتقل ہونے کے ساتھ ساتھ تکبیرات شروع کرے اور جونہی دوسرے رُکن میں پہنچے، تکبیر کی آواز بند ہو جائے۔ اور بعض امام اللہ اکبر کو اس طرح کھینچتے ہیں کہ دوسرے رُکن میں پہنچ جانے کے بعد بھی کچھ دیر تک ان کی تکبیر کی آواز آتی رہتی ہے، اِس درجہ تکبیر کو کھینچنا مکروہ ہے۔ (مسائلِ سجدۂ سہو، ص ۷۱، بحوالہ کبیری، ص ۳۱۳)

بعض امام تکبیر کہنے میں بڑی بے احتیاطی کرتے ہیں اور اللہ اکبر کہنے کے بجائے

اللہ اکبار کہتے ہیں، یعنی با اور را کے درمیان اَلف بڑھا دیتے ہیں۔ اس طرح بعض اِمام اللہ اکبر کے شروع میں مد کرتے ہیں اور اللہ اکبر کہتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں بالکل غلط ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اگر تکبیرِ تحریمہ میں اس طرح کہہ دیا تو نماز کا شروع کرنا ہی صحیح نہ ہوگا۔ (مسائلِ سجدہ سہو، ص ۴۷)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ وغیرہ سے نقل فرمایا ہے کہ تکبیر میں اسمِ ذات "اللہ" اور "اکبر" کے اَلف کو کھینچ کر پڑھنا مُفسدِ نماز ہے، اور لام کو اتنا کھینچنا کہ ایک اَلف مزید پیدا ہو جائے، مکروہ ہے، مفسد نہیں، اِسی طرح ہاء کو کھینچنا مکروہ ہے۔ باکی مد کے مفسِد ہونے میں اختلاف ہے اور را پر پیش کھینچ کر پڑھنا مُفسِد نہیں ہے۔

مگر غلبۂ جہل کی وجہ سے متاخرین کا یہ فیصلہ ہے کہ اَعراب اور مد کی غلطی مفسد نہیں، البتہ اگر کوئی تنبیہ کے باوجود اِصلاح کی کوشش نہیں کرتا تو اس کی نماز نہیں ہوگی اور غلط خواں کو اِمام بنانا بہر صورت ناجائز ہے، بجز اس مجبوری کے کہ کوئی صحیح پڑھنے والا موجود نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ، ج ۳، ص ۲۲۴)

تحریمہ میں عام غلطی

بعض مرتبہ مقتدی بھی ایسی غلطی کر بیٹھتے ہیں کہ جس سے ان کی نماز فاسد ہو جاتی ہے، مثلاً اِمام کے تکبیرِ تحریمہ "اللہ اکبر" کہنے سے پہلے مقتدی "اللہ اکبر" کہہ دیتے ہیں یا امام کے لفظ "اللہ" ختم ہونے سے پہلے ہی لفظ "اللہ" کہہ دیتے ہیں، اِن دونوں صورتوں میں نماز کا شروع کرنا ہی صحیح نہیں ہوتا۔ ان مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ پھر سے دوبارہ اللہ اکبر کہہ کر اِمام کے پیچھے نیت باندھیں۔ (مسائلِ سجدہ سہو، ص ۴۷، بحوالہ صغیری، ص ۱۴۳)

اکثر مقتدیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ اگر اِمام رکوع میں چلا گیا تو اس کے ساتھ رکوع میں شریک ہونے کے لئے سیدھے کھڑے ہوئے بغیر "اللہ اکبر" کہتے ہوئے رکوع میں چلے جاتے ہیں، اس طور پر کہ ان کی "اللہ اکبر" کی آواز رکوع میں پہنچ کر ختم ہوتی ہے۔

اس طرح نماز میں شریک ہونا درست نہیں، تکبیرِ تحریمہ سے فارغ ہونے تک کھڑا ہونا فرض ہے، یعنی سیدھے کھڑے ہو کر ''اللہ اکبر'' کی آواز ختم ہو جائے اس کے بعد رکوع کے لئے جھکنا چاہئے۔ اگر تکبیراتِ تحریمہ بحالتِ قیام یعنی قیام کی حالت میں ختم نہ ہوں تو اس کا نماز میں شمول صحیح نہیں ہوا۔ (کفایت المفتی ج ۳،ص ۳۹۱)

مسنون طریقہ یہ ہے کہ قیام کی حالت میں تکبیرِ تحریمہ کہہ کر پھر فوراً دوسری تکبیر کہتا ہوا رکوع میں چلا جائے، تکبیرِ تحریمہ کے بعد ہاتھ نہ باندھے، رکوع میں امام کے ساتھ ذرا سی شرکت کافی ہے، یہاں تک کہ اگر مقتدی اس حالت میں رکوع کے لئے جُھکا کہ اِمام رکوع سے اُٹھ رہا ہے مگر اِمام ابھی سیدھا نہیں ہونے پایا تھا کہ اس کے ہاتھ رکوع تک پہنچ گئے، تو اس کو یہ رکعت مل گئی، اس لئے کہ ایک تسبیح کے برابر (بقدرِ تسبیحۃٍ وَّاحِدَۃٍ) رکوع میں ٹھہرنا واجب ہے، اس کے بعد بقیہ تسبیحات چھوڑ کر اِمام کی اتباع واجب ہے۔ (احسن الفتاوی، ج ۳، ص ۲۸۸)

تکبیر میں جہر کی مقدار

سوال: امام کا بعض تکبیرات کو اس طرح جہر (زور) سے بولنا کہ مسجد سے باہر سڑک تک سنائی دے اور بعض تکبیرات کو اتنی آہستہ بولنا کہ دوسری، تیسری صف والے بھی نہ سُنیں، کیسا ہے؟

جواب: اِمام کو قراءت اور تکبیرات کے جہر میں درمیانی طریقہ کو اختیار کرنا چاہئے، اور قدرِ حاجت کے موافق جہر کرنا چاہئے۔ اور یہ فرق اور تفاوت تکبیرات کے درمیان، کہ بعض کو جہرِ مفرط سے ادا کرنا اور بعض کو قدرِ حاجت سے بھی کم کر دینا مذموم اور بے اصل ہے، شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، صرف سلام میں تو فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ دوسرے سلام کو پہلے سلام سے کچھ پست آواز سے کہے۔ اور اس کے علاوہ اور کسی جگہ جہر میں تفاوتِ درجات نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ج ۲، ص ۱۸۰، بحوالہ رد المحتار فصل فی القراءۃ)

اِمام کے لئے زور سے تکبیر کہنا مسنون ہے۔ اسی لئے اس کے ترک سے گناہ سہو تو نہیں البتہ ترکِ سنت کا گناہ ہوگا۔ اور جہر کی حد یہ ہے کہ پوری صفِ اوّل تک آواز پہنچے۔ (احسن الفتاویٰ، ج ۳، ص ۳۶۶، بحوالہ ردالمحتار، ج ۱، ص ۴۹۹)

قراءت میں جہر کی مقدار

سوال: اِمام، تراویح وغیرہ جہری نمازوں میں قراءت کس قدر زور سے کرے؟

جواب: افضل یہ ہے کہ امام جہری نمازوں میں بلا تکلُّف اس قدر زور سے پڑھے کہ مقتدی قراءت سُن سکیں، اس سے زیادہ تکلُّف کر کے پڑھنا مکروہ اور منع ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: "وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا" (سورۂ بنی اسرائیل، پارہ نمبر ۱۵، ع ۱۲، آیت ۱۱۰)

ترجمہ: "اور نہ تم اپنی نمازوں میں زیادہ زور سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو، اس کے بیچ درمیانی راہ اختیار کرو"۔

مفسّرین فرماتے ہیں کہ نماز میں درمیانی آواز سے قراءت کرنی چاہئے، اس سے قلب پر اثر ہوتا ہے، نہ اس قدر زور سے پڑھے کہ قاری اور سامع دونوں کو تکلیف ہو کہ اس سے حضورِ قلب میں خلل آجائے۔ (خلاصۃ التفسیر ج ۳، ص ۶۷، وتفسیر فتح المنان ج ۵، ص ۹۶)

فقہاءِ کرام زور سے پڑھنے میں دو باتیں ضروری قرار دیتے ہیں، اوّل یہ کہ پڑھنے والا اپنے اُوپر غیر معمولی زور نہ ڈالے (یہ مکروہ ہے) دوسرے یہ کہ دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ مثلاً تہجد کے وقت کوئی سو رہا ہے یا کچھ لوگ اپنے کام میں مصروف ہیں، آپ ان کے پاس کھڑے ہو کر اتنی بلند آواز سے قراءت کرنے لگیں کہ اُن کے کام میں خلل ہو، تو یہ بھی مکروہ ہے۔ ان دونوں باتوں کے بعد تیسری بات یہ ہے کہ جماعت کی کمی زیادتی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے بموجب قراءت کریں۔ مثلاً مقتدیوں کی تین صفیں ہیں، آپ اتنی بلند آواز سے پڑھیں کہ تیسری صف تک آواز

پہنچتی رہے، اس سے زیادہ زور سے نہ پڑھیں کہ باہر تک آواز پہنچے۔

فقیہ ابو جعفر رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ جتنی بلند آواز سے پڑھے اچھا ہے بشرطیکہ پڑھنے والے پر تعب نہ ہو اور کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ مگر دوسرے فقہاء کا یہ قول ہے اور راجح یہی ہے کہ بقدرِ ضرورت آواز بلند کرے یعنی صرف اتنی آواز بلند کرے کہ تیسری صف تک آواز پہنچے، البتہ اگر صفیں زیادہ ہوں تو آواز کو اس سے بلند بھی کر سکتے ہیں، بشرطیکہ اپنے اُوپر زیادہ زور نہ پڑے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ج ۱، ص ۳۵۱، بحوالہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، ص ۱۳۷، و در مختار فصل فی واجب الصلوٰۃ، ج ۱، مجمع الانہر (۱) ص ۱۰۳، عالمگیری (۱) ص ۲۷)

اِمام قومہ اور جلسہ اطمینان سے کرے

سوال: ہمارے امام صاحب رکوع کے بعد قومہ میں سیدھے کھڑے ہوئے بغیر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور سمع اللہ لمن حمدہ کے ساتھ ہی اللہ اکبر کہتے ہیں۔ درمیان میں ذرا بھی نہیں ٹھہرتے، نہ سانس توڑتے ہیں۔ اسی طرح سجدہ کے بعد جلسہ کی حالت میں کرتے ہیں اور یہی حالت سجدہ میں جانے اور سجدہ سے اُٹھنے کی تکبیرات کی ہے، اِن تکبیرات میں وقفہ نہیں کرتے۔ ان کو دیکھتے ہوئے مقتدی بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔ شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: اِس طرح عادت کر لینا غلط ہے، نماز مکروہ ہوتی ہے، اور قابل اعادہ ہو جاتی ہے۔ قومہ اور جلسہ کو اطمینان سے ادا کرنا ضروری ہے۔

دُرِ مختار ص ۴۶۵ و ص ۴۶۶ و ص ۴۷۲ کی عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہو۔ کیونکہ یہ قومہ سُنّت ہے اور اس کو واجب اور فرض بھی کہا گیا ہے پھر زمین کی طرف جھکتے ہوئے "اللہ اکبر" کہے اور دونوں گھٹنے زمین پر رکھے۔ عبارت میں لفظ "ثُمّ" آیا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ وقفہ کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر سجدہ میں جاتے ہوئے تکبیر کہتے ہوئے جھکنا شروع کرے یہ تکبیر اس وقت ختم ہو جب جھکنا ختم ہو۔ اور پیشانی زمین پر رکھی جائے۔ پھر دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان

سے بیٹھے، یعنی اتنی دیر بیٹھے کہ سبحان اللہ کہا جا سکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قومہ اور جلسہ کا طریقہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب رکوع سے اپنا سرِ مبارک اُٹھاتے تو اطمینان سے سیدھے کھڑے ہوتے، پھر سجدہ میں جاتے، اس طرح سجدہ کے بعد سرِ مبارک کو اُٹھا کر برابر سیدھے بیٹھ جاتے، تب دوسرا سجدہ فرماتے۔ (مشکوٰۃ شریف، ۱، ص ۷۵)

اسی طرح حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قومہ کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے اپنا سر مبارک اُٹھاتے تو برابر سیدھے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ کمر مبارک کا جوڑ اپنی جگہ ٹھہر جاتا۔ (مشکوٰۃ، ۱، ص ۷۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق اپنی نماز ہونی ضروری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "مجھے جس طرح نماز پڑھتے دیکھ رہے ہو اُسی طرح تم نماز پڑھو"۔

اگر ہم خود ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مطابق ادا کرنے کی کوشش نہ کریں اور خلافِ سنت نماز پڑھیں تو نماز مقبول نہ ہوگی اور قابلِ اعادہ ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں ایک طرف تشریف فرما تھے، ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی پھر آپ کے پاس آیا سلام کیا، آپ نے فرمایا وعلیکم السلام! واپس جاؤ نماز پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی۔ وہ واپس ہوا نماز پڑھی، پھر آیا آپ نے پھر بھی یہی فرمایا کہ جاؤ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، دو یا تین مرتبہ یہی ہوا، تیسری یا چوتھی مرتبہ میں اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ مجھ کو نماز پڑھنی سکھا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے اُٹھو تو پہلے اچھی طرح وضو کرو۔ پھر قبلہ رُخ کھڑے ہو جاؤ، پھر اللہ اکبر کہو، پھر قرآن جو تم کو یاد ہے جتنا آسانی سے پڑھ سکتا ہو پڑھو، پھر جھکو اور پھر اطمینان سے رکوع کرو پھر رکوع سے اُٹھو یہاں تک کہ اطمینان سے سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر

سجدہ میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اُٹھو اور اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر رکوع اور ہر ایک رکن کو ادا کرو۔ (مشکوٰۃ شریف باب صفۃ الصلوٰۃ، ص ۷۶)

فقہ اور حدیث کی تصریحات کو دیکھئے، ان میں بار بار اطمینان کی ہدایت کی گئی ہے۔

آپ کے امام صاحب اگر اطمینان کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر رکوع، سجدہ، قومہ و جلسہ نہیں کرتے، سمع اللہ لمن حمدہ اور اللہ اکبر لگاتار کہتے رہتے ہیں تو حدیث اور فقہ کی تصریحات کے خلاف کرتے ہیں، جو سراسر بے ادبی اور مکروہ ہے۔ مشکوٰۃ ص ۸۳ پر ہے ''بدتر اور سب سے بُرا چور وہ ہے جو اپنی نماز میں چوری کرتا ہے، صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! نماز میں کس طرح چوری کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نماز میں چوری یہ ہے کہ رکوع و سجود کو ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو رکوع و سجود میں اپنی پیٹھ کو ثابت نہیں رکھتا''۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ رکوع و سجود پورا ادا نہیں کر رہا تھا تو فرمایا ''تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو دین محمدی پر تیری موت نہ ہوگی''۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کسی کی نماز پوری نہیں ہوتی جب تک کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہ ہو اور اپنی پیٹھ کو ثابت نہ رکھے۔ اور اس کا ہر ایک عضو اپنی اپنی جگہ پر قرار نہ پکڑے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کے وقت اپنی پیٹھ کو درست نہیں کرتا اور ثابت نہیں رکھتا، اُس کی نماز پوری نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نمازی کے پاس سے گذرے، دیکھا کہ ارکان اور قومہ و جلسہ بخوبی ادا نہیں کرتا تو فرمایا کہ اگر تو اسی عادت پر مر گیا تو قیامت کے دن میری اُمت میں نہ اُٹھے گا۔

منقول ہے کہ مؤمن بندہ جب نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اور اس کے رکوع و سجود کو بخوبی بجالاتا ہے تو اس کی نماز بشاش اور نورانی ہوتی ہے اور فرشتے اس نماز کو آسمان پر لے جاتے ہیں، نماز اپنے نمازی کے لئے دُعا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ

تعالیٰ تیری حفاظت کرے، جس طرح تو نے میری حفاظت کی، اور اگر نماز کو اچھی طرح ادا نہیں کرتا اور اس کے رکوع وسجدہ اور قومہ وجلسہ کو بجا نہیں لاتا تو وہ نماز سیاہ رہتی ہے اور فرشتوں کو اس سے کراہت ہوتی ہے اور اس کو آسمان کی طرف نہیں لے جاتے وہ نماز اس نمازی کے لئے بددُعا کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ج۳، ص۳۵)

واجب قراءت کی مقدار

سوال: قرآن مجید کی چھوٹی سی تین آیتیں جو ایک رکعت میں کافی ہوسکتی ہیں، کون سی ہیں؟ آیت گول O ٹکڑے کی مانی جاتی ہے یا ج، ص، ز، ط، وغیرہ پر مانی جاتی ہے۔ ایک بڑی آیت کے مقابلہ میں چھوٹی تین آیتیں کافی ہوسکتی ہیں یا نہیں؟

جواب: واجباتِ نماز میں سے یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد تین آیات چھوٹی یا ایک آیت بڑی جو چھوٹی تین آیتوں کے برابر ہو پڑھے:

چھوٹی سورت جس میں تین آیتیں ہیں " اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ " ہے۔

یہ سورت یا اس کے مانند کوئی دوسری سورت الحمد کے بعد پڑھنے سے واجب ادا ہو جاتا ہے، اور آیت وہی سمجھی جاتی ہے جس پر گول نشان اس صورت سے ہو O اور بڑی آیت کی مثال آیۃ الکرسی یا آیت مداینہ: اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ...... (البقرۃ:۲۸۲) وغیرہ ہے، اور چھوٹی آیت کی مثال ثُمَّ نَظَرَ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ O ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَکْبَرَ O ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ج۲، ص۳۲۷)

(نماز میں قراءت) ایک آیت کی مقدار فرض ہے۔ الحمد اور کوئی سورت یا تین آیات یا ایک آیت طویلہ واجب ہے۔ حضر میں مفصلات کا پڑھنا سنّت ہے یعنی فجر و ظہر میں سورۂ حجرات سے آخر بروج تک کوئی سورت، اور عصر اور عشاء میں اس کے بعد سے لم یکن تک اور مغرب میں اس کے بعد سے ختم تک، اس کے علاوہ بھی کبھی

کبھی مخصوص سورتوں کا پڑھنا ثابت ہے، لیکن مقتدیوں کے حال اور وقت کی رعایت لازم ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۲، ص ۱۵۸، بحوالہ شامی، ج ۱، ص ۳۶۰)

سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کی صحیح ادائیگی

سوال: ایک امام صاحب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کو اس طرح پڑھتے ہیں کہ ھُوَ لِیْمَنْ سُننے میں آتا ہے۔ آیا یہ صحیح ہے یا غلط؟

جواب: اس طرح پڑھنا باعتبار قراءت کے غلط ہے، صحیح نہیں ہے۔ قرأت کے قاعدہ میں یہ ہے کہ ضمۃ اور کسرہ (پیش وزیر) میں صرف واو اور یا کی بو آجائے نہ یہ کہ صریح واو اور یاء یعنی ہولیمن پڑھا جائے، یہ بالکل غلط ہے۔ چاہئے کہ وہ امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ پڑھیں اور ایسی قراءت سے معاف رکھیں۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ج ۴، ص ۸۸)

ضالّین کو دالّین پڑھنا

د، ظ، ض کے حروف جداگانہ اور ان کے مخارج الگ ہونے میں تو شک نہیں ہے، اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ قصداً کسی حرف کو کسی دوسرے مخرج سے ادا کرنا سخت بے ادبی ہے۔ اور بسا اوقات باعثِ فسادِ نماز ہے مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ مخرج سے ادا نہیں ہوتا لیکن حتیٰ الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں ان کی نماز بھی درست ہے۔

اور دالِ پُر ظاہر ہے کہ خود کوئی حرف نہیں ہے بلکہ ضاد ہی ہے، اپنے مخرج سے پورے طور پر اَدا نہیں ہوا۔ تو جو شخص دالِ خالص یا ظاء خالص عمداً پڑھے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ مگر جو شخص دالِ پُر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ جو شخص باوجود قدرت کے ضاد کو، ضاد کے مخرج سے ادا نہ کرے وہ گنہگار بھی ہے اور اگر دوسرا لفظ بدل جانے سے معنٰی بدل گئے تو نماز بھی نہ ہوگی۔ اور اگر کوشش وسعی کے باوجود ضاد اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا تو وہ معذور ہے اس کی نماز ہو جاتی ہے۔

اور جو شخص خود صحیح پڑھنے پر قادر ہے تو ایسے معذور کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے۔ مگر جو شخص قصداً خالص "ذ" یا ظا پڑھے تو اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ (فتاویٰ رشیدیہ کامل، ص ۴۰۴)

ضاد کے بارے میں

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ

عوام کی نماز تو بلا کسی تفصیل و تنقیح کے بہر حال ہو جاتی ہے خواہ ظاء پڑھیں یا دال یا زاء وغیرہ، کیونکہ وہ قادر بھی نہیں اور سمجھتے بھی یہی ہیں کہ ہم نے اصلی حرف ادا کیا ہے۔ اور قرائے مجودین اور علماءِ کرام کی نماز میں تفصیل مذکور ہے کہ اگر غلطی قصداً یا بے پروائی سے ہو تو نماز فاسد ہے۔ اور اگر سبقتِ لسانی یا عدمِ تمیز کی وجہ سے ہو تو جائز ہے۔ (جواہر الفقہ ج ۱ ص ۳۳۸)

تنبیہ: لیکن جواز اور عدمِ فساد سے یہ ثابت نہیں ہوتا ہے کہ بے فکر ہو کر ہمیشہ غلط پڑھتے رہنا جائز ہو گیا اور پڑھنے والا گنہگار بھی نہ رہے گا، بلکہ اپنی قدرت اور گنجائش کے موافق صحیح پڑھنے کی مشق کرنا اور کوشش کرتے رہنا ضروری ہے ورنہ گنہگار ہوگا، اگرچہ نماز فاسد نہ ہو جیسا کہ عالمگیری مصری باب چہارم، ج ۱ ص ۷۴ میں تصریح موجود ہے۔

(احقر محمد شفیع الدیوبندی غفرلہٗ خادم دارالافتاء دارالعلوم دیوبند۔ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ)

نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا

فقہاء کی اصطلاح میں استخلاف یہ ہے کہ امام یا مقتدیوں میں سے کوئی شخص کسی نیک آدمی کو امام کا نائب بنا دے، تا کہ امام کے بجائے وہ آدمی نماز کی تکمیل کرے، یہ صورت کسی سبب کے پیش آنے سے پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً کوئی امام جماعت کے ساتھ ایک یا دو رکعتیں یا اس سے کم زیادہ پڑھے، پھر نماز کے دوران کوئی ایسا امر پیش آئے جو مقتدیوں کے ساتھ نماز کو پورا کرنے سے مانع ہو۔ جیسے کوئی ناگہانی مرض یا حدث (وضو

ٹوٹنا) لاحق ہو جائے۔ یا ایسا ہی کوئی اور اَمر مانعِ نماز پیش آ جائے تو ایسی صورت میں یہ روا ہے کہ امام اپنے پیچھے نماز پڑھنے والوں میں سے یا موجودہ اشخاص میں سے کسی کو امام کے طور پر آگے کر دے، تا کہ وہ باقی ماندہ نماز مقتدیوں کے ساتھ پوری کرے۔

اگر امام ایسا نہ کرے تو مقتدی اپنے میں سے کسی کا انتخاب کر کے اُس امام کا قائم مقام بنا لیں۔ لیکن اس عمل کے لئے نہ تو بولنا چاہئے نہ قبلہ کی جانب سے رُخ پھیرنا چاہئے۔ ممکن ہے یہ کہا جائے کہ آخر ایسا کرنے (امام بنانے) کی کیا ضرورت ہے؟ کیا آسان طریقہ معلوم نہیں ہے کہ ایسی کوئی رُکاوٹ پیش آئے جو اِمام کو نماز کے جاری رکھنے میں مانع ہو تو وہ اس نماز کو توڑ دے، اور کسی نیک آدمی کو امام بنا کر جماعت سے نماز ادا کر لی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعتِ اسلامیہ کی نظر میں نماز ایک نہایت قابلِ احترام عمل ہے۔ لہٰذا جب کوئی انسان نماز میں مشغول ہو گیا اور خضوع و خشوع کے ساتھ اپنے رب کے حضور مصروفِ دُعا ہوا تو اُسے چاہئے کہ جب تک نماز سے فارغ نہ ہو ایسے مؤقف کی پاسداری کرے، چنانچہ اس دوران کوئی عمل بھول جائے تو لازم ہوتا ہے کہ اُسے پورا کرے۔ اور سجدۂ سہو سے اس کی تلافی کرے۔ اسی طرح اگر کوئی بات پیش آئے جو نماز یا جماعت کو باطل کر دے تو وہ نماز سے ہٹ کر کسی اور کو پورا کرنے کے لئے اپنا نائب بنا دے۔

ان تمام اُمور سے غرض یہ ہے کہ ایک بار شروع ہو جائے تو اُسے پورے طور پر ادا کیا جائے۔ کیونکہ شریعتِ اسلامیہ کی نگاہ میں اس کا پورا کرنا ضروری ہے جس سے کسی حال میں غفلت نہ کرنی چاہئے۔ (کتاب الفقہ، ا، ص ۱۱۷،۱۲۷)

خلیفہ بنانے کے اسباب

خلیفہ بنانے کے اسباب کیا ہو سکتے ہیں؟ اس بارے میں امامِ اعظم فرماتے ہیں کہ خلیفہ بنانے کا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ امام کو بے اختیاری کی حالت میں کوئی حدث لاحق ہو جائے مثلاً نماز کے دوران ہوا (ریح) خارج ہو جائے یا کہیں خون یا اور کوئی

نجاست جو اِنسان کے بدن سے خارج ہوتی ہے، بہہ نکلے (تو امام خلیفہ بنا سکتا ہے)
لیکن اگر نجاست لگ جائے جو نماز جاری رکھنے سے مانع ہو، یا یہ کہ امام کا ستر کھل جائے یا ایسی ہی کوئی بات پیش آجائے تو اِن حالات میں امام کی نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کے ساتھ مقتدیوں کی بھی نماز جاتی رہے گی۔

اس صورت میں کسی کو نائب بنانا صحیح نہ ہوگا، اسی طرح اگر امام قہقہہ مار کر ہنس دے یا جنون یا بے ہوشی وغیرہ کی حالت طاری ہو جائے۔ کسی کو خلیفہ بنانا اس وقت جائز ہے جب امام مقدارِ فرض قراءت کرنے سے عاجز ہو۔

نیز اگر امام کو خود کسی مضرت کا یا مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ پیش آجائے تو اُسے جائز نہیں ہے کہ کسی کہ خلیفہ بنائے بلکہ چاہئے کہ وہ نماز کو توڑ دے اور مقتدی جس طرح بھی بن پڑے وہ نماز از سرِ نو پڑھیں۔ (کتاب الفقہ، ۱، ص ۱۲۷)

نماز میں خلیفہ بنانے کے مسائل

حنفیہ کے نزدیک (امام کا) کسی کو اپنا خلیفہ بنا دینا افضل ہے۔ اگر امام نے کسی کو اپنا خلیفہ (نائب) نہ بنایا اور نہ مقتدیوں نے بنایا۔ اور نہ مقتدیوں میں سے کوئی خود ہی بغیر خلیفہ بنائے آگے کھڑا ہوا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ پس اگر وقت میں گنجائش ہو تو اس نماز کو دوبارہ پڑھنا چاہئے۔ اگر وقت تنگ ہو تو خلیفہ بنانا واجب ہوگا۔ اس مسئلہ میں حنفیہ کے نزدیک جمعہ اور دوسری نمازوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر امام نے کسی کو اپنا خلیفہ بنایا اور مقتدیوں نے کسی اور کو اپنا امام بنا لیا تو امام کے بنائے ہوئے خلیفہ کے علاوہ کسی اور کے پیچھے نماز صحیح نہ ہوگی۔

اگر مقتدیوں میں سے کوئی شخص خلیفہ بنائے بغیر خود ہی آگے آگیا اور پوری نماز پڑھا دی تو نماز درست ہو جائے گی۔ لیکن اگر امام یا مقتدیوں میں سے کسی نے خلیفہ نہ بنایا اور کوئی خود ہی بغیر خلیفہ بنائے آگے آگیا مگر لوگوں نے الگ الگ نماز پڑھ لی تو سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔ (کتاب الفقہ، ۱، ص ۱۳۷)

امام کا وضو ٹوٹ جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: اگر امام کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ نماز میں کسی کو اپنا خلیفہ بنانا چاہے تو اس کی کیا صورت ہے؟

جواب: استخلاف (خلیفہ بنانے) کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں:

(۱) خلیفہ متعین ہو جانے کے بعد بقیہ شرائط صرف امام کے لئے ہیں، خلیفہ اور مقتدیوں کی نماز کے لئے نہیں، اگر اس کے بعد امام نے کوئی فعل منافی کیا تو خلیفہ اور مقتدیوں کی نماز صحیح ہو جائے گی۔ (۲) اگر چالیس ہاتھ (۶۰ مربع فٹ، ۶۰ء۲۵ مربع میٹر) سے چھوٹی مسجد یا اس سے چھوٹے صحن میں جماعت ہو تو امام کے اس سے باہر نکلنے سے پہلے خلیفہ متعین ہو اور اگر کھلی فضاء یا مذکورہ رقبہ کے برابر یا اس سے بڑے کمرے یا بڑے صحن میں ہو تو جہتِ قبلہ میں سُترہ سے اور سُترہ نہ ہو تو موضعِ سجود سے تجاوز کرنے سے قبل اور بقیہ تین اطراف میں صفوف سے تجاوز کرنے سے قبل خلیفہ متعین ہو جائے۔

(۳) خلیفہ میں امامت کی صلاحیت ہو یعنی عورت یا نابالغ نہ ہو۔ خلیفہ کے لئے یہ شرط نہیں کہ اس کو امام ہی متعین کرے، بلکہ مقتدیوں نے کسی کو آگے کر دیا یا کوئی شخص از خود خلیفہ بن گیا تو بھی جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ امام خود خلیفہ بنائے، مسبوق بھی خلیفہ بن سکتا ہے۔ اگر خلیفہ کو بقیہ رکعات کا علم نہ ہو تو اِمام اُنگلیوں کے اشارہ سے بتادے، قرأت باقی ہو تو منہ پر ہاتھ رکھ کر اشارہ کرے، سورۂ فاتحہ باقی ہو تو جہاں چھوڑی اس سے آگے ایک دو کلمات بلند آواز سے پڑھ دے، رکوع کے لئے گھٹنوں پر، سجود کے لئے پیشانی پر، سجدۂ تلاوت کے لئے پیشانی اور زبان پر، سجدۂ سہو کے لئے سینہ پر ہاتھ رکھ کر خلیفہ کو سمجھائے۔ پھر وضو سے فراغت تک اگر جماعت ختم نہ ہوئی ہو تو خلیفہ کی اقتداء کرے، ورنہ تنہا نماز پوری کرے۔ اقتداء کرنے کی صورت میں چھوٹے ہوئے ارکان پہلے ادا کر کے امام کے ساتھ شامل ہو۔ اگر پانی مسجد کے

اندر ہی ہے تو خلیفہ بنانے کی ضرورت نہیں، امام وضو کر کے واپس اپنے مقام پر آ کر امامت کرے، اس وقت تک مقتدی انتظار کریں، مگر اس صورت میں بھی خلیفہ بنانا جائز ہے۔ اگر امام خلیفہ کے ایک رُکن ادا کرنے سے قبل وضو کر کے آ گیا تو خلیفہ پیچھے ہٹ جائے اور اصل امام ہی امامت کرے، بشرطیکہ امام مسجد سے نہ نکلا ہو، اگر پانی مسجد سے باہر ہو تو افضل یہ ہے کہ کسی کو خلیفہ بنا کر خود از سرِ نو نماز پڑھے، البتہ اگر وقت تنگ ہو تو خلیفہ بنانا واجب ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۳۱۰)

خلیفہ بنانے کے شرائط اور اس کا طریقہ

پہلی شرط یہ ہے کہ امام جس مسجد میں نماز پڑھ رہا ہو، اپنا خلیفہ بنانے سے پہلے وہاں سے باہر نہ جائے، اگر امام باہر چلا گیا تو خلیفہ بنانا نہ امام کے لئے درست ہوگا اور نہ لوگوں کے لئے، کیوں کہ اس کے مسجد سے نکلتے ہی سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ جس کو خلیفہ بنایا جائے وہ امامت کا اہل ہو۔ لہٰذا اگر کسی اَن پڑھ یا نابالغ کو خلیفہ بنایا گیا تو سب کی نماز باطل ہو جائے گی۔

خلیفہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ امام اپنی ناک پر ہاتھ رکھ کر جُھکے جُھکے پیچھے ہٹ جائے ، ایسا ظاہر ہو کہ اس کی نکسیر اپنے آپ پھوٹ گئی ہے، یہ عمل اگرچہ خلافِ واقعہ ہو لیکن اس کی مصلحت ظاہر ہے کہ اس طرح نماز کا نظم اور اس کے عمومی آداب ملحوظ رہیں گے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ موجودہ نماز کو جاری رکھنے کی شرطیں پوری ہوں۔ اگر یہ شرطیں نہ پائی گئیں تو نماز باطل ہو جائے گی اور اس کے لئے خلیفہ بنانا بھی درست نہ ہوگا، وہ شرطیں گیارہ (۱۱) ہیں: (۱) اوّل یہ کہ وہ حدث بے اختیاری کا ہو۔

(۲) دوسرے یہ کہ وہ حدث امام کے بدن سے ہی تعلق رکھتا ہو، اگر باہر سے نجاست لگ گئی جو مانعِ نماز ہو تو اس نماز کو جاری نہیں رکھا جا سکتا۔ (۳) تیسرے یہ کہ وہ حدث غسل واجب کرنے والا نہ ہو مثلاً کسی شہوت انگیز خیال سے انزال کا ہونا۔

(۴) چوتھے یہ کہ وہ حدث انوکھا نہ ہو مثلاً قہقہہ مار کر ہنسنا یا بے ہوشی یا جنون کا طاری ہونا۔ (۵) پانچویں یہ کہ حدث کے بعد امام نے کوئی رُکن ادا نہ کیا ہو یا چلا نہ ہو۔

(۶) چھٹے منافی نماز کوئی حرکت قصداً حدث کے بعد نہ کی ہو مثلاً بے اختیاری میں جو حدث ہو گیا اس کے بعد قصداً کلام کرنے لگا۔ (۷) ساتویں یہ کہ غیر ضروری عمل نہ کیا ہو مثلاً یہ کہ پانی کے قریب ہوتے ہوئے پانی کے لئے دور جگہ چلا جائے۔

(۸) آٹھویں یہ کہ بغیر کسی مجبوری یا ہجوم وغیرہ کے اتنی تاخیر خلیفہ بنانے میں کر دے کہ اتنی دیر میں کوئی رکنِ نماز ادا کیا جا سکے۔ (۹) نویں یہ کہ نماز پڑھتے میں انکشاف نہ ہوا ہو کہ وہ نماز سے پہلے حدث کی حالت میں تھا۔ (۱۰) دسویں یہ کہ امام صاحبِ ترتیب ہو اور اُسے فوت شدہ نماز یاد نہ آ گئی ہو۔ (۱۱) گیارہویں باقی ماندہ نماز اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ ادا نہ کی جائے۔ لہٰذا اگر امام یا مقتدی کو حدث لاحق ہوا اور وضو کرنے چلا گیا تو وضو کے بعد واپس آ کر امام کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، لیکن تنہا نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ وضو کے بعد خواہ اُسی جگہ آ کر نماز پوری کرے یا کسی اور جگہ پر۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ)

صحتِ بناء کی شرائط

سوال: اگر نمازِ مغرب یا کوئی دوسری نماز پڑھ رہا ہو، تین رکعتیں یا دو رکعتیں پڑھ چکا ہو، اس کا وضو ٹوٹ جائے اور وہ دوبارہ وضو کرنے گیا تو وہ پوری نماز پڑھے گا یا دو رکعتیں یا ایک رکعت جو رہ گئی تھی وہ پڑھے گا؟ کن صورتوں میں بنا جائز ہے؟ تفصیلات بیان فرمائیں۔ **جواب:** جوازِ بناء کے لئے تیرہ (۱۳) شرائط ہیں:

(۱) حدث میں یا اس کے سبب میں کسی انسان کا کوئی دخل نہ ہو۔ اگر عمداً وضو توڑا یا کسی نے زخم کر کے خون نکال دیا، تو بنا نہیں کر سکتا، اس لئے کہ پہلی صورت میں نفسِ حدث اور دوسری میں سببِ حدث یعنی زخم انسان کی طرف سے ہے، کھانسنے سے خروجِ ریح بناء سے مانع ہے، اور چھینکنے سے خروجِ ریح کا مانع ہونا مختلف فیہ ہے۔

(۲) حدث نمازی کے بدن سے ہو، اگر خارج سے کوئی نجاست اس پر گر گئی ہو تو بنا درست نہیں۔ (۳) حدث موجبِ غسل نہ ہو، اگر نماز میں نیند آ گئی اور احتلام ہو گیا تو بنا صحیح نہیں۔ (۴) حدث نادر الوجود نہ ہو مثلاً قہقہہ یا بے ہوشی۔

(۵) حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا نہ کرنا، اگر سجدہ کی حالت میں حدث ہوا یعنی وضو ٹوٹا اور سجدہ پورا کرنے کی نیت سے سر اُٹھایا، یا وضو کے لئے جاتے ہوئے قراءت میں مشغول رہا تو بنا نہیں کر سکتا۔ (۶) چلنے کی حالت میں کوئی رُکن ادا نہ کرنا، مثلاً وضو کے بعد لوٹتے ہوئے قرأت کرنا، ہاں آتے جاتے تسبیح پڑھنا منع نہیں۔ (۷) نماز کے منافی کوئی کام نہ کرنا، مثلاً قدرتی حدث کے بعد عمداً حدث یا کلام وغیرہ یا کنویں سے پانی کھینچنا۔ (۸) بے ضرورت کام نہ کرنا مثلاً وضو کے لئے قریب جگہ چھوڑ کر دو صف سے زیادہ دُور جانا، ہاں قریب مقام پر ازدحام وہجوم کے باعث یا بھولے سے دُور جانے میں کوئی حرج نہیں۔ (۹) بلا ضرورت تین بار سبحان رَبی الاعلیٰ کہنے کے بقدر میں تاخیر نہ کرنا، کہ نکسیر پھوٹ جانے یا کسی عضو سے خون بند نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر مُضر نہیں، وضو کی سنتیں بھی ادا کرے، اگر وضو کے صرف چار فرائض پر اکتفاء کیا تو بناء جائز نہیں۔

(۱۰) حدثِ سابق کا ظاہر نہ ہونا، مثلاً موزہ پر مسح کی مدت ختم ہونا، متیمم کا پانی دیکھنا، خروجِ وقتِ مستحاضہ۔ (۱۱) صاحبِ ترتیب کو قضا نماز یاد نہ آنا، البتہ اگر یاد آنے پر قضا نہ پڑھی بلکہ وقتی کی بنا کر لی، پھر مزید چار یعنی کل چھ (۶) فرض نمازیں اس کے ذمہ قضا ہو گئیں، تو بنا والی نماز صحیح ہو جائے گی۔

(۱۲) اگر مقتدی کو حدث ہو یا امام کو ہو اور اس نے کوئی خلیفہ بنا دیا ہو، اور وضو سے فراغت تک جماعت ختم نہ ہوئی ہو اور مقامِ وضو ایسی جگہ ہو کہ وہاں سے اقتداء صحیح نہ ہو، تو یہ شرط ہے کہ یہ امام یا مقتدی ایسی جگہ پر آ کر بنا کرے جہاں سے اقتداء صحیح ہو۔ اگر مقامِ وضو پر اقتداء کر سکتا ہو، یا وضو سے قبل جماعت ختم ہو چکی ہو یا منفرد کو حدث ہوا ہو تو اِن تین صورتوں میں اختیار ہے کہ مقامِ وضو ہی میں بنا کرے یا سابق مقام پر لوٹ کر

آئے، مقامِ وضو ہی میں بناء افضل ہے۔ (۱۳) امام کو حدث ہوا تو اس کا ایسے شخص کا خلیفہ نہ بنانا جو اِمامت کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یہ بھی منافی نماز ہے، جس کا بیان نمبر ۷ میں گذر چکا، مگر بوجہ خفا اس کو مستقل ذکر کیا گیا ہے۔ درحقیقت شرائط بارہ ہی ہیں۔

شرائطِ مذکورہ کے ساتھ بنا اگرچہ جائز ہے مگر (از سرِ نو پڑھنا افضل ہے، البتہ اگر وقت تنگ ہو تو بنا افضل ہے بلکہ زیادہ تنگ ہو تو واجب ہے، استیناف کے لئے ضروری ہے کہ پہلی نماز کو سلام پھیر کر یا کسی فعلِ منافی سے ختم کرے پھر نئی نماز شروع کرے، بغیر سلام یا فعلِ منافی استیناف صحیح نہیں۔ (احسن الفتاویٰ ص ۴۳۵، ج ۳)

امام کو اگر خلیفہ بنانا دُشوار ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: فقہ کی کتابوں میں امام بنانا جائز لکھا ہے گر چونکہ یہ مسئلہ بہت کم پیش آتا ہے، لوگ اس سے اس لئے ناواقف ہیں اور امام کو خلیفہ بنانا دُشوار ہوتا ہے ایسی حالت میں کیا کرنا چاہئے؟ **جواب:** فقہ کی کتابوں میں حدث لاحق ہونے کی صورت میں خلیفہ بنانے کو جائز لکھا ہے ضروری نہیں ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ استیناف افضل ہے۔ پس جب اس قسم کا حال ہے جو کہ آپ نے لکھا ہے تو اُیسی حالت میں استیناف ہی کرنا مناسب ہے تا کہ لوگ غلطی میں نہ پڑیں۔

پس پہلے نماز کو قطع کردے اور کوئی عمل منافی نماز کر لے اور پھر وضو کرنے کے بعد از سرِ نو شروع کرے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۴۰۱)

امام کا بحالتِ سجدہ وضو ٹوٹ جانا

سوال: اگر سجدہ کی حالت میں امام صاحب کا وضو ٹوٹ جائے تو خلیفہ کس طرح مصلّے پر آئے؟ **جواب:** اس صورت میں خلیفہ مصلّے پر آ کر اسی سجدہ سے شروع کرے اور امام جس کو حدث سجدہ میں ہوا ہے اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لے تا کہ خلیفہ سمجھ جائے کہ امام کو سجدہ میں حدث ہوا ہے، اس سجدہ کو پھر کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ دار العلوم)

سورت پڑھتے ہوئے وضوٹوٹ جانے کا حکم

سوال: امام کوئی سورت پڑھ رہا تھا کہ اس کا وضوٹوٹ گیا اب جو مقتدی اس کا خلیفہ بنا ہے، اس کو وہ سورت یاد نہیں جو امام پڑھ رہا تھا تو اَب وہ کیا کرے؟

جواب: وہ کوئی اور سورت پڑھ کر رکوع کر دے، یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی سورت کو پڑھے بلکہ اگر وہ امام واجب قراءت کے بقدر پڑھ چکا ہے تو یہ خلیفہ اس کی جگہ جا کر فوراً رکوع میں جا سکتا ہے۔ (فتاوٰی دار العلوم ۳، ص ۳۰۳، بحوالہ البحر الرائق ا، ص ۳۹۱)

مسبوق خلیفہ نماز کیسے پوری کرے؟

سوال: امام ظہر کی نماز پڑھا رہا ہے، مقتدی کا وضوٹوٹ گیا، جب وہ وضو کر کے آیا تو امام ایک رکعت پڑھ چکا، جب وہ آدمی آ کر شامل ہو گیا تو امام صاحب کا وضوٹوٹ گیا وہ اسی آدمی کو اپنا خلیفہ بنا کر وضو کرنے چلا گیا۔ اگر خلیفہ مقتدیوں کی نماز پوری کرے تو اپنی تین رکعت ہوتی ہیں اور اگر اپنی پوری کرے تو مقتدیوں کی پانچ رکعت ہوتی ہیں کیا کرنا چاہئے؟

جواب: جس مقتدی کا وضوٹوٹ گیا اور وہ وضو کرنے گیا اور اس کی ایک رکعت فوت ہو گئی تو وہ لاحق ہے، اس کو یہ حکم ہے کہ وہ پہلے اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے پھر اِمام کے ساتھ شریک ہو پس اگر اس نے ایسا کیا تو اس کی نماز امام کے برابر ہو گی۔ اور اگر اس نے اپنی فوت شدہ رکعت پہلے ادا نہ کی اور اِمام کے ساتھ شریک ہو گیا اور پھر اِمام کا وضوٹوٹ گیا، امام نے اس لاحق کو امام بنا دیا تو اس کو چاہئے کہ جس وقت امام کی چوتھی رکعت پوری ہو جائے تو یہ شخص کسی مدرک کو خلیفہ بنا دے جو اوّل سے امام کے ساتھ شریک ہوا تھا، وہ سلام پھیر دے گا، وہ شخص اپنی رکعت فوت شدہ اُٹھ کر پوری کرے۔ (فتاوٰی دار العلوم ج ۳)

آداب صف بندی.... مسائل اور کوتاہیاں

○...جماعت میں شریک ہونے والے نمازیوں کو نماز کی ابتداء میں اقامت (یعنی تکبیر) کا جواب دینا چاہیے، یہ مندوب ہے۔(درمختار)

آج کل اس میں بڑی غفلت پائی جاتی ہے۔ اکثر نمازی اقامت کا بالکل جواب نہیں دیتے اور اس طرح وہ ایک بڑی نیکی سے محروم رہ جاتے ہیں۔

○...اقامت کا جواب بالکل اسی طرح ہے جس طرح اذان کا جواب دیا جاتا ہے۔البتہ جب اقامت کہنے والا "قد قامت الصلوٰة" کے کلمات کہے تو نمازیوں کو اس کے جواب میں "اقامها الله و ادامها الله" (یعنی اللہ پاک اس کو قائم و دائم رکھے) کہنا چاہیے۔(درمختار)

○...نماز باجماعت شروع کرتے وقت اور اگر جماعت کھڑی ہو چکی ہے تو بھی بعد میں آنے والے نمازیوں کو نئی صف بنانی ہے تو صف بنانے کا قاعدہ یہ ہے کہ پہلا آدمی بالکل امام کے پیچھے صف کے وسط میں کھڑا ہو۔ دوسرا آدمی پہلے آدمی کے دائیں جانب اور تیسرا آدمی پہلے آدمی کے بائیں جانب کھڑا ہو اور پھر دائیں بائیں لوگ اس طرح ملتے جائیں کہ امام کے دائیں اور بائیں جانب نمازیوں کی تعداد برابر رہے۔(شامی)

اکثر نمازی اس قاعدے کے مطابق صف بندی کا بالکل خیال نہیں رکھتے۔ بغیر یہ دھیان کیے کہ امام کے کس طرف نمازی زیادہ ہیں اور کس طرف کم ہیں اور انہیں کس طرف شامل ہونا چاہیے؟ اس سے یکسر غافل ہو کر مسجد میں جدھر سے داخل ہوتے ہیں اسی جانب کی صف میں شامل ہو جاتے ہیں، چاہے امام کے دوسری جانب صف بالکل

خالی ہو یا اس طرف نمازی بہت ہی کم ہوں، یہ بہت سخت کوتاہی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اس طرح جو لوگ صف بندی کے اس قاعدہ کی خلاف ورزی کر کے امام کے کسی ایک جانب بہ نسبت امام کی دوسری جانب کے زیادہ ہو جاتے ہیں تو ان زیادہ ہونے والے سب نمازیوں کی نماز مکروہ ہوتی ہے۔ (درمختار)

o... ایک کوتاہی یہ بھی بکثرت سامنے آتی ہے کہ ابھی صف اوّل یا اگلی صف خالی ہے لیکن نمازی اس کو پُر کرنے کے بجائے فوراً دوسری صف بنانا شروع کر دیتے ہیں جس کی اکثر وجہ غفلت اور سستی ہے۔ پچھلی صف کے نمازی یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے آنے والے نمازی اس کو پُر کر لیں گے اور پھر ہر آنے والا نمازی یہی سمجھتا ہے کہ دوسرا اس کو پُر کر لے گا لیکن کوئی بھی اسے پُر نہیں کرتا اور یہی صورتحال بعد کی صفوں میں بھی ہوتی ہے۔ اس کا سبب صف اوّل کی اہمیت اور احساس ذمہ داری کے فقدان کے سوا کچھ نہیں۔ پہلی اور اگلی صف کو مکمل کرنا بعد میں آنے والے ہر نمازی کی ذمہ داری ہے، اس لیے ہر نمازی کو خود فکر کر کے اگلی صف کو مکمل کرنا چاہیے۔

o... بعض نمازی صف اوّل یا دوسری صف کے کنارے اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ وہاں چٹائی یا دری بچھی ہوئی نہیں ہوتی۔ یاد رکھئے! صف کو خالی چھوڑنے کے لیے یہ عذر قابل اعتبار نہیں اور اس کی وجہ سے صف کو خالی چھوڑ دینا درست نہیں۔ نماز تو احکم الحاکمین کے سامنے بیچارگی، ذلت و مسکنت ظاہر کرنے کا نام ہے۔ جس کا اظہار سادہ زمین ہی پر پوری طرح ہوتا ہے۔ لہٰذا صفوں کے ایسے تمام گوشوں کو اہتمام سے پُر کرنا چاہیے۔ البتہ اہل مسجد کو بھی بلا عذر صفوں کے گوشے خالی نہ چھوڑنے چاہئیں۔ بعض مرتبہ دھوپ کی تیزی سے فرش گرم ہو جاتا ہے یا کوڑا وغیرہ جمع ہونے کی بناء پر وہاں سجدہ دشوار ہو جاتا ہے، اس لیے انہیں ایسی جگہوں کے انتظام پر خصوصی نگاہ رکھنی چاہیے۔

o... بعض نمازی جماعت یا رکعت نکل جانے کے خوف سے اگلی صف پوری نہیں کرتے، جلدی سے تن تنہا پچھلی صف میں نیت باندھ لیتے ہیں، یہ بھی مناسب نہیں،

مکروہ ہے۔ اگلی صف کو پہلے مکمل کرنا چاہیے۔ (درمختار و شامی)

o... بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ پہلی یا اگلی صف میں جگہ بالکل نہیں ہوتی لیکن پھر بھی بعض نمازی آگے بڑھنے کے شوق میں زبردستی گھس جاتے ہیں اور خوب زور لگا کر کسی نہ کسی طرح اپنی جگہ کر لیتے ہیں جس کی بناء پر ایک تو صف سیدھی نہیں رہتی، دوسرے دائیں اور بائیں کے نمازیوں کو نماز ادا کرنے میں بڑی دقت ہوتی ہے اور تکلیف بھی ہوتی ہے۔ یاد رکھئے! صف میں گھس کر اس طرح نمازیوں کو اذیت دینا درست نہیں، ایسی صورت میں پچھلی صف میں کھڑے ہو جانا افضل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو تکلیف پہنچنے کے خوف سے صف اوّل چھوڑ دے تو حق تعالیٰ اس کے صف اوّل کے اُجر کو دوہرا کر دے گا۔ (شامی)

o... صف بندی کرتے وقت یا پہلے سے کھڑی ہوئی جماعت میں شامل ہوتے وقت نمازیوں کو آپس میں اس طرح مل کر کھڑے ہونا چاہیے کہ کندھے سے کندھا مل جائے اور درمیان میں بالکل خلاء نہ رہے۔

بعض لوگ وضو کر کے نماز میں شامل ہونے کے لیے آتے ہیں مگر اپنی صحیح جگہ پر کھڑے ہونے کے بجائے اس سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہو کر رومال سے ہاتھ اور منہ پونچھنے لگتے ہیں، یہ خیال کیے بغیر کہ وہ کہاں کھڑے ہیں، اس عرصہ میں دوسرے نمازی آ کر ان سے مل کر نیت باندھ لیتے ہیں، پھر جب یہ صاحب اپنی رومال کاری سے فارغ ہو لیتے ہیں تب وہ اپنے قریب والے نمازی سے مل کر یا وہیں کے نیت باندھ لیتے ہیں اور اس طرح صف میں خلاء رہ جاتا ہے۔ یہ بڑی غفلت کی بات ہے۔

o... جماعت میں شامل ہوتے وقت اہتمام سے خلاء پُر کرنا چاہیے، اگر کبھی غفلت سے نیت باندھ لی اور نیت باندھنے کے بعد نمازی کو معلوم ہوا کہ درمیان میں کچھ فاصلہ رہ گیا ہے تو نیت باندھے باندھے کھسک کر فاصلہ پُر کر لینا چاہیے اور قریبی نمازی کے کندھے سے کندھا ملا لینا چاہیے۔ (شامی)

o... نمازی نے دوسری صف میں نماز کی نیت باندھی، نیت باندھنے کے بعد پہلی صف میں اس نے خالی جگہ دیکھی تو نیت باندھے باندھے چل کر پہلی صف کے خلاء کو پُر کر دینا چاہیے، اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ یہ عمل قلیل ہے۔ (شامی)

o... صفوں میں خلاء چھوڑ کر کھڑے ہونے کا مرض بہت ہی عام ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ اپنے ساتھ والے نمازی سے ایک بالشت اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ فاصلہ چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی بڑی کوتاہی ہے، امام کو بھی نماز شروع کرنے سے پہلے صفوں کی درستی کا خاص اہتمام کرنا چاہیے۔

o... صف بندی کے لیے سب سے پہلی اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ نمازیوں کی صف بالکل سیدھی ہو۔ صف کے کنارے کے ساتھ ایڑیاں اس طرح رکھی جائیں کہ ایڑی نہ صف کے کنارے سے باہر نکلے اور نہ آگے بڑھے۔

یاد رکھئے! ایڑیاں قریب قریب رکھنے اور ایک دوسرے کے مقابل کرنے سے صف سیدھی ہوتی ہے، پاؤں کے پنجے ملانے اور برابر کرنے سے صف سیدھی نہیں ہوسکتی کیونکہ پنجے چھوٹے بڑے ہوتے ہیں۔

بعض لوگ اس بارے میں بڑی لاپروائی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ اکثر مساجد میں دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض لوگ عادتاً اپنی ایڑیوں کو صف سے باہر نکال کر کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر ہر نمازی نیت باندھنے سے پہلے اوّل خود صحیح کھڑا ہو، پھر اپنے دائیں بائیں نمازی کو اس پر متوجہ کر دیا کرے تو بآسانی صف سیدھی ہوسکتی ہے۔

o... بعض نمازی ٹیڑھے ترچھے کھڑے ہونے کے ایسے عادی ہو جاتے ہیں کہ وہ توجہ دلانے سے صف سیدھی کر بھی لیں تب بھی ایک دو رکعت کے بعد پھر اسی طرح ایڑیاں صف سے باہر نکالے ہوئے یا بہت اندر گھسائے ہوئے نظر آئیں گے۔ یہ سب اس کا نتیجہ ہے کہ ہم لوگ عموماً نماز بے شعوری کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

o... نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت دونوں پاؤں پر برابر وزن ڈال کر بالکل

سیدھا کھڑا ہونا چاہیے۔ بعض لوگ بغیر کسی عذر کے ایک پاؤں پر وزن ڈال کر دوسری ٹانگ میں خم ڈال دیتے ہیں، ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

○... نماز کے لیے کھڑے ہوتے وقت پاؤں قبلہ کی طرف بالکل سیدھے رکھنے چاہئیں۔ پاؤں کی قدرتی نشست چونکہ ایسی ہے کہ ایڑیوں کے درمیان فاصلہ کم رہتا ہے اور پنجوں کے درمیان زیادہ، اس لیے خاص توجہ اور کوشش کے بغیر یہ مسنون طریقہ اپنایا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا اس کا اہتمام خاص کرنا چاہیے اور نیز دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کے برابر فصل رکھنا چاہیے۔ (طحطاوی علی مراقی الفلاح)

مسجد میں ہر بچے کا لانا ممنوع نہیں ہے۔ بعض کو لانا درست ہے اور بعض کو نہیں۔ مطلقاً بچوں کو مسجد میں آنے سے روکنا اور نکالنا درست نہیں۔ اس میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ نابالغ بچوں کی تین قسمیں ہیں۔

❶... وہ بچے جو اتنے ناسمجھ اور کم عمر ہوں کہ انہیں پاکی و ناپاکی، مسجد وغیر مسجد کا بالکل شعور نہ ہو اور ان سے مسجد کے ناپاک ہو جانے کا غالب گمان ہو۔ ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا بالکل جائز نہیں ہے۔ مقتدیوں کو انہیں لانے سے بالکل روک دینا واجب ہے۔

❷... وہ بچے جو کچھ تھوڑی بہت سمجھ رکھتے ہوں اور ان سے مسجد کی بے حرمتی اور ناپاک ہونے کا قوی اندیشہ نہ ہو۔ ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ نہ لایا جائے۔

❸... وہ نابالغ بچے جو قریب البلوغ ہوں اور پوری طرح باشعور ہوں، پاکی و ناپاکی کو سمجھتے ہوں اور مسجد کا احترام ملحوظ رکھتے ہوں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ انہیں مسجد میں لانا بلا کراہت جائز ہے بلکہ نماز کی عادت ڈالنے کے لیے لانا ہی چاہیے۔ البتہ ہر سرپرست کو ان کی بھی نگرانی کرنی چاہیے تاکہ وہ مسجد میں کوئی شرارت یا آداب مسجد کے خلاف کوئی کام نہ کریں۔

خطبہ جمعہ... وعظ و درس اور بیانات
کے لیے
اکابر کے گراں قدر ارشادات

موجودہ دور میں مبلغین و واعظین کیلئے اکابر کے طرز عمل کی بہترین مثالیں جن کی روشنی میں حکمت و نصیحت کے ساتھ دین کی تبلیغ کی جاسکتی ہے
...نیز بیان میں تاثیر... لب ولہجہ اور مثبت انداز سے متعلق اہم مضامین

پیغمبرانہ دعوت کی رُوح

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ہماری تبلیغ ودعوت اور اصلاحی کوششوں کو بے کار کرنے اور تفرقہ اور جنگ وجدل کی خلیج کو وسیع کرنے میں سب سے زیادہ دخل اس کو ہے کہ آج کل کے اہلِ زبان اور اہلِ قلم علماء نے عموماً دعوت واصلاح کے پیغمبرانہ طریقوں کو نظرانداز کر کے صحافیانہ زبان اور فقرے چست کرنے ہی کو بات میں وزن پیدا کرنے اور مؤثر بنانے کا ذریعہ سمجھ لیا ہے اور تجربے ومشاہدے سے واضح ہے کہ یہ ایک ایسا منحوس طریقہ ہے کہ اس سے خطاء کار یا گمراہ کی اصلاح کی کبھی توقع نہیں رکھی جا سکتی۔ یہ طریق کار ان کو ضد اور ہٹ دھرمی پر اور زیادہ مضبوط کر دیتا ہے اور اصلاح کے بجائے دِلوں میں دشمنی کے بیج بوتا ہے اور عداوت کی آگ بھڑکاتا ہے۔ ہاں اپنے ہوا خواہوں اور معتقدین کے لئے کچھ دیر کا سامان تفریح ضرور ہو جاتا ہے اور ان کی دادِ سخن دینے سے لکھنے والے بھی کچھ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ہم نے دین کی بڑی اچھی خدمت کی ہے۔ لیکن جو لوگ اس مضمون کے مخاطب ہوتے ہیں ان کے دِلوں سے پوچھئے کہ اگر کسی وقت ان کو اس بات کے حق ہونے کا یقین بھی ہو جائے تو یہ فقرہ بازی اور تمسخر واستہزاء کا طریق ان کو حق کی طرف آنے سے مانع نہیں بن جاتا؟ اور انہیں ہمیشہ کے لئے اس داعی کا دشمن نہیں بنا دیتا؟

لہٰذا نہایت ہی ادب سے عاجزانہ گزارش ہے امام اور اہل علم ہوتے ہوئے یہ فیصلہ فرما لیجئے کہ اگر ہم دین کو پھیلانے والے نہ بن سکیں تو اللہ نہ کرے دین کو پھیلانے کے راستے میں مانع نہ بن جائیں یعنی فقرہ بازی...... طعنہ زنی...... مخاطب کو

ذلیل، شرمندہ کرنے سے بچیں گے۔ دعوت میں پیغمبرانہ طریقہ اپنائیں گے۔ نفس اور شیطان کی ہرگز اطاعت نہیں کریں گے۔ اس نفس امارہ کی اطاعت کرتے ہوئے ہمارے کتنے بھائی ہم سے دُور ہو گئے۔

اس کے بالمقابل اللہ تعالیٰ کے رسولوں اور پیغمبروں کی دعوت کا طریقہ ملاحظہ فرمایا جائے تو اس کے الفاظ سادہ مگر عام انسانی ہمدردی سے لبریز اور نرم ہوتے ہیں۔ وہ مخالفین کی سخت ترین بدکلامی سن کر بھی جواب سادہ اور نرم دیتے ہیں، فقرے نہیں کستے، دل میں ہمدردی کا جذبہ ہوتا ہے کہ کسی طرح یہ حق بات کو قبول کرے، اس کے لئے حکمت کے ساتھ تدبیریں کرتے ہیں: ارشادِ ربانی ہے:

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" (سورۃ النحل، آیت ۱۲۵)

اس میں "دعوت اِلی اللہ" کے آداب میں سب سے پہلے حکمة کو رکھا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ داعی کا کام صرف ایک پیغام وکلام کو لوگوں کے کانوں میں ڈال دینا نہیں، بلکہ حکمت وتدبیر سے مناسب وقت مناسب ماحول دیکھ کر ایسے عنوان سے پہنچانا ہے کہ مخاطب کے لئے قبول کرنا آسان ہو جائے۔

دوسری چیز موعظة ہے۔ جس کے معنی کسی ہمدردی و خیر خواہی کے ساتھ نیک کام کی طرف بلانے کے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ داعی کے لئے ضروری ہے کہ جو کلام کرے ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبہ سے کرے۔

تیسری چیز "وَالْمَوْعِظَةِ" کے ساتھ "حَسَنَةُ" کی قید ہے۔ اس میں اشارہ عنوان کو نرم اور دِل نشین بنانا ہے۔ کیوں کہ بعض اوقات خالص ہمدردی اور خیر خواہی سے کسی کو اس کی بھلائی کی طرف بلایا جاتا ہے، مگر عنوان اور لب ولہجہ دِل خراش ہوتا ہے تو وہ دعوت بھی موثر نہیں ہوتی۔ اس لئے "وَالْمَوْعِظَةِ" کے ساتھ "حَسَنَةُ" کی قید لگادی۔ حاصل یہ ہے کہ اس آیت نے دعوت پیغمبرانہ کے آداب میں تین چیزوں کو ضروری قرار دیا۔

❶...اوّل حکمت وتدبر، اس لئے کہ دعوت بے کار نہ ہو جائے مؤثر ہو۔

❷...دوسرے ہمدردی وخیر خواہی سے نیک کام کی دعوت۔

❸...تیسرے اس دعوت کا عنوان اور لب ولہجہ نرم وقابل قبول ہو۔

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"مَنْ أَمَرَ بِمَعْرُوْفٍ فَلْيَكُنْ أَمْرُهُ ذٰلِكَ بِمَعْرُوْفٍ" (کنز العمال، الثانی)

ترجمہ: "جو شخص کسی کو بھلائی کا حکم کرے تو اس کو چاہئے کہ اس کے کہنے کا انداز بھی بھلا (نرمی والا) اختیار کرے۔"

آخر میں ایک چوتھی چیز یہ بتلائی کہ اگر دعوت کو ان آداب کے ساتھ پیش کرنے پر بھی قبول نہ کیا جائے اور نوبت مجادلہ ہی کی آجائے تو پھر عامیانہ انداز کا مجادلہ نہ ہونا چاہئے، بلکہ "بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" یعنی اچھے طریقے پر ہونا چاہئے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر میں فرمایا:

"بِرِفْقٍ وَلِيْنٍ وَحُسْنِ خِطَابٍ" (تفسیر ابن کثیر: ۷۵۷، النحل: ۱۲۵)

یعنی مجادلہ بھی نرمی، خیر خواہی اور حسن خطاب کے ساتھ ہونا چاہئے۔

اور تفسیر مظہری میں فرمایا کہ "مُجَادَلَةٌ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" یہ ہے کہ اس میں اپنا غصہ اُتارنا یا اپنے نفس کی بڑائی اور شیطان کا وسوسہ پیش نظر نہ ہو بلکہ خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کلمۂ حق کو بلند کرنے کیلئے ہو۔ (تفسیر مظہری (عربی): ۵/۳۹۰، النحل: ۱۲۵)

اور "مُجَادَلَةٌ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" صرف مسلمانوں کے لئے نہیں بلکہ غیر مسلموں سے مجادلہ کی نوبت آئے تو اس میں بھی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو اسی کی ہدایت کی گئی ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے:

"وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" (العنکبوت، ۴۶)

یعنی کفار اہل کتاب سے مجادلہ کی نوبت آئے تو وہ بھی "بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ" یعنی نرمی، خیر خواہی اور حسنِ خطاب کے ساتھ ہونا چاہئے۔

تردید میں طعن و تشنیع کا انداز

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ میں آغازِ شباب میں دوسروں کی تردید کے لئے بڑی شوخ اور چلبلی تحریریں لکھنے کا عادی تھا اور تحریری مناظروں میں میرا طرزِ تحریر طنز و تعریض سے بھرپور ہوتا تھا اور ''ختم نبوت'' نامی کتاب میں نے اسی زمانے میں لکھی تھی، لیکن اس کے شائع ہونے کے بعد ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے میرے اندازِ تحریر کا رُخ بدل دیا اور وہ یہ کہ میرے پاس ایک قادیانی کا خط آیا جس میں اس نے لکھا تھا کہ آپ نے اپنی کتاب ''ختم نبوت'' میں جو دَلائل پیش کئے ہیں، بنظرِ انصاف پڑھنے کے بعد وہ مجھے بہت مضبوط معلوم ہوتے ہیں، اس کا تقاضا یہ تھا کہ میں مرزا صاحب کی اتباع سے تائب ہو جاؤں، لیکن آپ نے اس کتاب میں جو اُسلوب بیان اختیار کیا ہے وہ مجھے اس اقدام سے روکتا ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ جو لوگ حق پر ہوتے ہیں وہ دَلائل پر اکتفاء کرتے ہیں، طعن و تشنیع سے کام نہیں لیتے، اس لئے میں اب تک اپنے مذہب پر قائم ہوں اور آپ کے طعن و تشنیع نے دل میں کچھ ضد بھی پیدا کر دی ہے۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ یہ تو معلوم نہیں کہ ان صاحب نے یہ بات کہاں تک درست لکھی تھی، لیکن اس واقعے سے مجھے یہ تنبیہ ضرور ہوا کہ طعن و تشنیع کا یہ انداز مفید کم ہے اور مضر زیادہ۔

چناں چہ اس کے بعد میں نے ''ختم نبوت'' پر اس نقطۂ نظر سے نظر ثانی کی اور اس میں ایسے حصے حذف کر دیئے جن کا مصرف دل آزاری کے سوا کچھ نہ تھا اور اس کے بعد کی تحریروں میں دِل آزار اُسلوب سے مکمل پرہیز شروع کر دیا۔

والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ ہمیں انبیاء علیہم السلام کے طریقِ کار سے سبق لینا چاہئے کہ وہ ہمیشہ گالیوں اور طعنوں کے جواب میں پھول برساتے رہے ہیں۔ انہوں نے کبھی کسی کی سخت کلامی کا جواب بھی نہیں دیا۔ مثلاً حضرت ہود علیہ

السلام سے ان کی قوم کہتی ہے کہ:

"اِنَّا لَنَرٰکَ فِیۡ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الۡکٰذِبِیۡنَ" (الاعراف:٦٦)

ترجمہ: "بلاشبہ ہم آپ کو بے وقوفی میں مبتلا پاتے ہیں اور آپ کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔"

اس فقرے میں انہوں نے بیک وقت جھوٹا ہونے......اور بے وقوف ہونے...... کا طعنہ دیا ہے والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے تھے کہ اگر آج کا کوئی مناظر ہوتا تو جواب میں ان کے باپ دادا کی بھی خبر لاتا، لیکن سنئے کہ اللہ کا پیغمبر کیا جواب دیتا ہے؟

"یٰقَوۡمِ لَیۡسَ بِیۡ سَفَاهَةٌ وَّ لٰکِنِّیۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ" (الاعراف:٦٧)

ترجمہ: "اے قوم! میں بے وقوفی میں مبتلا نہیں ہوں، بلکہ میں تو پروردگارِ عالمین کی طرف سے پیغمبر بن کر آیا ہوں۔"

دعوت کا کام انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے، اس لئے اس میں غصہ نکالنے، طنز کے تیرونشتر چلانے یا فقرے کس کر چٹخارے لینے کا کوئی موقع نہیں، اس کام میں تو نفسانیت کو کچلنا پڑتا ہے اور اس کیلئے دوسروں کی گالیاں کھا کر بھی دُعائیں دینے کا حوصلہ چاہئے۔

اسی ضمن میں حضرت والد صاحب قدس سرہٗ سنایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل شہید صاحب قدس سرہ وعظ کہنے کے بعد جامع مسجد کی سیڑھیوں سے اُتر رہے تھے کہ اتنے میں مخالفین میں سے کوئی شخص سامنے آگیا اور اس نے مولانا رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیر و تذلیل کی غرض سے کہا:

"مولانا! میں نے سنا ہے کہ آپ حرام زادے ہیں؟

تصور فرمایئے! یہ بات اس شخص سے کہی جارہی ہے جو ایک طرف علم و فضل کا دریائے بیکراں اور دوسری طرف خاندانی طور پر مسلم شہزادہ اور جس نے دین کی خاطر اپنے سارے ہی شاہی ٹھاٹ باٹ کو تج کر رکھ دیا اور پھر یہ بات اس وقت کہی جارہی ہے جب وہ وعظ کہہ کر اُتر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ اس وقت ان کے کچھ نہ کچھ معتقدین یا ہم خیال حضرات بھی ساتھ ہوں گے، آج اگر کسی واعظ سے ایسے ماحول میں یہ بات کہی جائے تو واعظ صاحب برافروختہ ہو کر اس کے حسب و نسب کو معرض

بحث میں لے آئیں گے اور ان کے رفقاء یقیناً ایسے شخص کو سلامت نہ جانے دیں گے. لیکن بے نفسی کی انتہا دیکھئے! حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: "جناب! آپ کو کسی نے غلط خبر پہنچائی، میری والدہ کے نکاح کے گواہ تو اب تک دہلی میں موجود ہیں۔" اسی طرح حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے معترض کے اس فقرے کو جو صرف گالی دینے کے لئے بولا گیا تھا، ایک مسئلہ بنا کر سنجیدگی سے جواب دے دیا۔ یہی وہ طرزِ عمل تھا جس نے سنگ دِل سے سنگ دِل انسانوں کو موم کیا اور جس کی بناء پر دعوتِ حق کی فضا ہموار ہوئی۔

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اُردو زبان میں دو شاعر ایسے ہیں جنہوں نے اپنی شاعری سے دین کی خدمت کی ہے اور اس سے دینی فکر کی اشاعت کا کام لیا ہے، ایک اکبرالٰہ آبادی مرحوم ہیں اور دوسرے ڈاکٹر اقبال مرحوم۔

ان دونوں میں سے اکبر الٰہ آبادی مرحوم کے یہاں فکری سلامتی اقبال مرحوم کی بہ نسبت کہیں زیادہ ہے۔ اکبر مرحوم کی فکر ٹھیٹھ دینی فکر ہے اور ان کے یہاں حکمت کی بھی فراوانی ہے، اقبال مرحوم کی فکر بھی اگرچہ مجموعی اعتبار سے دینی فکر ہے، مگر اس میں اس درجہ سلامتی نہیں، اس کے باوجود یہ بات واضح طور سے نظر آتی ہے کہ اقبال کی شاعری جتنی مؤثر ہوئی اور اس سے جتنا فائدہ پہنچا، اکبر مرحوم کی شاعری اس درجہ مؤثر نہیں ہوئی۔

میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ اکبر مرحوم نے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے طنز و تعریض کا طریقہ اختیار کیا اور طنز کی خاصیت یہ ہے کہ اس سے ہم خیال لوگ لُطف تو محسوس کرتے ہیں، لیکن اس سے کوئی مؤثر اصلاحی کام نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات مخالفین میں ضد پیدا ہو جاتی ہے۔ (میرے والد میرے شیخ)

دین کی بات سمجھانے میں مخاطب کو شرمندگی سے بچانا چاہئے

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و اِصلاح کے کام میں اس کا بھی بڑا اہتمام تھا کہ

مخاطب کی سبکی یا رسوائی نہ ہو، اسی لئے جب کسی شخص کو دیکھتے کہ کسی غلط اور برے کام میں مبتلا ہے تو اس کو براہِ راست خطاب کرنے کی بجائے مجمعِ عام کو مخاطب کر کے فرماتے تھے:

"مَا بَالُ أَقْوَامٍ يَفْعَلُونَ كَذَا وَ كَذَا" (اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی: ۷/۵۴۴)

ترجمہ: "لوگوں کو کیا ہوگیا کہ فلاں فلاں کام کرتے ہیں؟"

اس عام خطاب میں جس کو سنانا اصل مقصود ہوتا وہ بھی سن لیتا اور دل میں شرمندہ ہو کر اس کو چھوڑنے کی فکر میں لگ جاتا تھا۔

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی عام عادت یہ تھی کہ مخاطب کو شرمندگی سے بچاتے تھے، اسی لئے بعض اوقات جو کام مخاطب سے سرزد ہوا ہے اس کو اپنی طرف منسوب کر کے اصلاح کی کوشش فرماتے، سورۂ یٰسین میں ہے:

"وَمَا لِيَ لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي" (سورۂ یٰسین، آیت: ۲۲)

ترجمہ: "یعنی مجھے کیا ہوگیا کہ میں اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت نہ کروں؟"

ظاہر ہے کہ یہ قاصدِ رسول تو ہر وقت عبادت میں مشغول تھے، سنانا اس مخاطب کو تھا جو مشغولِ عبادت نہیں ہے، مگر اس کام کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

اور دعوت کے معنی دوسرے کو اپنے پاس بلانا ہے، محض اس کے عیب بیان کرنا نہیں اور یہ بلانا اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ متکلم اور مخاطب میں کوئی اشتراک ہو، اسی لئے قرآن عزیز میں انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا عنوان اکثر "يَقَوْمِ" سے شروع ہوتا ہے، جس میں برادرانہ رشتہ کا اشتراک پہلے جتلا کر آگے اصلاحی کام کیا جاتا ہے کہ ہم تم تو ایک برادری کے آدمی ہیں، کوئی منافرت نہیں ہونی چاہئے، یہ کہہ کر ان کی اصلاح کا کام شروع فرماتے ہیں۔

تعلیماتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دھیان دیا جائے تو ہر تعلیم و دعوت میں اسی کے آداب و اُصول ملیں گے، آج کل اوّل تو دعوت و اِصلاح اور اَمر بالمعروف و نہی عن المنکر کی طرف دھیان ہی نہ رہا اور جو اس میں مشغول بھی ہیں انہوں نے صرف بحث و مباحثہ اور مخالف پر الزام تراشی، فقرے کسنے اور اس کی تحقیر و توہین کرنے

کو دعوت و تبلیغ سمجھ لیا ہے، جو خلاف سنت ہونے کی وجہ سے کبھی مؤثر و مفید نہیں ہوتا، وہ سمجھتے رہتے ہیں کہ ہم نے اسلام کی بڑی خدمت کی اور حقیقت میں وہ لوگوں کو متنفر کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ (معارف القرآن ۵/ ۴۲۸، ۴۲۹، النحل: ۲۱۵)

صبر کا فائدہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَاللّٰهِ بَاقٍ" (سورۃ النحل، آیت ۹۶)

یاد رکھئے! مصیبت اور تکلیف کا صدمہ تو ہمیشہ باقی نہ رہے گا۔ ہاں! اس پر صبر کے نکلے ہوئے الفاظ حیات جاودانی اختیار کرلیں گے اور قیامت کے دن اللہ پاک شمار کرا کر ایک ایک نیکی کا کئی کئی بار بدلہ عطاء فرمائیں گے۔

یہ صرف ذہن بنانے کی بات ہے اگر ہم داعی (امام) اپنا ذہن اس طرح بنا لیں کہ دین کی دعوت دینے میں جو کچھ غم یا تکلیف آئے اللہ کے ذکر کے ساتھ اس وقت کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق گزار دیں تو ان فانی حالات میں سے ایسے باقی ذخائر ہم اللہ کے پاس بھیج دیں گے جو ہمیشہ کے لئے اس کے پاس ہمارے حساب میں جمع ہو جائیں گے۔

مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ داعی کو کسی نے گالی دی یا کوئی نقصان پہنچایا، تو نہ تو وہ گالی ہمیشہ باقی رہے گی اور نہ نقصان ہمیشہ قائم رہے گا اور گالی تو محض بدزبانی کا اظہار ہے۔ اس سے تو داعی کا کچھ بھی نہیں بگڑتا۔ بلکہ ایسی بے بنیاد چیز پر یعنی گالی کے بدلے داعی نے اگر ایک گالی دے دی تو اس کی اور داعی کی دونوں کی بدزبانی کا گناہ دونوں پر باقی رہ جائے گا اور داعی کو قیامت کے دن خسارہ پہنچ جائے گا کیوں کہ بجائے دین کی طرف لانے کے دین سے اور دُور کر دیا۔ لیکن اگر داعی اس گالی کو برداشت کر گئے اور جواباً اس کو کہہ دیا کہ اللہ تم کو ہدایت دے تو یہ دُعائیہ جملے ہمارے

واسطے سرمایہ آخرت اور اس کے واسطے ذریعہ ہدایت بن جائیں گے۔
حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک مرتبہ کسی مخلص نے عرض کیا کہ حضرت! لوگ آپ کی شان میں بہت کچھ کہہ جاتے ہیں، مگر آپ سے ہم نے ان کے بارے میں مذمت کا کوئی لفظ بھی نہیں سنا۔ فرمانے لگے:
"ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ"
یہ تو اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں۔
(امام اعظم ابوحنیفہ کے حیرت انگیز واقعات: ۷۵)

درس اور تقریر میں آسان اور عام فہم انداز اختیار کرنا چاہئے

ائمہ ایسا درس ہرگز نہ دیں جو مقتدیوں کی سمجھ اور استعداد سے بالاتر ہو، اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کریں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں اہلِ علم فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ حکم ہوا ہے کہ لوگوں کے مراتب کا لحاظ رکھیں اور ان کی عقل و سمجھ کے مطابق ان سے گفتگو کریں اور فرمایا کہ کوئی کسی قوم کے سامنے ایسی بات کرتا ہے جس کو وہ نہیں سمجھ سکتے تو وہ فتنے کا سبب بن جاتی ہے۔ (آداب المعلمین: ص ۴۸)
اور امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے بخاری شریف کے اندر باب باندھا ہے:
"بَابُ مَنْ تَرَکَ بَعْضَ الْاِخْتِیَارِ مَخَافَةَ اَنْ یَّقْصُرَ فَھْمُ بَعْضِ النَّاسِ عَنْہُ فَیَقَعُوْا فِی اَشَدَّ مِنْہُ" (صحیح البخاری، کِتَابُ الْعِلْم: ۱/۲۴)
یعنی "یہ باب ان لوگوں کے بیان میں ہے جنہوں نے بعض علوم کے بیان کو اس لئے چھوڑا کہ عام لوگوں کی سمجھ اس سے قاصر ہے تاکہ وہ مشقت میں نہ پڑ جائیں۔"
اسی طرح بخاری شریف میں ایک روایت ہے جس پر اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حطیم کے متعلق پوچھا: "کہ وہ بیت اللہ میں داخل ہے کہ نہیں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: داخل ہے" اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا: "اس کو بیت اللہ میں شامل

کیوں نہیں کیا؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قریش کے پاس خرچہ ختم ہو گیا تھا'' پھر اُم المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دروازے کے بارے میں پوچھا: ''یہ اُونچا کیوں ہے'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اس لئے کہ تیری قوم جس کو چاہے داخل کرے اور جس کو چاہے روک سکے'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد فرمایا:

''عائشہ اگر مجھے تمہاری قوم کے فساد کا خطرہ نہ ہوتا کہ زمانہ جاہلیت کے قریب ہیں تو میں حطیم کو بیت اللہ میں داخل کرتا اور دروازہ زمین سے ملاتا۔''

علماء کرام فرماتے ہیں کہ قریش کی کم فہمی کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ بنیاد ابراہیم علیہ السلام پر نہ بنا سکے اور یہ عظیم کام قریش کی کم فہمی کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں بہت سے علوم ہیں بشرطیکہ ان کا سمجھنے والا ہو یعنی میں ان کو اس لئے ظاہر نہیں کرتا کہ ان علوم کا کوئی متحمل نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

''حَدِّثُوا النَّاسَ بِمَا يَعْرِفُوْنَ أَتُحِبُّوْنَ أَنْ يُّكَذَّبَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ''

(صحیح البخاری، الْعِلْم، بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ......۱/۲۴)

ترجمہ: ''لوگوں کو اتنا بتاؤ جتنا وہ سمجھیں، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی جائے۔''

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ عالم کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مخاطب کے حالات کا اندازہ لگا کر کلام کرے، جس شخص کے غلط فہمی میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو اس کے سامنے ایسے مسائل بیان ہی نہ کرے، اسی لئے حضرات فقہاء بہت سے مسائل کے بیان کے بعد لکھ دیتے ہیں: ''هٰذَا مِمَّا يُعْرَفُ وَلَا يُعَرَّفُ'' (معارف القرآن: ۱/۲۰۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

"مَآ اَنْتَ بِمُحَدِّثٍ قَوْمًا حَدِیْثًا لَا تَبْلُغُهُ عُقُوْلُهُمْ اِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فِتْنَةً" (مقدمہ صحیح مسلم: ۹/۱)

ترجمہ: "کسی قوم کے سامنے ایسی بات مت کرو جو وہ نہ سمجھیں ورنہ وہ بات فتنہ کا سبب بن جائے گی۔"

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"لَا يَنْبَغِيْ لِلْعَالِمِ اَنْ يَّتَكَلَّمَ بِالْعِلْمِ عِنْدَ مَنْ لَّا يُطِيْقُهُ"

(باادب بانصیب: ۱۵۷)

ترجمہ: "صاحب علم کے لئے مناسب نہیں کہ کسی شخص کے سامنے ایسی بات کرے جس کا سمجھنا اس کی عقل سے بالاتر ہو۔"

بزرگوں کا ارشاد ہے "منتہی کے علوم مبتدی کے سامنے بیان نہ کئے جائیں اور متعلم کے سامنے اس کے فہم کے مطابق تقریر کی جائے ورنہ طلبہ کو نفرت ہو جائے گی۔

حضرت یونس بن عبدالاعلیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ ہمارے سامنے ہماری سمجھ کے مطابق تقریر کرتے تھے اس لئے ہم سمجھ جاتے تھے۔ اگر وہ اپنی عقل کے مطابق فرماتے تو ہم بالکل نہ سمجھ پاتے۔ (حلیۃ الاولیاء ذکر تابعی التابعین)

ائمہ حضرات کو چاہئے کہ وہ درس اور وعظ کا خلاصہ نکال کر مقتدیوں کے سامنے سہل اور عام فہم انداز میں پیش کر دیں، تاکہ پورے درس یا وعظ کا خلاصہ ان کو یاد ہو سکے، اس کے دو فائدے ہوں گے ایک یہ کہ اس پر عمل کرنا آسان ہوگا اور دوسرا یہ کہ اگر آگے کسی کو سنانا پڑے تو آسانی سے بیان کر سکے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے پیش نظر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا" (صحیح البخاری، العلم......۱/۱۶)

ترجمہ: "آسانی پیدا کرو سختی نہ کرو۔"

بات مثبت انداز سے سمجھائی جائے

ائمہ حضرات کو چاہئے کہ جمعہ کے وعظ میں ان باتوں کا خیال رکھیں:

(۱) نیت عالم بھر کے اِنسانوں کی کریں۔(۲) مثبت انداز میں بات کریں۔

(۳) آج کل کیا ہو رہا ہے اس کو بیان نہ کریں۔ معاشرے میں جو برائیاں ہو رہی ہیں اس کا ذکر کرنے کے بجائے ان برائیوں کو کس طرح دُور کیا جائے ان سے کس طرح بچا جائے یا بچانے کی کوشش کی جائے ان کی تدابیر بیان کریں۔

اور یہ اُصول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس مشہور قول سے لیا گیا ہے:

"إِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا يُمِيتُونَ الْبَاطِلَ بِهَجْرِهِ وَ يُحْيُونَ الْحَقَّ بِذِكْرِهِ"

(حلیۃ الاولیاء، ذکر الصحابۃ المهاجرين: ۱/۹۲، الرقم: ۱۵۴)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ جو باطل کو ختم کرتے ہیں، اس کے چھوڑنے کے ساتھ اور حق کو زندہ کرتے ہیں اس کے ذکر کے ساتھ۔"

آپ جن حق باتوں کو وجود میں لانا چاہتے ہیں اس کو خوب ذکر کریں اس کے فوائد ...... منافع، ...... فضائل، ...... حکمتیں ...... بیان کیجئے اور جن باتوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں اس کا ذکر اس طرح ہو کہ "معاشرے میں یہ یہ ہو رہا ہے" ان باتوں کو ذکر نہ کریں۔

غور فرمائیے کہ آپ کو پندرہ (۱۵) منٹ وعظ کے لئے ملے ہیں اور اس میں سے بارہ منٹ صرف معاشرے کی برائیوں کے ذکر پر لگ جاتے ہیں اور تین (۳) منٹ ان برائیوں کے ارتکاب کرنے والوں کی غیبت میں لگ جاتے ہیں تو مقتدیوں کو ان برائیوں کا علاج تو نہ ملا، نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ جمعہ یہ مقتدی حضرات بھی نہیں آئیں گے بلکہ عین خطبہ کے وقت پر پہنچیں گے۔

(۴) جمعہ کے وعظ میں ڈانٹ ڈپٹ کا انداز ہرگز نہ ہو کہ اس سے اصلاح کم اور مفاسد زیادہ ہوتے ہیں۔ اکابر علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو "تربیت کرنے والے

حضرات'' (ائمہ حضرات) کو نصیحتیں فرمائیں ہیں اس میں یہ بھی ہے:

''لَا تُكْثِرِ الْقَوْلَ عَلَيْهِ بِالْعِقَابِ فِي كُلِّ حِينٍ فَلَا يُوَبِّخْهُ إِلَّا أَحْيَانًا''

(التربية الاسلامية و فلاسفها :۱۸۸)

ترجمہ: ''لوگوں کو ہر وقت ڈانٹ مت پلایا کرو بلکہ کبھی کبھار ڈانٹا کرو۔''

اسی طرح فقیہ سحنون رحمہ اللہ تعالیٰ ایک معلم کو اس کے بیٹے کے بارے میں نصیحت کر کے فرماتے ہیں: ''لَا تُؤَدِّبْهُ إِلَّا بِالْمَدْحِ وَلَطِيفِ الْكَلَامِ وَلَيْسَ هُوَ مِمَّنْ يُؤَدَّبُ بِالضَّرْبِ أَوِ التَّعْذِيبِ'' (تربیۃ الاطفال فی رحاب الاسلام فی البیت والروضۃ :۲۰۵)

ترجمہ: ''اس کی تربیت تعریفی اور نرم کلمات سے کریں کیوں کہ یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن کی تربیت مارنے اور سزا دینے سے کی جاتی ہے۔''

ائمہ حضرات اپنے وعظ سے پہلے حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کے مواعظ ''اصلاحی خطبات'' کا مطالعہ فرمالیا کریں تو بہت زیادہ مفید رہے گا۔

(۵) اس بات کا بھی خیال رہے کہ وعظ روزانہ نہ ہو، تاکہ مخاطبین پر بوجھ نہ ہو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت میں اس کا بڑا لحاظ رہتا تھا کہ مخاطب پر بوجھ نہ ہونے پائے اور اُکتا نہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے بعض ایام ہی میں وعظ فرماتے تھے تاکہ ہم اُکتا نہ جائیں۔ (صحیح البخاری، باب العلم)

(۶) اسی طرح مختلف فیہ اور اُلجھانے والے مسائل جس سے فتنہ و فساد اور نفرت پھیلنے کا اندیشہ ہو وعظ میں بیان نہ کریں۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا وَ بَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا'' (صحیح البخاری ؍ باب العلم :۱/۱۶)

ترجمہ: لوگوں پر آسانی کرو، دشواری پیدا نہ کرو اور ان کو (اللہ کی رحمت) خوشخبری سناؤ اور متنفر نہ کرو۔

علماء وخطباء کی ذمہ داریاں

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ نے علماء کرام سے فرمایا ہم ذرا تھوڑی دیر کیلئے اس بات کا جائزہ لیں کہ ہم نے جو مدرسے قائم کرر کھے ہیں، ان کے نظم وضبط اور مالیات کے نظام میں وہ تقویٰ اور احتیاط موجود ہے جس کا مظاہرہ ہمارے اکابر علماء حق نے فرمایا تھا۔ اس سلسلہ میں اکابر کے چند واقعات اور عصر حاضر کے تناظر میں علماء خطباء کی ذمہ داریاں ملاحظہ فرمائیے۔

اکابر کے طرز عمل کی چند مثالیں

مظاہر العلوم کے مہتمم حضرت حافظ عبداللطیف صاحب کا معمول یہ تھا کہ جب سالانہ جلسہ ہوتا اور دور سے آنے والے مہمانوں کے لئے کھانے کا انتظام ہوتا تو پہلے سارے مہمانوں کو کھانا کھلاتے پھر کھانے کی اس پوٹلی کو کھولتے جو گھر سے اپنے لئے لے کر آئے ہوتے۔ اس وقت تک وہ کھانا ٹھنڈا ہو چکا ہوتا لیکن آپ وہی ٹھنڈا کھانا تناول فرمالیتے، مدرسے والا کھانا نہ کھاتے، کیوں؟ اس لئے کہ مدرسے کا کھانا چندے کے پیسوں کا ہے اور یہ چندہ مہمانوں کے لئے آیا ہے، میرے لئے نہیں۔

دارالعلوم دیو بند کے مہتمم مولانا رفیع الدین صاحبؒ ایک مرتبہ دہلی چندہ کرنے کیلئے گئے۔ وہاں سے دارالعلوم کے لئے تین سو روپے ملے۔ واپس آرہے تھے کہ راستے میں جیب کٹ گئی جب دارالعلوم پہنچے تو کہیں سے قرض وغیرہ کر کے یہ رقم دارالعلوم میں جمع کرائی۔ لوگوں نے کہا کہ حضرت! شرعاً آپ پر ضمان نہیں، اس لئے کہ آپ تو امین تھے۔ آپ نے فرمایا ”لیکن میرا اس پر دل مطمئن نہیں ہوتا“۔ اس وقت

دارالعلوم دیو بند کے سرپرست حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے، کسی نے ان کو خط لکھ کر یہ صورتحال بتلائی۔ حضرت گنگوہیؒ نے بذریعہ خط مولانا رفیع الدین سے فرمایا کہ شرعی طور پر آپ کے ذمہ ضمان نہیں ہے، اس لئے آپ اس بارے میں فکر نہ کریں۔

جب یہ خط مولانا رفیع الدین صاحب کے پاس پہنچا تو فرمایا کہ مولانا گنگوہی کا سارا فتویٰ میرے ہی لئے رہ گیا تھا۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر سوچیں کہ اگر ان کے ساتھ یہ معاملہ پیش آتا تو وہ کیا کرتے؟ یہ تھا ان کے تقوے کا عالم۔

ایک دفعہ مولانا رفیع الدین صاحب اپنی گائے چرا رہے تھے۔ اچانک دفتر کا کوئی کام یاد آیا تو گائے چراتے چراتے دارالعلوم کے احاطے میں باندھ دی اور خود دفتر میں چلے گئے۔ ایک صاحب نے دیکھا تو خوب شور و غل کیا کہ دارالعلوم دیو بند مہتمم صاحب کی گائے کا اصطبل بن گیا۔ حضرت باہر آئے، پوچھا کیا شور ہے۔ بتایا گیا کہ یہ فلاں صاحب شور کر رہے ہیں۔ فرمایا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ مدرسہ میری ذاتی جائیداد نہیں ہے۔ اُسے بلا کر کہا ماشاء اللہ تم نے ٹھیک کہا لو یہ گائے تم ہی لے جاؤ، وہ بھی اللہ کا بندہ ایسا تھا کہ گائے لے کر چلتا بنا۔

دارالعلوم دیو بند کے پہلے طالبعلم حضرت شیخ الہند کا حال یہ تھا کہ انہیں دارالعلوم دیو بند سے صرف دس روپے تنخواہ ملتی تھی، مجلس شوریٰ میں یہ طے کیا گیا کہ حضرت بہت پرانے بزرگ ہیں، ان کی تنخواہ میں اضافہ ہونا چاہیے چنانچہ تنخواہ دس روپے سے بڑھا کر پندرہ روپے کر دی گئی۔ حضرت کو اطلاع ملی تو آپ نے مجلس شوریٰ کو سخت خط لکھا کہ آپ کو کیا حق پہنچتا ہے کہ آپ میری تنخواہ بڑھا دیں۔ اب تو میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرے اندر اب وہ قوت نہیں رہی جو پہلے تھی لہٰذا تنخواہ بڑھانے کا کوئی جواز نہیں، بلکہ میری درخواست ہے کہ میری تنخواہ کم کر دی جائے۔

ہم اپنا جائزہ لیا کریں کہ ہم مدرسے کے چندے کو جس طرح خرچ کرتے ہیں، کیا اس میں احتیاط ملحوظ ہے یا نہیں۔ اور واقعۃً مدرسے کو جس تقویٰ اور طہارت کے ساتھ چلانا چاہیے تھا، ہم اس طرح چلا رہے ہیں یا نہیں۔

معاملات اور اخلاقیات پر بھی وعظ کی ضرورت

الحمدللہ دینی علوم سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ہمیں عوام میں کچھ نہ کچھ بات کرنے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ لیکن ان بیانات میں عام طور پر عقائد اور عبادات ہی کے موضوع پر گفتگو ہوتی ہے حالانکہ دین صرف عقائد وعبادات کا نام نہیں بلکہ اس میں معاشرت بھی ہے، معاملات بھی ہیں اور باطنی اخلاق بھی داخل ہیں، لیکن ان تین شعبوں پر ہمارے بیانات نہ ہونے کے برابر ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ عوام میں یہ تأثر پیدا ہو رہا ہے کہ دین تو بس نماز، روزے کا نام ہے جسکی وجہ سے لوگ معاشرت، معاملات اور اخلاق کے معاملہ میں غفلت کا شکار ہیں۔ معاشرت کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ یہ حدیث اسلامی معاشرت کا اصل الاصول ہے جس میں یہ بتلایا گیا کہ ہمیں اپنے ہر قول وفعل میں اس بات کا اہتمام کرنا پڑے گا کہ ہماری وجہ سے کسی کو ادنیٰ تکلیف نہ پہنچے۔

معاشرت کے احکام سے غفلت کا نتیجہ

ابھی مولانا صاحب نے اعلان فرمایا کہ بیان کے بعد مصافحہ کی کوشش نہ فرمائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ جہاں کہیں بیان ہوتا ہے، یہ اعلان کرنا پڑتا ہے۔ کیوں کرنا پڑتا ہے؟ اس لئے کہ دماغ میں یہ بیٹھا ہوا ہے کہ مصافحہ کرنا بڑی فضیلت کا کام ہے حالانکہ یہ عمل زیادہ سے زیادہ سنت ہے، وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اگر اس سنت کی ادائیگی میں کسی کو تکلیف پہنچائی گئی تو ثواب کے بجائے سخت گنہگار ہوگا۔

ذرا سوچئے! حجر اسود کو بوسہ دینا کتنی فضیلت کی بات ہے۔ اس کے بارے میں حدیث میں ہے کہ "یہ زمین پر اللہ کا ہاتھ ہے، جس نے حجر اسود کو بوسہ دیا گویا اس نے اللہ کا ہاتھ چوما" بڑے فضیلت والے عمل کے لئے یہ حکم ہے کہ کسی کو دھکا دے کر یا کسی

دوسرے کو تکلیف پہنچا کر حجر اسود کا بوسہ نہ لے۔ جب حجر اسود کا بوسہ لینے کیلئے کسی کو تکلیف دینا جائز نہیں تو مصافحہ کے لئے دھکم پیل اور ہنگامہ آرائی کیسے جائز ہوگی؟

اسی طرح ہمارے ہاں پارکنگ میں گاڑی غلط جگہ پارک کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے دوسروں کو تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ یہ ساری پریشانیاں اس لئے آتی ہیں کہ ہم نے معاشرت والے حصے کو دین سے خارج کر رکھا ہے اس کے برعکس اہل یورپ میں اگرچہ دیگر ہزار خرابیاں ہیں لیکن وہ معاشرت کے اصولوں پر عمل پیرا ہیں۔

عورتوں پر معاشرتی مظالم

ہم جن علاقوں اور معاشروں میں رہتے ہیں، وہاں نہ جانے کتنی ایسی غلط رسمیں ہیں جن کا دین سے کوئی تعلق نہیں لیکن جب ہم ان معاشروں میں پہنچتے ہیں تو ان کی روک تھام کیلئے کوشش کرنے کی بجائے خود ان کا حصہ بن جاتے ہیں۔

جن حضرات نے میرے مضامین پڑھے ہیں انہیں معلوم ہوگا کہ میں نے اس موضوع پر کافی مضامین لکھے ہیں کہ مغربی اقوام نے آزادئ نسواں کے نام سے جو تحریک چلائی ہے، وہ درحقیقت عورت کے ساتھ بہت بڑا دھوکا کیا گیا ہے۔ اسے سبز باغ دکھا کر اسکی عصمت وعفت کو لوٹا گیا ہے، ایک بڑی متدین اور پردہ نشین عورت نے مجھے خط لکھا کہ میں نے آزادئ نسواں سے متعلق آپ کے مضامین پڑھے ہیں اب میں آزاد قسم کی عورتوں سے بڑے اعتماد کے ساتھ بات کرتی ہوں اور جو باتیں آپ نے کہی ہیں، انکی وجہ سے میری باتوں میں بڑا وزن پیدا ہو جاتا ہے لیکن ایک اہم بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں، یہ ہے کہ مغرب کی گمراہی اپنی جگہ لیکن ہمارے معاشرے میں بھی بعض اوقات عورتوں کے ساتھ ایسی زیادتیاں اور ظلم ہوتے ہیں جو شریعت کے بالکل خلاف ہیں اور علماء کرام ان کے خلاف بالکل آواز نہیں اُٹھاتے۔ اس نے اس کی بہت سی مثالیں لکھیں۔

پھر میں ایک زمانے تک عدالت میں بھی رہا ہوں۔ بہت سے مقدمات میرے

سامنے آتے رہے ہیں۔ فتویٰ کا کام پینتالیس سال سے کر رہا ہوں تو استفتاء بھی بہت آتے رہے ہیں تو دن رات یہ بات مشاہدے میں آتی ہے کہ ہمارے معاشرہ میں بھی عورتوں پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جا رہے ہیں مثلاً باپ نے اپنے ذاتی مفاد کی خاطر بیٹی سے اجازت لئے بغیر اس کی شادی کر دی۔ بیٹی کو یہ بات کہنے کی اجازت نہیں کہ فلاں رشتہ مجھے پسند نہیں۔ یہ بات باپ کی غیرت کے خلاف ہے۔ وہ قتل کرنے کیلئے آمادہ ہو جاتا ہے کہ تجھے کیا حق پہنچتا ہے کہ تو میرے فیصلے کے خلاف زبان کھولے، نتیجہ یہ کہ اس بیچاری کی ساری زندگی جہنم بن جاتی ہے۔

اسی طرح یہ بھی عام رواج ہے کہ بیٹی کو ترکے میں سے کوئی حق نہیں دیا جاتا۔ اسی طرح عورت اگر بیوہ ہو جائے تو اس کے لئے دوسرے نکاح کو انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے بالکل ایسا جیسے کفر۔ حالانکہ ہمارے بزرگوں نے نکاح بیوگان کے حق میں علمی جہاد کیا، لیکن ہم اپنے معاشرے میں ان رسموں کے خلاف آواز اُٹھانے کے بجائے ان کے اندر بہہ جاتے ہیں۔

وراثت میں زبانی معافی کا اعتبار نہیں!

دیکھئے! کراچی سے لے کر پشاور تک اور کوئٹہ سے طورخم تک جہاں کسی کا انتقال ہوتا ہے، اس کا سارا ترکہ اس کے بیٹے لے جاتے ہیں، بیٹیوں کو وراثت میں حصہ نہیں دیا جاتا لیکن ہم نے کتنی مرتبہ اس کے خلاف آواز اُٹھائی؟ کتنی مرتبہ اپنے وعظ میں یہ مسئلہ بیان کیا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری بہنوں نے ہمارا حصہ بخش دیا اول تو بخشا نہیں ہوتا بلکہ بہن کو پتہ ہوتا ہے کہ اگر میں نے ذرا سی زبان کھولی تو میرا بھائی میری زندگی عذاب کر دے گا۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ ترکے کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ اگر کوئی وارث زبان سے کہہ بھی دے کہ میں نے بخش دیا تو وہ بخشنا معتبر نہیں۔ معتبر ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ پہلے اس کا حصہ اس کے قبضہ میں دو۔ اس پر قبضہ کرنے کے بعد اگر وہ اپنی خوشدلی سے تمہیں کچھ دینا چاہے تو دیدے، اس لئے لوگوں کا یہ حیلہ

سراسر غلط اور خلافِ شریعت ہے۔

یہی حال مہر کا ہے کہ نکاح کے وقت تو بھاری مہر مقرر کر لیتے ہیں اور دینے کی نیت ہوتی نہیں۔ جب بیچاری کے مرنے کا وقت آ پہنچا تو اُس وقت اُسے کہتے ہیں خدا کیلئے مجھے مہر معاف کر دو۔ اب بیچاری کیا کہے کہ میں معاف نہیں کرتی۔ ظاہر ہے کہ اس موقع پر وہ زبان سے معاف کر دیتی ہے لیکن یہ معافی شرعاً معتبر نہیں۔

مغرب نے عورتوں کو جو آزادی دی ہے، ہم بعض اوقات اسکے خلاف تو بولتے ہیں اور بولنا بھی چاہئے لیکن اس آزادی کا ایک سبب وہ ظلم بھی ہے جو ہمارے یہاں عورتوں کے ساتھ روا رکھا جا رہا ہے۔ اسلئے اس آزادی کے خلاف آواز اُٹھانے کے ساتھ ساتھ ان مظالم کے بارے میں گفتگو کرنا بھی ضروری ہے جن کی چکی میں ہماری مشرقی عورت پس رہی ہے۔ اے علماء خطباء کی جماعت!

یہ چند ضروری گذارشات آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں تاکہ ہم ان پہلوؤں کی طرف بھی توجہ دیں اور ان ذمہ داریوں کو بھی ادا کریں تاکہ معاشرے کے اندر ہم وہ تبدیلی لانے کا ذریعہ بن سکیں، جو شریعت میں مطلوب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو شریعت پر صحیح صحیح عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہمارے وعظ بے اثر کیوں؟

حضرۃ مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کے وعظ ''زحمت کو رحمت سے بدلنے کا نسخہ'' سے منتخب شدہ یہ مضمون اہل علم واہل تبلیغ کیلئے لمحۂ فکریہ ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے دوران وعظ فرمایا کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ایک سوال کے جواب کے سلسلے میں ارشاد فرمایا کہ میں ایک دفعہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے آخر وقت عیادت کے لئے گیا۔ بہت پریشان، کروٹیں بدل رہے تھے۔ مولانا کی شخصیت بڑی عجیب تھی، زبان صاف نہیں، طرز بیان بالکل الجھا ہوا، تفہیم وقوت بیان بالکل نہیں مگر ایک دردِ دل تھا جس نے دنیا کی

کایا پلٹ دی۔ بولنے میں کچھ نہ تھے مگر دردِ دل کام کر رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ تبلیغ اسی کی اثر کرتی ہے جس میں دردِ دل ہو۔ بڑے بڑے واعظ ان کی لمبی تقریریں، صاف اور سریلی آوازیں، زبردست قوت بیان مگر ان کی ساری عمریں گزر گئیں، ہدایت ایک کو بھی نہیں ہوئی۔ بات وہی ہے کہ جس میں دردِ دل نہ ہو اسکی بات اثر نہیں کرتی۔ ایک مولوی صاحب کوئٹہ میں رہتے ہیں کہنے لگے جب بھی کراچی آتا ہوں۔ جمعہ فلاں مولوی صاحب کے پیچھے پڑھتا ہوں۔ مگر میرے دل میں ان سے عقیدت نہیں۔ یہ دیکھئے عجیب بات ہے کوئٹہ سے آ کر جس مولوی کے پیچھے جمعہ ضرور پڑھیں ان سے عقیدت نہیں تو بات یہ ہے کہ خوش الحانی اور لفاظی کا کوئی فائدہ نہیں بس دردِ دل کام کرتا ہے۔

ہمارے حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی آخر عمر میں ضعف کی وجہ سے صحیح طور پر آواز لوگوں کو سنائی نہیں دیتی تھی۔ مگر جو لوگ آتے تھے وہ کیا پا کر جاتے تھے نہ سمجھنے کے باوجود لوگوں کو کتنا فائدہ ہوتا تھا اس کا اندازہ نہیں۔

ایک مولوی صاحب کا تازہ واقعہ ہے۔ چونکہ نوجوان ہیں اچھے بولنے والے ہیں ایک خاندان نے بزرگ سمجھ کر ان کو رشتہ دے دیا۔ ٹیپ میں ریکارڈ کر کے اس کی تقاریر لڑکی اور اس کی والدہ کو سناتے رہے۔ سارا خاندان ہی لٹو ہو گیا کہ یہ تو بڑے بزرگ ہیں۔ بس جلدی سے رشتہ دے دیا۔ اب (شادی کے بعد) وہ مولوی صاحب کہتے ہیں کہ بے پردہ رہنا پڑے گا۔ مولوی کی ماں کا بھی اصرار ہے کہ بے پردہ ہی رہنا ہوگا۔ لڑکی مجھ سے بیعت ہے۔ اس کا خط آیا ہے کہ میرے ابا نے استخارہ بھی کیا تھا اور شادی بھی میری شوال میں ہوئی۔ میں سمجھتی تھی کہ شوال میں شادی میں برکت ہوگی مگر نتیجہ یہ نکلا، وہ بے پردگی کا حکم دیتے ہیں لڑکی کہتی ہے جی چاہتا ہے کہ بڑے بڑے پوسٹر شائع کر کے لگوا دوں کہ یہ بڑا مکار ہے، عیار ہے۔ اس کی لچھے دار تقریریں سن کر بزرگ نہ سمجھنا۔ میں نے کہا ایسے پوسٹر لگانے سے کیا فائدہ؟ میں نے لکھا کہ استخارہ کے ساتھ کسی جاننے والے سے استشارہ (یعنی مشورہ) بھی لے لیا ہوتا۔ استخارہ کی

جتنی اہمیت ہے اس سے کہیں زیادہ اہمیت مشورہ لینے کی ہے۔

اتنا بڑا مقرر بے پردگی پر کیوں اصرار کر رہا ہے۔ اس لئے کہ علم تو ہے لیکن عمل کی قوت موجود نہیں۔ جو صحبت اہل اللہ سے نصیب ہوتی ہے اسی لئے ایک وعظ میں فرماتے ہیں ''کسی بات کا علم رکھنے اور جاننے کے باوجود اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ اس کا ایک ہی سبب اور ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے کسی عالم باعمل کی صحبت کا نہ ہونا۔ بس اس بے عملی کا یہی علاج ہے کہ کسی ایسے علم والے کے پاس بیٹھا جائے جس کا عمل اس کے علم کے عین مطابق ہو وہ جو کہے اس پر خود بھی عمل کرے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی اہمیت اور توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین۔

مقررین کیلئے مواعظِ حکیم الامت ایک عمدہ خزانہ

حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ اہل علم اور ائمہ حضرات کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: بھائی میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے مواعظ بھی پڑھا کرو۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت کے مواعظ میں بڑے علوم ہیں۔ پڑھ کے دیکھو نا۔ ان شاء اللہ آنکھیں کھل جائیں گی۔ ان میں ایسے حقائق و دقائق ہیں یہ عربی زبان میں ہوتے تو غزالی اور رازی کے علوم کے برابر ہوتے۔

ماشاء اللہ حضرت کے مواعظ میں بہت کچھ ہے۔ ہمارے استاذ حضرت مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک شعر پڑھا کرتے تھے فرماتے تھے۔

مزا برسات کا چاہو تو ان آنکھوں میں آ بیٹھو　　سیاہی ہے سفیدی ہے شفق ہے ابر باراں ہے

آنکھیں ایسی ہی ہوتی ہیں نا بھائی۔ ان مین سفیدی بھی ہوتی ہے۔ سیاہی بھی ہوتی ہے۔ کبھی سرخی بھی ہوتی ہے۔ اس سے پانی بھی بہتا ہے۔

میں نے اس شعر کو حضرت کے مواعظ پر منطبق کیا ہے۔ میں عرض کرتا ہوں حضرت کے مواعظ پڑھو۔ ان شاء اللہ ہر چیز ملے گی۔ واقعات چاہتے ہو واقعات ملیں گے۔ قصص چاہتے ہو قصص ملیں گے۔ حکایات چاہتے ہو حکایات ملیں گی۔ اشعار

چاہتے ہو اشعار ملیں گے۔ مثالیں چاہتے ہو مثالیں ملیں گی۔ تفسیر چاہتے ہو آیات کی تفسیر ملے گی۔ حدیث کی ترجیحات ملیں گی۔ مسائل ملیں گے۔ ان میں عجیب و غریب علوم ہیں۔ تقریباً پانچ چھ سو کے قریب حضرت کے مواعظ چھپے ہوئے مل جاتے ہیں۔

یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں۔ بس حضرت بیٹھے۔ اور بیان شروع فرمادیا۔ کئی کئی گھنٹے بیان ہوتا رہتا۔ ماشاء اللہ علوم کے دریا تھے۔ وعظ کے شروع میں کبھی لکھا ہوتا ہے کہ پچاس کا مجمع تھا اور تین گھنٹے بیان فرمایا۔ اخلاص دیکھئے۔ ورنہ ہم جیسا آدمی بھی کہتا ہے کہ بڑا مجمع ہو تو بیان کروں۔ حضرت نے پچاس آدمیوں کے سامنے تین تین گھنٹے بیان فرمایا۔ اور کبھی لکھا ہوتا ہے کہ دس ہزار کا مجمع تھا ایک گھنٹہ بیان فرمایا۔ اندازہ لگائیے کس قدر اخلاص تھا۔ اور ماشاء اللہ حضرت نے ہر مسئلے پر بحث کی ہے۔ اکابر کا ذوق بتایا ہے۔ اکابر کا ذوق ایسے تو معلوم ہوتا ہے۔ کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے اور پاس بیٹھنے سے بھی معلوم ہوجاتا ہے۔ تو مواعظ بڑی عمدہ چیز ہیں۔ اسلئے میرا مشورہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ کو اہتمام کے ساتھ پڑھا کرو۔

(ارشادات حضرت مفتی عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ)

کلام میں اثر کیسے ہوتا ہے؟

مولانا ابن الحسن عباسی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

ستر اسی سال پہلے کی بات ہے، دمشق کی ایک چھوٹی سی مسجد میں شیخ علی نماز فجر کے بعد درس دیا کرتے تھے، اس درس کو سننے کے لیے لوگ دُور دُور سے آتے... مسجد بھر جاتی... سڑکوں پر چٹائیاں بچھا کر سامعین کا ہجوم شیخ کی گفتگو میں محو ہوتا... شیخ کی باتیں دل سے نکلتیں اور سننے والوں کی زندگیاں بدلتیں... آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹتا اور باطن کی کدورتوں کو صاف کرتا چلا جاتا...

لوگ واپس ہوتے تو اُن کے دامن میں بے حسی اور غفلت کی حیات پر ندامت کی سوغات ہوتی... اور دل میں عمل صالح کے عزم وجذبہ کا تحفہ ہوتا... اسی سوغات اور

اسی تحفے کو لینے کیلئے خلق خدا پروانہ وار آتی، داغِ حسرت نشانِ منزل ہے... جہاں یہ ملے...لوگ وہاں کا رخ کیوں نہیں کریں گے...

شیخ کے ایک شاگرد نے اُن سے پوچھا "ہم کئی اہل علم کے مواعظ اور تقریریں سنتے ہیں...لیکن جو تاثیر آپ کے بیان میں ہے وہ کہیں نہیں...اس کی کیا وجہ ہے؟"... شیخ نے ابتداء میں اُنہیں ٹال دیا...لیکن اصرار کرنے کے بعد فرمایا

"بھائی! آپ اصرار کر رہے ہیں تو بتائے دیتا ہوں کہ اس درس کے لیے میں رات کے آخری پہر قرآن کریم کے دس پارے پڑھتا ہوں...اِس کے بعد اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑاتا ہوں کہ میرا یہ درس اور گفتگو سننے والوں کے لیے مفید ثابت ہو..."

ظاہر ہے ایسے اللہ والے کے وعظ میں اثر کیوں نہ ہوگا...

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کے نام سے کون ناواقف ہوگا؟ وہ پشاور ایک سیرت کے جلسے میں تقریر کے لیے گئے...دو دن تقریر کرنی تھی...پہلے دن تقریر کی جو جمی نہیں...فرماتے ہیں "مجھے بھی اپنی تقریر کے نہ جمنے کا احساس تھا...قیام گاہ پر آیا تو دُعا کی ایک اضطراری کیفیت طاری ہوئی جو اکثر رنگ لاتی ہے...میں نے خدا کے سامنے اپنے عجز اور نااہلیت کا اقرار کرتے ہوئے مدد کی دعا کی...دوسرے دن کا جلسہ اصل جلسہ تھا...سردار عبدالرب نشتر بھی تشریف رکھتے تھے...مجھے معلوم نہیں کہ اس وقت مضامین کا ورود کہاں سے ہو رہا تھا اور زبان میں طاقت کہاں سے آ گئی تھی کہ میں خود بھی اس کے زور میں بہہ رہا تھا اور مجمع بھی مسرت و سرشار تھا...دیکھنے والوں نے بتلایا کہ عبدالرب نشتر چہرہ پر رومال رکھے ہوئے تھے اور آنکھ سے آنسو جاری تھے تقریر ختم ہوئی تو بہت سے پٹھان اٹھ کر سامنے آئے اور کہا کہ کیا حکم ہے...."

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حق بات...حق طریقے اور حق نیت سے کہی جائے...کبھی بے اثر نہیں جاتی... بات اثر نہ کرے تو سمجھ لیجیے ان تین میں سے کسی ایک میں جھول ہے یا بات حق نہیں یا طریقہ اور کہنے کا اُسلوب مناسب

نہیں اور یا پھر نیت میں اخلاص کی بجائے فتور ہے...

فارسی کا مقولہ ہے'' از دل خیزد'' یعنی دل سے نکلنے والی بات دل پر جا لگتی ہے... لیکن اگر تحریر یا بیان صرف لفظوں کی تک بندی پر مشتمل ہو... خلوص کی برکھا اور جذبے کی حرارت اس میں موجود نہیں تو ایسی تک بندی برگ ریز تو ہو سکتی ہے... بارآ ور نہیں... جگر مرحوم نے کہا تھا:

یقین کا نور، خلوص کی برکھا اور جذبے کی حرارت ''نسخہ تاثیرِ کلام'' کے وہ اجزاء ہیں... جن کے بغیر کلام مرکب تو ہو سکتا ہے... موثر نہیں... (کرنیں)

مخالف ماحول میں اہل حق کا انداز نصیحت

استاذ العلماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک بار ملتان کو دریائی سیلاب کا خطرہ ہوا... سجادہ نشین دربار خواجہ بہاء الحق ملتانی رحمہ اللہ نے دوستانہ تعلقات کی بناء پر مجھے اطلاع کئے بغیر شہر میں اعلان کرادیا کہ کل کو قلعہ پر مولانا خیر محمد صاحب نفلی جماعت کرائیں گے... علماء کو اس اعلان سے تشویش ہوئی اور بعض نے مجھے جانے سے منع بھی کیا کہ نفلی جماعت بالخصوص اہتمام کے ساتھ احناف کے ہاں مکروہ ہے... میں نے کہا جاؤں گا ضرور' کہ نہ جانے میں سجادہ صاحب کی سبکی ہے... باقی جماعت کرانا نہ کرانا میرا اپنا فعل ہے...

چنانچہ جب سجادہ صاحب کی طرف سے کار آئی تو میں چلا گیا... جا کر سجادہ صاحب سے کہا کہ مجھے آپ سے علیحدگی میں کوئی بات کرنی ہے وہ بخوشی علیحدہ ہو گئے... میں نے کہا کہ ہم حنفی ہیں... جو کام فقہ حنفی کے مطابق ہو وہ کرتے ہیں اور جو عمل رواج کے موافق اور فقہ حنفی کے خلاف ہو وہ نہیں کرتے... اس لئے ہمیں لوگ وہابی کہتے ہیں... چونکہ نفلی جماعت کو فقہ حنفی نے مکروہ کہا ہے... اس لئے میں معذور ہوں... سجادہ صاحب نے کہا کہ حضرت میری غلطی ہوئی کہ آپکو اطلاع دیئے بغیر میں نے اعلان کرادیا جس کی وجہ سے اب ہزاروں کا مجمع آیا ہوا ہے... میں آپکو خلاف

شرع پر مجبور نہیں کرتا' مگر میری غلطی کا تدارک فرمادیں تا کہ میری سبکی نہ ہو... میں نے کہا آپ اعلان فرمادیں کہ آدھ گھنٹہ مولانا کا بیان ہوگا' بعد میں نفل پڑھے جائیں گے... سجادہ صاحب بڑے خوش ہوئے اور اعلان کر دیا...

میں نے بعد خطبہ مسنونہ کے وعظ میں یہ کہا کہ مسلمان کے دشمن دو طرح کے ہیں... ایک وہ جن کا وجود ہمیں نظر آتا ہے... یعنی کافر دوسرے وہ جن کا وجود ہمیں نظر نہیں آتا' یعنی نفس اور شیطان... یہ دشمن پہلے کی نسبت بڑا سخت ہے... اسکے ساتھ جہاد کرنے کو جہاد اکبر فرمایا گیا ہے... قرآن مجید میں ظاہری دشمن یعنی کافروں کے ساتھ جہاد میں شہید ہونے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ تم انکو مردہ نہ کہو وہ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہیں... جو لوگ جہاد اکبر یعنی نفس و شیطان کے مقابلہ میں ختم ہوجائیں وہ بدرجہ اولی اپنے پروردگار کے ہاں زندہ ہونگے...

یہ بزرگان دین اولیاء اللہ جہاد اکبر میں شہید ہونے والے ہیں... اور یقیناً اپنے مزارات کے اندر زندہ ہیں... محض ایک پردہ حائل ہے... ہم ان کے مزارات پر جا کر خلاف شرع کام کرتے ہیں... انکے مزارات کو سجدہ کرتے ہیں... اگر یہ پردہ حائل نہ ہوتا تو یہ ہمارے منہ پر تھپڑ مارتے... میں نے وعظ کے آخر میں کہا کہ نفلی نماز باجماعت پڑھنا ناجائز ہے... بزرگوں کی روحیں اس سے ناراض ہوں گی... نفل سب اکیلے اکیلے پڑھیں... دعا مل کر کرلیں گے...

سب نے خوشی خوشی اکیلے اکیلے نفل پڑھے' بعد میں مل کر دعا کی گئی... اللہ پاک کا فضل ہوا' خطرہ ٹل گیا... جو ڈرائیور مجھے مدرسہ تک پہنچانے آیا... اس نے کہا: حضرت! اگر کبھی کبھی اس طرح کے وعظ ہوجایا کریں تو بڑا فائدہ ہو... بڑی اصلاح ہو... آج کل کے مقررین کفر کی مشین چلانے لگ جاتے ہیں' بجائے فائدہ کے نقصان ہی نقصان ہوتا ہے... سجادہ صاحب نے اپنے مجمع خاص میں فرمایا:

''اہل حق اور غیر اہل حق میں یہی فرق ہے کہ اہل حق کو کسی قیمت پر نہیں خریدا

جاسکتا اور غیر اہل حق کو ٹکہ دے کر جو چاہو بیان کرالو"... اللہ پاک ہم سب کو اہل حق کے ساتھ وابستہ رکھیں اور ہر قسم کی بدعات سے محفوظ رکھیں آمین...

حمایت ومخالفت میں اللہ تعالیٰ کا خوف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی... اپنے والد ماجد مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی سوانح... "میرے والد میرے شیخ" میں لکھتے ہیں: "کسی شخص یا جماعت کی حمایت ومخالفت میں... جب نفسانیت شامل ہو جاتی ہے... تو نہ حمایت اپنی حدود پر قائم رہتی ہے نہ مخالفت... بلکہ ہوتا یہ ہے کہ... جس شخص کی حمایت کرنی ہو... اسے سراپا بے داغ... اور جس کی مخالفت کرنی ہو... اسے سراپا سیاہ... ثابت کرنے سے کم پر بات نہیں ہوتی... آج کل حمایت ومخالفت میں... اس قسم کے مظاہرے عام ہو چکے ہیں... بلکہ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ...

ایک شخص جس زمانے میں منظور نظر ہوا... تو اس کی ساری غلطیوں پر پردہ ڈال کر ...اسے تعریف وتوصیف کے بانس پر چڑھا دیا گیا... اور جب وہی شخص کسی وجہ سے زیر عتاب آ گیا... تو اس کی ساری خوبیاں ملیامیٹ ہو گئیں...

اور اس میں نا قابل اصلاح کیڑے پڑ گئے...

حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اس طرز فکر کے سخت مخالف تھے ...اور فرمایا کرتے تھے کہ... اوّل تو یہ طریق حق وانصاف کے خلاف ہے... اس کے علاوہ اس حد سے گزری ہوئی حمایت ومخالفت کے نتیجے میں... بسا اوقات انسان کو دُنیا ہی میں شرمندگی اُٹھانا پڑتی ہے... (حضرت والد صاحب کی نگاہ... دُشمنوں اور مخالفین میں بھی اچھائیوں کو... تلاش کر لیتی تھی اور ان کی خوبیوں کے برملا اظہار میں بھی... آپ کو کبھی باک نہیں ہوا)...

بعض اوقات جب عام فضا کسی شخص یا جماعت کے خلاف ہو جاتی ہے... تو اس کے بارے میں الزام تراشی ...اور افواہ طرازی کو... عموماً عیب نہیں سمجھا جاتا... بلکہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس کے عیوب کی خبریں لانے میں لطف محسوس کیا جاتا ہے اور اس

میں تحقیق کی بھی ضرورت نہیں سمجھی جاتی...

حضرت والد صاحب ایسے مواقع پر... اپنے متعلقین کو اس طرز عمل سے... سختی کے ساتھ روکتے اور فرماتے کہ اگر ایک شخص کسی جہت سے بُرا ہے تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ اس کی تمام جہات لازماً ہی بُری ہوں گی اور اب اس کی بے ضرورت غیبت اور اس کے خلاف بہتان تراشی جائز ہوگئی ہے...

اس ذیل میں حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے یہ واقعہ سنایا کہ... ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک صحابی (غالباً حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے سامنے حجاج بن یوسف پر کوئی الزام لگایا... اس پر انہوں نے فرمایا کہ یہ مت سمجھو کہ اگر حجاج بن یوسف ظالم ہے تو اس کی آبرو تمہارے لیے حلال ہوگئی ہے...

یاد رکھو! اگر اللہ تعالیٰ حشر کے دن حجاج بن یوسف سے اس کے مظالم کا حساب لے گا... تو تم سے اس ناجائز بہتان کا بھی حساب لے گا... جو تم نے اس کے خلاف لگایا"...

اللہ کرے! یہ بات ہمارے دل میں اُتر جائے... اور ہم حمایت اور مخالفت میں... نفسانیت سے بچ جائیں آمین۔

ہر خطیب اور عالم کیلئے اہم گزارش

بعض مقرر اور مبلغ اپنے جذبے کے تحت عوام کے اجتماع میں بیان کرتے ہوئے ایسے مشکل اور نازک موضوع کا بھی ذکر کرتے ہیں... جس کے کافی دور رس اثرات و نتائج مرتب ہوتے ہیں... ایسا بیان کرتے ہوئے شاید اُن کا دھیان اس پہلو کی طرف جانے سے رہ جاتا ہے کہ اس طرح کے موضوع پر بیان کرنے سے عوام میں عقائد اسلامیہ کے بارے میں کئی قسم۔ کے اشکالات پیدا ہوں گے... چنانچہ اسی بارے میں غور وفکر کے لیے چند باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

❶ ...عوام کے اجتماع میں تقریر اور بیان کا بنیادی مقصد دین کا شوق اور آخرت

کی فکر پیدا کرنا ہوتا ہے... اس کیلئے قرآن و حدیث... ان کی تفاسیر و شروح میں انبیاء کرام علیہم السلام... صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور دیگر اکابر کی بے شمار آسان... واضح... صحیح اور مستند باتیں موجود ہیں... جن کو عام آدمی سمجھ جاتا ہے۔

مفتی اعظم مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں "اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ" کے تحت فرماتے ہیں: "نصیحت سے مراد عنوان بھی نرم ہو..... حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے.... جس کے ذریعہ انسان مقتضیاتِ احوال (حالات کے تقاضوں) کو معلوم کر کے اسکے مناسب کلام کرے... اُصولِ دعوت دو چیزیں ہیں... حکمت اور موعظت جن سے کوئی دعوت خالی نہ ہو" (معارف القرآن، ج:۵)

حدیث میں ارشاد مبارک ہے: لوگوں پر آسانی کرو... دشواری پیدا نہ کرو...

❷ ...کوئی بات... واقعہ یا شخصیت کتنی ہی بلند و بالا... عظمت شان والی اور اہم کیوں نہ ہو... اس کا ذکر و بیان موقع محل کی مناسبت سے کیا جائے تو مفید ثابت ہوتا ہے... ورنہ اختلاف و انتشار کے امکانات بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔

❸ ...اُمت کے اکابر علماء جب بھی کسی ایسی حدیث یا تاریخی واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے اختلافات یا نزاع کا پتہ چلتا ہو تو وہ اختلاف والی بات ذکر کرنے کے بعد اس کی تشریح و توضیح اس طرح بیان کر دیتے ہیں کہ ہر ہر صحابی رضی اللہ عنہ کا احترام اور تقدس باقی رہے اور کوئی بات اس طرح نہ بیان ہو جائے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی تو فضیلت ظاہر ہو مگر دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ مجروح ہو۔

❹ ...صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات (مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم) کے نازک اور مشکل موضوع پر تو بڑے بڑے ائمہ اسلام بھی گفتگو سے اجتناب کی کوشش کیا کرتے تھے۔ مشہور تابعی اور بڑے عالم و فقیہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی قتال کے سلسلے میں ہے لیکن اس کا

ذکر یہاں بھی موزوں اور مناسب ہے کہ:

''جس معاملہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں... حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی... ہمیں یقین ہے کہ ان سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا اور اللہ کی خوشنودی چاہی تھی...'' (مقام صحابہ ص:۵۹)

5 ...دینی اعمال کا شوق پیدا کرنے کیلئے مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث نے ''فضائل اعمال'' (چھوٹی چھوٹی کتابوں کا مجموعہ... تبلیغی نصاب) تصنیف کی... اس میں دو سو صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''حکایاتِ صحابہ رضی اللہ عنہم'' ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصیات اور حالات و واقعات بیان کیے گئے ہیں... جن میں ''دین کی خاطر سختیاں برداشت کرنا اور تکالیف و مشقت جھیلنا'' اور ''بہادری... دلیری اور موت کا شوق'' کے عنوانات کے تحت جہاد میں شوق و جذبے سے لڑتے لڑتے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور شہید ہو جانے کے بھی کافی واقعات ہیں...

لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ''فضائل اعمال'' میں ان واقعات کے بیان سے اجتناب کی کوشش کی گئی ہے... جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کی کوئی بحث شروع ہو کر اشکالات کا سبب بنے۔ اسی طرح مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کی حیاۃ الصحابہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہادری اور شوق شہادت کے بہت سے واقعات بیان کئے گئے ہیں... لیکن وہاں بھی ایسے واقعات کا کوئی ذکر نہیں...

6 ... یونیورسٹیز اور کالجز کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ایسے حضرات جو دین سے کچھ دور ہو چکے ہیں اور ان کے ذہن میں دین کے بارے میں اشکالات پیدا ہو چکے ہیں (جن کو سیکولرز یا دین سے بیزار بھی کہہ دیا جاتا ہے) یہ بات بڑی قوت سے اور کثرت سے کرتے رہتے

ہیں کہ اسلام کا نظام کتنے عرصے چل سکا اور ساری منفی باتیں اور ان سے منفی مطالب نکال کر کہتے ہیں کہ اسلامی تاریخ پڑھ کر تو دیکھیں...خونی جنگوں سے بھری پڑی ہے۔

ایسی صورت حال میں اگر دین کا بیان کرنے والا خود ہی اسی قسم کا واقعہ بیان کرے گا تو گویا ان کے اشکالات میں اضافہ ہی کرے گا... یہ صحیح ہے کہ اعتراضات کرنے والے تو اعتراضات کرتے ہی رہتے ہیں لیکن اتنی تدبیر تو کی جاسکتی ہے کہ کم از کم خود تو ایسی مشکل اور نازک باتیں نہ چھیڑی جائیں جو ایسے اشکالات پیدا کرنے میں تقویت کا ذریعہ بنیں۔ (تحریر کردہ محترم پروفیسر عبدالرؤف صاحب)

لب ولہجہ اور الفاظ کی تاثیر

اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی میں بڑی تاثیر رکھی ہے....اچھے الفاظ کا اچھا اثر اور بُرے الفاظ کا بُرا اثر ہونا لازمی ہے....زبان سے ادا ہونے والے الفاظ جہاں خود مؤثر ہیں....وہاں الفاظ کی ادائیگی اور لب ولہجہ کی تاثیر کا بھی ایک علیحدہ جہاں ہے.... شریعت کا حسن دیکھئے کہ اس نے جہاں ہمیں الفاظ کی ادائیگی میں حدود کا پابند بنایا ہے....وہاں اپنے مبارک اُصولوں کے ذریعے لب ولہجہ میں بھی دل آزاری....دل شکنی....تکبر....تحقیر جیسے اُمور سے بچنے کی ہدایات کی ہیں....بعض اوقات الفاظ دُرست ہوتے ہیں....لیکن لب ولہجہ ٹھیک نہیں ہوتا۔

شریعت کی طرف سے ہمیں حکم ہے کہ ہم ہر معاملے کو اس کی حد میں رکھیں۔ عام گفتگو ہو یا کسی کو ترغیب دینی ہو، کسی کو نصیحت کرنی ہو یا سرزنش، کسی موقع پر بھی احتیاط کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔ کسی پر زبان کے ذریعے زیادتی نہ ہو کہ زبان کا تیر براہِ راست روح پر وار کرتا ہے۔ جسم پر لگا تلوار کا زخم بہت جلد مندمل ہو جاتا ہے لیکن روح پر لگا زبان کا زخم بھرتے بھرتے زندگی بیت جاتی ہے۔

دوسروں کی زیادتی پر بھی عفو و درگزر کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے اور یہ خدا کی

صفت ہے، جو خود اللہ تعالیٰ کو بھی بہت محبوب ہے۔ہم پڑھتے ہیں کتنے غیر مسلم صرف قرآن کریم کی تلاوت سن کر مسلمان ہو گئے حالانکہ وہ عربی سے ناواقف، قرآنی آیات کے ترجمہ وتفسیر سے لابلد لیکن پھر بھی وہ کس طرح متاثر ہو جاتے ہیں۔

یہ قرآنی اعجاز کے ساتھ ساتھ لب ولہجہ کے پُر تاثیر ہونے کی بھی دلیل ہے۔ایک بات آدمی پُرسکون لہجے میں کہتا ہے اس کا خود بولنے والے پر اچھا اثر پڑتا ہے اور سننے والا بھی اس کے اَخلاق سے متاثر ہوتا ہے۔لیکن اگر ہم وہی بات چیخ کر، بلند آواز سے کریں تو اس کے بداثرات خود ہمارے اوپر بھی ہوں گے اور سننے والا بھی ہمارے بارے میں اچھا تاثر قائم نہیں کر سکے گا جس طرح کسی مستحق کی مالی مدد کرنا صدقہ ہے، اسی طرح گفتگو کے وقت مسکرانا اور ہنس کر بات کرنا بھی صدقہ ہے اور جس طرح ایذائے مسلم حرام ہے،اسی طرح کسی مسلمان کا دل خوش کرنا بھی اعلیٰ درجہ کی نیکی ہے۔

الفاظ کی تاثیر اور لب ولہجہ کی اہمیت عام حالات میں ایک معمولی بات سمجھی جاتی ہے اور اسے عام طور پر قابل توجہ نہیں سمجھا جاتا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری روزمرہ کی زندگی میں اس کا بڑا عمل دخل ہے۔آپ کسی سے شائستہ اور اچھے لب ولہجہ میں بات کر کے تجربہ کرلیں۔اس کا سب سے زیادہ فائدہ خود آپ کو ہوگا۔آپ نجانے کتنی پریشانیوں اور دماغی دباؤ سے بچ جائیں گے۔

گھریلو اُمور میں میاں بیوی، والدین، اولاد، ساس، سسر، بہو یہ ایسے مقدس رشتے ہیں جن میں استحکام اور باہمی پیار ومحبت جس قدر بھی ہو کم ہے۔اس محبت کو بُرے الفاظ یا غیر مہذب طرزِ گفتگو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔

باہمی رشتے کچے دھاگے نہیں کہ انہیں بازیچہ اطفال بنالیا جائے۔یہ اللہ کی طرف سے بنائے ہوئے رشتے ہیں،ان میں حسن اور نکھار ایک دوسرے کے ادب و احترام اور اچھی گفتگو اور شائستہ لب ولہجہ کے ذریعے پیدا کیا جاسکتا ہے۔

اکابر کا مثبت انداز تبلیغ

❶ ...مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی پہلی یاد جو اس ناکارہ کے ذہن و حافظہ پر نقش ہے وہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ پر حضرت کی تشریف آوری تھی... یہ ناکارہ خیر المدارس کا طالب علم تھا... حضرت جلسہ پر تشریف لائے... آپ کے ساتھ آپ کے مدرسہ کے ایک مصری استاذ بھی تھے... حضرت تقریر کے لیے جلسہ گاہ میں تشریف لائے تو مصری استاذ کو بھی اپنے برابر کرسی پر بٹھا لیا... اور تقریر سے پہلے حضرت اپنے اس رفیق کی مدح و ستائش کرنے لگے... سامعین حضرت کے تعریفی کلمات سے متعجب تھے... کیونکہ مصری علماء کی طرح یہ صاحب بھی بے ریش تھے... غالباً حضرت نے سامعین کے چہروں میں حیرت و استعجاب کے خطوط پڑھ لیے...

اس لیے حاضرین سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

آپ حضرات ان کی ظاہری شکل کو نہ دیکھیں... ان کا باطن بہت خوب ہے... بہت عمدہ ہے... بہت اچھا ہے... آپ حضرات دعا کریں کہ میرا باطن ان جیسا ہو جائے اور ان کا ظاہر مجھ جیسا ہو جائے...... اور پھر اپنے اس رفیق کی طرف متوجہ ہو کر عربی میں فرمایا کہ شیخ! میں نے حاضرین سے یہ دعا کرنے کی فرمائش کی ہے... یہ سن کر وہ مصری عالم کھڑے ہوئے اور عربی میں کہا کہ... تمام حاضرین گواہ رہیں کہ آج سے میرا ظاہر بھی شیخ بنوری جیسا ہوگا...... حضرت رحمہ اللہ نے جب ان کے عربی فقروں کا ترجمہ کیا تو سامعین عش عش کر اٹھے... اس وقت ان کی مسرت و شادمانی لائق دید تھی... (واقعات و مشاہدات)

❷ ...حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں اسلامی

مشاورتی کونسل اسلام آباد میں بعض حضرات نے علامہ بنوری سے فرمائش کی تھی وہ ٹیلی ویژن پر خطاب فرمائیں۔

مولانا نے ریڈیو پر تو قبول کرلیا لیکن ٹی وی پر خطاب کرنے سے معذرت فرمادی اور فرمایا ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو لوگوں کو پکا مسلمان بنا کر چھوڑیں' ہاں اس بات کے مکلّف ضرور ہیں کہ تبلیغ دین کیلئے جتنے جائز ذرائع و وسائل ہمارے بس میں ہیں ان کو اختیار کرکے اپنی پوری کوشش صرف کردیں۔ اسلام نے ہمیں جہاں تبلیغ کا حکم دیا ہے' وہاں تبلیغ کے باوقار طریقے اور آداب بھی بتائے ہیں' ہم ان طریقوں اور آداب کے دائرے میں رہ کر تبلیغ کے مکلّف ہیں' اگر ان جائز ذرائع اور تبلیغ کے ان آداب کے ساتھ ہم اپنی تبلیغی کوششوں میں کامیاب ہوتے ہیں تو عین مراد ہے۔

لیکن اگر بالفرض ان جائز ذرائع سے ہمیں مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوتی تو ہم اس بات کے مکلّف نہیں ہیں کہ ناجائز ذرائع اختیار کرکے لوگوں کو دین کی دعوت دیں' اور آداب تبلیغ کو پس پشت ڈال کر جس جائز و ناجائز طریقے سے ممکن ہو لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کی کوشش کریں۔ (نقوش رفتگاں)

ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ'' (سنن ابی داؤد، الادب، باب فی النصیحۃ: ۲/۳۱۷)

ترجمہ: ''ایک مؤمن دوسرے مؤمن کا آئینہ ہے۔''

حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: ''یعنی جس طرح اگر کوئی شخص اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھ لے تو چہرہ میں کوئی عیب یا داغ دھبہ ہوتا ہے وہ نظر آجاتا ہے اور انسان اس کی اصلاح کر لیتا ہے۔ اسی طرح ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے سامنے آنے کے بعد اس کو بتا دیتا ہے کہ تمہارے اندر فلاں بات ہے اس کو درست کرلو، یہی حدیث کا مضمون ہے۔''

یہ حدیث ہم نے بھی پڑھی ہے اور آپ حضرات نے بھی اس کو پڑھا اور سنا ہوگا لیکن جس شخص کو اللہ تعالیٰ علم حقیقی عطاء فرماتے ہیں، ان کی نگاہ بہت دُور تک پہنچتی ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہٗ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔ لوگ تو اتنا جانتے ہیں کہ آئینہ کے ساتھ یہ تشبیہ اس وجہ سے دی ہے کہ جس طرح آئینہ چہرے اور جسم کے عیوب کو بتا دیتا ہے، اسی طرح مؤمن بھی دوسرے مؤمن کے عیوب بتا دیتا ہے۔

لیکن آئینہ کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک اور وجہ بھی ہے۔ وہ یہ کہ آئینہ کا یہ کام ہے کہ وہ آئینہ عیب اور برائی صرف اس کو بتاتا ہے، جس کے اندر وہ عیب ہوتا ہے اور جو اس

کے سامنے کھڑا ہے: لیکن دوسرا شخص جو دُور کھڑا ہے، اس کو نہیں بتاتا کہ دیکھو اس کے اندر یہ عیب ہے۔ اسی طرح مؤمن کا کام یہ ہے کہ جس کے اندر کمزوری یا نقص یا عیب ہے، اس کو تو محبت اور پیار سے بتادے کہ تمہارے اندر یہ نقص اور کمزوری ہے، لیکن دوسرے کو بتاتا اور گاتا نہ پھرے کہ فلاں کے اندر فلاں عیب ہے اور فلاں نقص ہے۔ لہٰذا دوسروں کو ذلیل کرنا......رُسوا کرنا......اس کی برائیاں بیان کرنا......مؤمن کا کام نہیں۔

اسی طرح آئینہ میں جتنا عیب ہے، اس سے زیادہ نہیں بتاتا، یہ نہیں کہ چھوٹے سے عیب کو بڑا بنادے، بلکہ جتنا ہے صرف اتنا ہی بتاتا ہے پچھلے عیبوں کو نہیں بتاتا، کل تمہارے اندر یہ عیب تھا، پرسوں یہ تھا۔ ایک آدمی میں یہ عیب ہے تو اس کے بھائی جب آئینہ کے سامنے آئیں اور ان میں عیب نہ ہو تو یہ نہیں کہ ایک کے ایک عیب کی وجہ سے سارے بھائیوں کو عیب دار بنادے، اسی طرح مؤمن کسی جماعت کے کسی ایک ساتھی کی کمی کو پوری جماعت، یا کسی زبان بولنے والے میں ایک عیب ہو تو تمام لوگ جو اس زبان کو بولتے ہیں ان پر عیب نہیں لگاتا، کہ اس زبان کے بولنے والے سب ایسے ہوتے ہیں، یا اس جماعت کے سب لوگ ایسے ہوتے ہیں۔

یا آئینہ میں کھڑے ہونے والے شخص کو یہ نہیں بتاتا کہ تم سے پہلے آنے والے میں یہ......یہ......عیب تھے، اسی طرح مؤمن عیوب دیکھ کر غیبت نہیں کرتا۔

لہٰذا اس ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں باتیں بیان فرمادیں۔ ایک یہ کہ مؤمن کا کام یہ بھی ہے کہ اگر وہ دوسرے مؤمن کے اندر کوئی غلطی دیکھ رہا ہے تو اس کو بتائے۔ دوسرے یہ کہ اس کو دوسروں کے سامنے ذلیل اور رُسوا نہ کرے، اس کا عیب دوسروں کو نہ بتائے۔ آج ہمارے معاشرے میں طعنہ دینے کا رواج پڑ گیا ہے۔ اب تو "طنز" باقاعدہ ایک فن بن گیا ہے اور اس کو ایک ہنر سمجھا جاتا ہے کہ کس خوب صورتی کے ساتھ بات لپیٹ کر کہہ دی گئی اور یہ خیال نہیں کہ اس کے ذریعہ دوسرے کا دِل ٹوٹا یا دِل آزاری ہوئی۔

حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں، میرے والد ماجد حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت لے کر آئے۔ کسی نبی کی زندگی میں کوئی ایک مثال ایسی نہیں ملے گی کہ کسی نبی نے اپنے مخالف کو یا کسی کافر کو طعنہ دیا ہو، یا طنز کیا ہو۔ بلکہ جو بات وہ دوسروں سے کہتے تھے، وہ محبت اور خیر خواہی سے کہتے تھے۔ تاکہ اس کے ذریعہ دوسروں کی اصلاح ہو۔

جب آدمی کو ادبیت اور مضمون نگاری کا شوق ہوتا ہے یا تقریر میں آدمی کو دلچسپی پیدا کرنے کا شوق ہوتا ہے تو پھر اس مضمون نگاری میں اور اس تقریر میں طنز اور طعن و تشنیع بھی اس کا ایک لازمی حصہ بن جاتا ہے۔ جس سے ہمیں بہت بچنا چاہئے۔

آج سے تقریباً پینتیس سال پہلے کی بات ہے۔ میں (یعنی حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب) اس وقت دارالعلوم کراچی سے نیا نیا فارغ ہوا تھا۔ اس وقت ایوب خان صاحب مرحوم کے دور میں جو عائلی قوانین نافذ ہوئے تھے، ان کے خلاف میں نے ایک کتاب لکھی۔ جن لوگوں نے ان قوانین کی حمایت کی تھی، ان کا ذکر کرتے ہوئے اور ان کے دلائل کا جواب دیتے ہوئے اس کتاب میں جگہ جگہ طنز کا انداز اختیار کیا تھا۔ اس وقت چوں کہ مضمون نگاری کا شوق تھا۔ اس شوق میں بہت سے طنزیہ جملے اور طنزیہ فقرے لکھے اور اس پر بڑی خوشی ہوئی تھی کہ یہ بڑا اچھا جملہ چست کر دیا۔ جب وہ کتاب مکمل ہوگئی تو میں نے وہ کتاب حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کو سنائی، تقریباً دو سو صفحات کی کتاب تھی۔ جب والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پوری کتاب سن چکے تو فرمایا یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کتاب کس مقصد کے لئے لکھی ہے؟

اگر اس مقصد سے لکھی ہے کہ جو لوگ پہلے سے تمہارے ہم خیال ہیں وہ تمہاری اس کتاب کی تعریف کریں کہ واہ واہ کیسا دنداں شکن جواب دیا ہے اور یہ تعریف کریں کہ مضمون نگاری کے اعتبار سے اور بلاغت کے اعتبار سے بہت اعلیٰ درجے کی کتاب لکھی ہے، اگر اس کتاب کے لکھنے کا یہ منشاء ہے تو تمہاری یہ کتاب بہترین ہے۔ لیکن

اس صورت میں یہ دیکھ لیں کہ اس کتاب کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کیا قیمت ہوگی؟

اور اگر کتاب لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ جو آدمی غلطی پر ہے، اس کتاب کے پڑھنے سے اس کی اصلاح ہو جائے، تو یاد رکھو! تمہاری اس کتاب کے پڑھنے سے ایسے آدمی کی اصلاح نہیں ہوگی۔ بلکہ اس کتاب کو پڑھنے سے اس کے دل میں اور ضد پیدا ہوگی۔ دیکھو! حضرات انبیاء علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے۔ انہوں نے دین کی دعوت دی اور کفر اور شرک کا مقابلہ کیا، لیکن ان میں سے ایک نبی بھی ایسا نہیں ملے گا، جس نے طنز کا راستہ اختیار کیا ہو۔ لہٰذا یہ دیکھ لو کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے واسطے لکھی ہے یا مخلوق کے واسطے لکھی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے واسطے لکھی ہے تو پھر اس کتاب سے اس طنز کو نکالنا ہوگا اور اس کا طرزِ تحریر بدلنا ہوگا۔ مجھے یاد ہے کہ جب والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات ارشاد فرمائی تو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے سر پر پہاڑ توڑ دیا۔ کیوں کہ دو سو/ اڑھائی سو صفحات کی کتاب لکھنے کے بعد اس کو از سر نو اُدھیڑنا بڑا بھاری معلوم ہوتا ہے۔ خاص طور پر اس وقت جب کہ مضمون نگاری کا بھی شوق تھا اور اس کتاب میں بڑے مزے دار فقرے بھی تھے۔ ان فقروں کو نکالنے سے بھی دل کٹتا تھا، لیکن یہ حضرت والد ماجد رحمہ اللہ تعالیٰ کا فیض تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی توفیق عطاء فرمائی اور میں نے پھر پوری کتاب کو ادھیڑا اور از سر نو اس کو لکھا۔

پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وہ کتاب "ہمارے عائلی قوانین" کے نام سے چھپی۔ لیکن وہ دن ہے اور آج کا دن ہے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ یہ بات دل میں بیٹھ گئی کہ داعی حق کے لئے طنز کا طریقہ اور طعنہ دینے کا طریقہ اختیار کرنا درست نہیں، یہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ نہیں ہے۔ (اصلاحی خطبات: ۱۱/۹۴ تا ۹۹)

ائمہ کرام کو ہجری تاریخ کا اہتمام کرنا چاہئے

علماء کرام کی جماعت کو چاہئے کہ حتی الامکان اسلامی تاریخ استعمال کریں: مثلاً کوئی پوچھتا ہے آپ کس سال میں فارغ ہوئے تو اسلامی سنہ ہجری کے اعتبار سے

بتلائیے۔ اسی طرح یومیہ اسلامی تاریخ کا علم ہو کہ آج اسلامی تاریخ کیا ہے۔ مقتدیوں کو بھی یہ سمجھائیں اور خود بھی اس پر عمل کرلیں کہ اپنی تلاوت کے معمول کو چاند کی تاریخ سے جوڑیئے، کہ پہلی تاریخ کو "الٓمٓ" سے شروع کرے اور آخری تاریخ پارہ "عَمَّ" پر ختم کرے، یہ تو کم از کم حق ہے قرآن مجید کا۔

کوئی پوچھے آج کیا تاریخ ہے؟ تو جس پارے کی آج تلاوت کی ہے وہ تاریخ بتلائے۔ اس طرح کم از کم ہر ماہ ایک قرآن مجید کے ختم ہونے کا ثواب بھی حاصل ہوگا اور قرآن مجید کی تلاوت سے جو انوارات حاصل ہوتے ہیں ان سے بھی بندہ محروم نہیں ہوگا اور اسلامی تاریخ کی بھی حفاظت ہوگی۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ سورۂ بقرہ کی آیت:

"يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ" (الآیۃ:۱۹۰) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"جاننا چاہیے کہ اپنے روزمرہ کے مکاتبات ومخاطبات میں ہر چند کہ شمسی حساب کرنا شرعاً ناجائز تو نہیں ہے، لیکن غور کرنے سے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بوجہ خلاف ہونے وضع صحابہ وسلف صالحین کے خلافِ اولیٰ ضروری ہے۔ نیز چوں کہ مدار احکامِ شرعیہ کا حساب قمری پر ہے۔ اس لئے اس کا محفوظ ومنضبط رکھنا یقیناً فرض علی الکفایہ ہے اور سہل طریق انضباط کا یہ ہے کہ روزمرہ اسی کا استعمال رکھا جائے اور ظاہر ہے کہ فرض کفایہ عبادت ہے اور عبادت کی حفاظت کرنا یقیناً ایک درجہ میں عبادت ہے۔ پس حسابِ قمری کا استعمال اس درجہ میں مطلوبِ شرعی ٹھہرا۔ پس مسلمان سے بہت بعید ہے کہ ایک جانب ایک اَمر مطلوب شرعی ہو دوسری جانب دوسرا اَمر کسی درجہ میں مزاحم اس شرعی کا ہو، پھر مطلوب کو بلاضرورت ترک کر کے اس کے مزاحم کو اختیار کرے، خصوصاً اس طور پر کہ اس مطلوب سے کوئی خاص تعلق اور دِل چسپی بھی نہ رہے اور غیر مطلوب کو راجح قرار دینے لگے۔ (بیان القرآن:۱/۱۰۸، البقرۃ:۱۹۰)

مسجد کی انتظامی کمیٹی کیلئے اہم ہدایات

مساجد کے متولی حضرات کیلئے اہم ہدایات اور چند ضروری مسائل جن کی روشنی میں مساجد کے انتظام وانصرام کو بہتر سے بہتر بنایا جاسکتا ہے۔
ان مضامین کی روشنی میں مساجد کی آبادکاری اور جملہ معاملات کو شریعت کی روشنی میں سرانجام دینے میں کافی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

مساجد کی انتظامیہ اور متولی حضرات کی خدمت میں

مسجد سے کسی بھی لحاظ سے تعلق ایسا مبارک عمل ہے جس کے اجر وثواب اور خیر و برکات کا باعث ہونے میں کسی کو شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو ہی اپنے گھروں یعنی مساجد کی خدمت وتعلق کے شرف سے نوازتے ہیں۔ اس لحاظ سے متولی حضرات اللہ کے منتخب پسندیدہ حضرات ہوتے ہیں۔ اور ان کی اس نیکی کا نقد ثمرہ یہ بھی ہوتا ہے کہ معاشرہ میں انہیں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

اللہ پاک نے آپ کو مسجد کی متولیت اور انتظام وانصرام کے شرف سے نوازا ہے تو یہ جہاں اعزاز کی بات ہے وہاں ایک زبردست آزمائش بھی ہے۔ اس آزمائش سے بخیر وخوبی نبرد آزما ہونے کے لئے سب سے پہلی اور آخری بات یہی ہے کہ آپ ہر معاملہ میں شریعت کے احکام پر عمل پیرا ہوں۔ شریعت پر عمل کی برکت سے اپنے اور غیر سب ایک نہ ایک وقت راضی ہو جائیں گے۔ شریعت ہمارے لئے ہر لمحہ اور ہر موقع کے لئے بہترین راہ نما ہے۔ جس کی مخالفت کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔

مسجد کے انتظام میں بہت سے اُمور میں لوگوں کی طرف سے مختلف آراء سامنے آتی ہیں کس کی بات کو مانا جائے اور کس کی بات کو رد کیا جاسکے اس مخمصہ سے نکلنے کی واحد راہ شرعی احکام پر عمل پیرا ہونا ہے۔

کوئی معاملہ ہو آپ دو تین مفتی حضرات سے مسئلہ معلوم کرلیں اور اس پر حکمت و بصیرت کے ساتھ اچھے طریقے سے عمل کریں۔ اس طرح آپ بہت سی اُلجھنوں اور پریشانیوں سے نجات پالیں گے۔ مساجد کے متعلق آئے روز جو جھگڑے اور اختلافات دیکھنے میں آتے ہیں ان کی بنیادی وجہ شرعی احکام سے لاعلمی بھی ہے اور دوسری اہم وجہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنی حد سے تجاوز کو اپنا کمال اور اپنا حق سمجھ بیٹھتا ہے چند روپے کے چندے سے وہ خود کو متولی تصور کرنے لگتا ہے اور اس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ میں نے فلاں فلاں موقع پر مسجد میں تعاون کیا تھا لہٰذا اب میری بات ہر حال میں تسلیم کی جائے خواہ اس کی بات اور مطالبہ شرعاً نامناسب یا ناجائز ہی کیوں نہ ہو۔

متولی حضرات کو مسجد کے معاملات میں قدم قدم پر حکمت و بصیرت کا مظاہرہ کرنا پڑتا ہے۔ کہیں رکنا اور جھکنا پڑتا ہے تو کہیں ڈٹ جانا ہوتا ہے۔ اس لئے متولی حضرات کو کمال بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا ہے۔

متولی ہونے کی حیثیت سے آپ کا تعلق امام صاحب سے بھی ہوتا ہے۔ مسجد کے دیگر خدام و معاونین سے بھی ہوتا ہے اور عام نمازی حضرات سے بھی ہوتا ہے۔ آپ کو سب کی باتیں سننی ہوتی ہیں لیکن فیصلہ آپ ہی نے کرنا ہوتا ہے فیصلہ کے اس معاملہ میں آپ کے لئے بہترین راہ نما شریعت ہی ہے۔ جس کی رہنمائی میں چلنے میں ہی سب کے لئے خیر و برکت ہے۔

معقول!

''معقول'' تنخواہ کا لفافہ لے کر امام صاحب نے اپنی جیب میں ڈال دیا۔ مسجد سے گھر تک راستے میں یہی سوچتے رہے کہ ان آٹھ ہزار میں کیا کیا ہوگا؟ بیوی کی بیماری بچوں کے کپڑے، مکان کا کرایہ، گیس اور بجلی کا بل یا مہینے بھر کا راشن؟ انہوں نے اپنے ایک دوست سے اس بات کا ذکر کیا تو وہ اگلے دن اخبار لے آیا۔ ''ضرورت ہے'' کے تحت ایک اشتہار لگا ہوا تھا: ''ایک مسجد میں امام کی ضرورت ہے۔'' مگر مسئلہ

پھر بھی اپنی جگہ تھا کیوں کہ یہاں بھی تنخواہ ''معقول'' ہی تھی۔

مساجد میں متولی حضرات کی طرف سے ائمہ کرام وخدام مساجد کو جو حق الخدمت دیا جاتا ہے اس کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ ہے جو کمر سیدھی رکھنے کیلئے چند لقموں کے مترادف ہے۔ اس سلسلہ میں متولی حضرات کو ذاتی دلچسپی سے کام لینا چاہیے اور معاونین مسجد کو صورتحال بتا کر امام وخدام کا حق الخدمت اتنا تو ہونا چاہیے کہ وہ معاشرہ میں باعزت گزارا کر سکیں۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ جس معاشرہ میں امام کی تنخواہ 5 ہزار اور گانے والے کا معاوضہ 5 لاکھ ہو تو اس معاشرہ میں گویے اور گلوکار ہی پیدا ہوں گے۔ یاد رکھئے امام کو جس قدر راحت عزت واحترام دیں گے اتنا ہی ہماری مساجد اور معاشرتی ماحول بہتر ہوگا۔ اللہ کے فضل سے اسی ماحول و معاشرہ میں ایسے متولی حضرات بھی ہیں جو اپنی مسجد کے امام کو 25 ہزار حق الخدمت دیتے ہیں اور اس پر بھی رنجیدہ وشرمندہ رہتے ہیں کہ ہم اپنے امام کا حق ادا نہیں کر سکے۔ یہ لاہور یا کراچی کی بات نہیں ہمارے ملتان کی بعض مساجد کے متولی حضرات ماشاء اللہ قابل رشک اکرام کا معاملہ کرتے ہیں۔ جو دیگر متولی حضرات کیلئے بھی بہترین نمونہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ائمہ وخدام مساجد کے حق میں کوتاہی سے بچائے اور اس سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنے کی توفیق سے نوازیں آمین

متولی کی صفات

مساجد کا نظام صحیح اور بہتر سے بہتر ہونے کا زیادہ تر دارومدار عام طور پر متولیوں پر ہوتا ہے۔ اس لئے متولی بہت ہی باصلاحیت ہونا چاہئے اور اس کے لئے سب سے بہتر عالم باعمل شخص ہے، اگر ایسا متولی میسر نہ ہو سکے تو کم از کم دین دار، صوم وصلوٰۃ کا پابند، امانت دار، مسائل فقہ کا جاننے والا، خوش اخلاق، منصف مزاج، علم دوست، اہل علم کی تعظیم وتکریم اور ان سے مشورہ کر کے کام کرنے والا، دین اور اہل دین سے

بت اور دین کی فکر رکھنے والا ہونا چاہئے۔ اگر ایسا متولی ہوگا تو مندرجہ بالا اوصاف
ے متصف امام ومؤذن تلاش کر کے ان کا تقرر کرے گا، پھر ان کی صحیح قدر اور ان کو
خدمت کرنے کا موقع فراہم کرے گا اور دینی کاموں کی انجام دہی میں ان کا معین و
مددگار بنے گا۔ (فتاویٰ رحیمیہ، کتاب الجنائز، نماز کے متفرق مسائل: ۸/۲۲۰ تا ۲۲۸)

لہٰذا اگر ان باتوں پر عمل کیا گیا تو اِن شاء اللہ اس کی نورانیت اور اس کی برکات آپ خود دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہماری مساجد کا نظام بہتر سے بہتر بنادے اور ہر مسجد میں ایسے امام، مؤذن اور متولیوں کا تقرر ہو کہ جن سے مساجد کا نظام صحیح اور بہتر سے بہتر ہو اور مساجد سے مسلمانوں کو صحیح رہنمائی مل سکے۔

منصب امامت

امامت کا منصب گویا براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقل سنت پر عمل پیرا ہونا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت میں امامت شرعی لحاظ سے بہت ہی اعزاز واکرام کا عہدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ باجماعت نماز کے ذریعے جملہ مقتدیوں کی نماز کے اجر وثواب میں امام کو برابر اجر کا مستحق بنادیتے ہیں اور باجماعت نماز میں جو خدا کی رحمت کا نزول ہوتا ہے اس کا اوّل مورد امام ہی بنتا ہے اور پھر درجہ بہ درجہ مقتدیوں کو نوازا جاتا ہے۔

نماز باجماعت اسی کا مرہون منت ہے کہ مسجد کا قیام اور اس کا مکمل نظام وجود میں آتا ہے اگر نماز علیحدہ علیحدہ فرض ہوتی تو نہ مساجد کی تعمیر ہوتی اور نہ امام ومقتدی کا مسئلہ ہوتا۔ شریعت نے باجماعت نماز کا نظم مقرر فرما کر حکم دیا کہ سب مقتدی ایک امام کے تابع ہو کر بارگاہِ الٰہی میں باجماعت حاضری دیں۔

امامت کا عہدہ جس قدر عظیم ہے اتنا ہی ائمہ حضرات کو صبر وتحمل اور اخلاص و تقویٰ سے خود کو آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

محترم ائمہ حضرات! آپ مقتدیوں کے لئے پیش امام ہیں اور وہ اسی نسبت سے

آپ کا اَدب واحترام کرتے ہیں، اسی طرح متولی ومنتظم حضرات کے آپ بھی ماتحت ہیں۔ حکمت وبصیرت کے ساتھ دونوں تعلقات کو شرعی حدود میں رہتے ہوئے نبھانا ہی دین ودنیا کا اہم تقاضا ہے۔ مسجد کے متولی حضرات بااختیار ہوتے ہیں اور ائمہ کرام ان کے ماتحت ہوتے ہیں، دوسری طرف امام مقتدیوں کے لئے نہایت لائق احترام ہوتے ہیں امام اور متولی کی حیثیت سمجھنے کے لئے یہ مثال کافی ہے کہ جس طرح اسمبلی کے اجلاس میں وزیر اعظم اور دیگر ارکان حکومت نیچے بیٹھتے ہیں جبکہ اسپیکر پوری اسمبلی کے اجلاس کو کور کرتا ہے اور دورانِ اجلاس وزیر اعظم بھی سپیکر کے ماتحت ہوتا ہے۔

لیکن جہاں تک ملکی اُمور کا تعلق ہے اس میں وزیر اعظم خود مختار ہوتا ہے۔ اسی طرح مسجد میں باجماعت نماز کے دوران امام تو آگے ہوتا ہے اور مقتدی ومتولی سب امام کے پیچھے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں لیکن جب مسجد کے انتظام کی بات ہو تو اس میں متولی حضرات ہی خود مختار ہوتے ہیں۔

اس مثال کو ائمہ حضرات پیش نظر رکھیں تو انہیں اپنی ذمہ داری کا حدود اربعہ بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے۔ سب کی سلامتی اسی میں ہے کہ وہ اپنی اپنی حد میں رہیں۔

امام کا سب سے زیادہ واسطہ مقتدی حضرات سے رہتا ہے ان میں سے بعض عمر رسیدہ ہوتے ہیں، بعض ہم عمر اور بعض چھوٹے ہوتے ہیں، ہر ایک سے حکمت و بصیرت سے معاملہ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ **خیر الامور اوسطھا** ہر معاملہ میں درمیانی راہ ہی بہتر ہے کے تحت جملہ معاملات میں اعتدال اور اوسط درجہ اختیار کرنا ہی اسلم طریقہ ہے۔

نماز اعتدال کے ساتھ پڑھائی جائے۔ اگر کبھی وقت کی تنگی ہو تو بھی تعدیل ارکان کا خیال رکھا جائے۔ نماز کو جلدی پڑھانا اور مختصر پڑھانا۔ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ کبھی نماز کو جلدی نہ پڑھایئے ہاں مختصر پڑھا دیجئے کہ مختصر تلاوت کی جائے اور رکوع سجود میں تین تسبیحات پر اکتفاء کیا جائے وغیرہ۔

شرعی دائرہ میں رہتے ہوئے جس قدر لوگوں کے لئے آسانی اور سہولت کی جا سکتی ہے اسے بروئے کار لایا جائے۔ مثلاً نماز عشاء کو مختصر پڑھانے کا حکم ہے کہ لوگ سارے دن کے تھکے ہوتے ہیں۔ اگر کبھی وعظ و نصیحت کرنی ہو تو اس میں اچھے سے اچھا انداز اپنایا جائے محض نصیحت اور خیر خواہی پیش نظر ہو، کوئی نفسانیت یا ذاتی مفاد نہ ہو تو اِن شاء اللہ بات کی تاثیر چند در چند ہو جاتی ہے۔

مسجد کے انتظامی معاملات میں حتی الامکان دخیل نہ ہوا جائے کہ اسی میں راحت و عزت ہے۔ کوئی ایسا کام نہ کیا جائے کہ وہ انتظامیہ کے لئے تشویش کا باعث ہو۔

اپنے ملاقاتی احباب و علماء کو بلا وجہ اِمامت کے لئے نہ کہا جائے۔ ہاں کوئی بزرگ شخصیت جس سے نمازی بھی مانوس ہوں تو اس میں مضائقہ نہیں۔ ہر دوست یا ملاقاتی کے لئے اپنا مصلّٰی چھوڑ دینا بالکل مناسب نہیں۔ مقتدی اپنے امام کے ساتھ مانوس ہوتے ہیں اور دلجمعی کے ساتھ با جماعت نماز ادا کرتے ہیں۔ مقررہ امام کی تلاوت رکوع وسجود سب چیزیں علم میں ہوتی ہیں۔ لہٰذا انہیں بلا وجہ اجنبی امام کے سپرد نہ کیا جائے۔

اراکین انتظامیہ اور مقتدی حضرات کو اپنے حق میں محسن سمجھا جائے کہ ان لوگوں کی برکت سے خدمت امامت کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھا جائے اور اپنے دامن کو اللہ کی نافرمانیوں سے داغدار نہ کیا جائے۔

دورانِ امامت ضروری احکام و مسائل کی تعلیم و تعلم کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔ نمازی حضرات کی دینی و فکری تربیت میں جو کردار ادا کیا جا سکتا ہو اس سے دریغ نہ کیا جائے۔ بعض ائمہ حضرات نے اپنے شوق سے عمر رسیدہ حضرات کو بھی دین سیکھنے کے لئے عربی گرائمر سکھائی۔ اور مسجد میں محنت کا ایک حلقہ بن گیا۔

مسجد سے جس قدر تعلق مضبوط ہوگا اس کی برکات واضح ہوں گی۔ یاد رکھیں مسجد سے تعلق صرف فرض نماز کی امامت تک محدود نہ ہو بلکہ حتی الامکان مقتدی حضرات کی دینی رہنمائی کا فریضہ بھی سر انجام دیا جائے۔

اِمام کے فرائض منصبی

اِمام اپنے منصب کے لحاظ سے صرف نماز پڑھانے کا ذمہ دار ہے البتہ اگر اس سے وعظ یا طلباء کو تعلیم وغیرہ دینے کی شرائط کرلی جائیں اور وہ منظور کرلے تو پھر اس کی ذمہ داری بھی اس پر عائد ہوگی، یہ ضروری ہے کہ اِمام سے ایسے کاموں کے لئے شرائط نہ کی جائیں جو اس کی حیثیت اِمامت اور وقت کے خلاف ہوں۔ (کفایت المفتی، ج۳، ص۴۶)

اگر اِمامت اور پانی گرم کرنے پر وہ ملازم ہے اور اس کی اُجرت میں محلہ سے روٹیاں لانا بھی ہے تو اس سے اس کی امامت میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا اگر محلہ سے روٹیاں لانا اُجرت میں نہیں بلکہ ویسے ہی از خود مانگ کر لاتا ہے اور باوجود کسی مشروع طریق پر کمانے کی قدرت کے، اس مانگنے کو پیشہ بنا رکھا ہے تو یہ پیشہ ناجائز ہے، ایسے شخص کو امام بنانا مکروہِ تحریمی ہے جب کہ کوئی دوسرا آدمی اِمامت کا اہل موجود ہو۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷، ص ۴۱)

اگر امام مقرر کرتے وقت سب نے اِمام کے ذمہ جھاڑو دینا اور حمام میں پانی بھرنے کی شرط قرار دی ہے تو اِمامت کی طرح یہ بھی اِمام کے ذمہ ضروری ہوگا، اگر تقرر صرف امامت پر ہوا ہے تو یہ اِمام کے ذمہ ضروری نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ ج ۷، ص ۶۸)

پیش اِمام کا رُتبہ

پیش اِمام کی عزت وتوقیر کرنی چاہئے۔ اس کی بے عزتی اور توہین اور ہتک کرنی گناہ ہے۔ (کفایت المفتی ج ۳، ص ۹۲)

کیا اِمام اپنا نائب مقرر کرسکتا ہے؟

(۱) اگر مسجد کی کوئی کمیٹی ہے تو وہ اِمام یا نائب اِمام مقرر کرنے کی مستحق ہے لیکن اگر کمیٹی نہیں ہے تو مسجد کے نمازیوں کی جماعت کا حق ہے۔ (۲) نائبِ اِمام وہی ہوگا جس کو مسجد کی کمیٹی یا نمازیوں کی کثرتِ رائے سے مقرر کیا ہوگا، تنہا امام کو اس کا اختیار نہیں، خصوصاً جب کہ اِمام خود بھی اِمامت کا تنخواہ دار ملازم ہو۔ (کفایت المفتی ج ۳، ص ۸۳)

اِمام کے عزل ونصب کا حق

فقہاء نے لکھا ہے کہ اِمام کو رکھنے یا معزول کرنے کا حق بانی مسجد یا اس کی اولاد کو ہے۔

اگر متولی، واقف کی جانب سے شرائط کے ساتھ ہے تو وہ بھی قائم مقام ہے، اور اگر نمازیوں کی اکثریت کسی نیک صالح شخص کو امام مقرر کرے تو اِمام مقرر ہو جائے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۷۸، بحوالہ رد المحتار، کتاب الوقف، ج ۱، ص ۵۷۳)

ائمہ مساجد کی تنخواہ اور شرعی ذمہ داریاں

سوال: امامِ مسجد سے امامت کے علاوہ جھاڑو دِلانا، نالیاں صاف کرانا، اذان دینا اور اس کے علاوہ اور چھوٹے موٹے کام لئے جاتے ہیں۔ اور تنخواہ صرف اِمامت کی دی جاتی ہے۔ کیا اتنی قلیل تنخواہ کے عوض اتنے سارے کام لینا جائز ہیں؟ شرعاً اِمام کی ذمہ داریاں کیا کیا ہیں؟ ائمہ مساجد کی تنخواہ کیا ہونی چاہئے؟ تنخواہ کا معیار سے کم دینے پر متولی اور اہلِ محلّہ گنہگار ہوں گے یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

جواب: حدیث شریف میں ہے "مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔" (مشکوٰۃ شریف ص ۲۵۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیامت کے روز جن تین آدمیوں کے خلاف دعویٰ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو کسی کو مزدور رکھے اور اس سے پورا کام لے لے مگر مزدوری پوری نہ دے۔ (بخاری بحوالہ مشکوٰۃ شریف، ص ۲۵۸)

مزدوری پوری نہ دینے کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں کہ اس کی مزدوری مار لے اور پوری نہ دے بلکہ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ جتنی اُجرت اس کام کی ملنی چاہئے اتنی نہ دے اور اس کی مجبوری سے فائدہ اُٹھائے کہ کم سے کم اُجرت پر کام لے لے۔

فقہائے رحمہم اللہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ مسجد کے متولی اور مدرسہ کے مہتمم کو لازم ہے کہ خادمانِ مساجد اور مدارس کو ان کی حاجت کے مطابق اور ان کی علمی قابلیت اور تقویٰ وصلاح کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفہ ومشاہرہ (تنخواہ) دیتے رہیں، باوجود

گنجائش کے کم دینا بُری بات ہے، اور متولی خدا کے یہاں جواب دہ ہوں گے۔

(درمختار و الشامی ج ۳، ص ۳۸۹، ص ۴/ ۸۷)

صرف امامت کی تنخواہ دے کر اِمام پر اذان کی ذمہ داری ڈالنا اور ان سے جھاڑو دینے اور نالیاں صاف کرنے وغیرہ اُمور کی خدمت لینا ظلمِ شدید اور توہین ہے، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فرمان ہے: حاملین قرآن (حفاظ و قراء و علمائے کرام) کی تعظیم کرو، بے شک جس نے ان کی تکریم کی اس نے میری تکریم کی۔

(الجامع الصغیر الامام الحافظ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ، ج ۱، ص ۲۵)

ایک اور حدیث میں ہے کہ ”حاملین قرآن اسلام کے علمبردار ہیں اور اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والے ہیں۔ جس نے ان کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے ان کی تذلیل کی اس پر اللہ کی لعنت ہے“۔ (فتاویٰ رحیمیہ ج ۴، ص ۳۵۵)

تنخواہ معقول نہ ہونے کی وجہ سے کہ امام مؤذن کے لئے (مسجد میں چندہ) کیا جائے اور مصلّی حضرات بخوشی چندہ دیں اور تنخواہ کی کمی کو پورا کیا جائے، لیکن چندہ جبراً نہ وصول کیا جائے، اگر اس طرح امام و مؤذن کی امداد نہ کی گئی تو ان کا گذارہ کیسے ہوگا؟ اور وہ کس طرح رہ سکیں گے؟ بہتر تو یہی ہے کہ تنخواہ معقول دی جائے اور چندہ کی رسم کو ختم کیا جائے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۴، ص ۴۲۷)

اِمامت کی اُجرت

سوال: زید کہتا ہے کہ اِمامِ مسجد نہ اجیر ہے اور نہ نوکر کیونکہ اس کو مالِ وقف سے تنخواہ ملتی ہے اور عمر کہتا ہے کہ امام اجیر اور نوکر ہے کس کا قول صحیح ہے؟

جواب: جو اِمام اِمامت کی تنخواہ لیتا ہے اس کے اجیر ہونے میں کیا تأمل ہے، امامت پر اُجرت لینا فقہاء نے جائز لکھا ہے اور وقف مال سے تنخواہ ملنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ اُجرت نہ ہو اور تنخواہ دار اجیر نہ ہو۔ کیا اگر وقف کی تعمیر کے لئے مال وقف سے عاملینِ تعمیر مقرر کیے جائیں تو وہ اجیر نہ ہوں گے قولِ عمر اس میں صحیح ہے۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۸۷)

اِمامت پر تنخواہ لینا درست ہے جیسا کہ ردالمختار، ج ا، ص ۳۷۴ کتاب شروط الصلوٰۃ میں ہے، تنخواہ دار اِمام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں ہے اور کچھ تردّد نہ کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳، ص ۳۲۰)

کیا اِمام کو چھٹی کا حق حاصل ہے

سوال: اگر کوئی اِمام اِمامت کی تنخواہ پانے کے باوجود کبھی کبھی غیر حاضر ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ **جواب:** شامی جلد ۳ ''کتاب الوقف'' میں ہے کہ اِمام کو اپنی ضروریات یا راحت کے لئے ایک ہفتہ یا اس کے قریب یعنی پندرہ دِن سے کم تک عادۃً غیر حاضری عرفاً شرعاً جائز ہے، پھر آگے تصریح کی ہے کہ سال بھر میں ہفتہ دو ہفتہ غیر حاضر ہو تو معاف ہے پس صورت مسؤلہ کا حکم بھی اس سے سمجھ لینا چاہئے کہ کبھی کبھی غیر حاضری اِمام کی معاف ہوگی۔ (فتاویٰ دارالعلوم، ج ۳، ص ۸۴،)

کیا غیر حاضری کے زمانے کی تنخواہ لے سکتا ہے؟

سوال: کسی عذر یا بلا عذر نصف ماہ سے کم اگر اِمام صاحب اِمامت کا کام انجام نہ دیں تو وہ تنخواہ پورے ماہ کی پانے کے مستحق شرعاً ہیں یا نہیں؟

جواب: حاصل جواب یہ ہے کہ '' اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْط ''

پس جس قدر غَیبت (غیر حاضری) معروف ہو اس کی تنخواہ لینا درست ہے اور اِمامت بھی درست ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳، ص ۸۹، بحوالہ ردالمختار، کتاب الوقف)

ایسا کرنا (یعنی تنخواہ کاٹنا) جائز نہیں ہے۔ اور یہ اَمر خلاف عرف وشرع ہے۔
(فتاویٰ دارالعلوم ج ۳، ص ۳۷۴، بحوالہ ردالمختار، کتاب الوقف، ج ۳، ص ۵۲۴)

اِمام کی غیر حاضری کا حکم

سوال: کسی شخص کے کام کی وجہ سے اِمام پانچ سات مرتبہ ہفتہ میں غیر حاضر رہا اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ مقتدیوں کی رضامندی سے ایسا کرے، مقتدیوں کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا اچھا نہیں۔ (فتاوی دار العلوم (۳)، ص ۱۳۳)

امام کے احاطۂ مسجد میں رہنے کا حکم

احاطۂ مسجد میں امام و مؤذن کے لئے کمرہ بنا ہو تو اس میں امام اور مؤذن کا رہنا درست ہے لیکن بال بچوں کے ساتھ رہنے میں عموماً بے پردگی ہوتی ہے۔

استنجے کی جگہ الگ نہیں ہوتی اور بچوں کے شور و شغب کی وجہ سے نمازیوں کو تکلیف اور حرج بھی ہوگا۔ اس لئے ممنوع ہوگا۔ اگر یہ خرابیاں نہ ہوں تو جائز ہے۔

(فتاوی رحیمیہ، ج ۶، ص ۹۵)

کیا اِمام اَحاطۂ مسجد میں اپنا کام کر سکتا ہے؟

اگر کمرہ کا دروازہ مسجد کے اس حصے میں نہ کھلتا ہو جو نماز کے لئے مخصوص ہوتا ہے یعنی خرید و فروخت کرنے والوں کو مسجد میں سے نہ گزرنا پڑے تو اِمام کا ایسا کام کرنا مباح ہے؟ (فتاوی رحیمیہ، ج ۳، ص ۱۴۳)

مسجد یعنی اس حصہ میں جو نماز کے لئے استعمال کیا جاتا ہے خرید و فروخت کرنا یا کوئی ایسا کام کرنا جس سے نمازیوں کو تکلیف ہو یا احترام مسجد کے منافی ہو، جائز نہیں ہے، باقی مسجد کے احاطے میں دوسرے حصے جو نماز کے لئے استعمال نہیں کئے جاتے ان میں خرید و فروخت جائز ہے، مگر متولی کی اجازت سے ہونا چاہیے۔ (کفایت المفتی ج ۳، ص ۱۶۷)

کیا اِمام چوبیس گھنٹے کا پابند ہے؟

سوال: اِمام و مؤذن کو مقید کر دینا کہ چوبیس (۲۴) گھنٹے آپ کو مسجد میں حاضری دینا ہوگی۔ یہ حکمرانی کس حد تک جائز ہے؟

جواب: اِمام یا مؤذن کا متولی سے معاہدہ ہو تو اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا اگر معاہدہ نہیں ہے تو ایسی پابندی ظلم و زیادتی ہے اور نا جائز ہے۔ (فتاوی رحیمیہ، ج ۴، ص ۳۶۲)

ایک وقت میں دو جگہ اِمامت

جب ایک شخص کو معاوضہ مقرر کر کے ایک مسجد کی امامت کے لئے رکھا ہو تو اس مسجد کی اِمامت اس کے ذمہ ضروری ہے اس مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں اِمامت کے لئے جانا ناجائز ہے، اگر اس مسجد کو چھوڑ کر کسی دوسری مسجد میں اِمامت کرے گا تو وہ اس معاوضہ کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر اِمام مذکور ایک ہی نماز دو مرتبہ دو مسجدوں میں پڑھاتا ہے تو دوسری نماز درست نہیں ہوگی۔ دوسری مسجد کے مقتدیوں کی فرض نماز اس طرح ساقط نہیں ہوگی بلکہ اُن کے ذمے بدستور اس کی ادائیگی باقی رہے گی۔

چونکہ اِمام کی اوّل مرتبہ فرض نماز ادا ہوگی دوسری مرتبہ اِمام کی نفل نماز ہوگی اور مقتدیوں کی فرض اور یہ جائز نہیں۔ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۷، ص ۷۹)

ایک اِمام کا دو جگہ اِمامت کرنا

سوال: جو اِمام تین وقت کی نماز ایک مسجد میں پڑھائے اور دو وقت کی دوسری مسجد میں تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: کوئی وجہ ممانعت کی، اس میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۱۶۹)

ایک مسجد میں دو اِماموں کی اِمامت

اگر دو اِمام اس لئے ہوں کہ ایک امام چند لوگوں کو نماز پڑھائے اور دوسرا اِمام وہی نماز دوسرے لوگوں کو پڑھائے تو یہ مکروہ ہے، اور اگر منشاء یہ ہے کہ دو اِمام رکھ لئے جائیں، کبھی ایک پڑھائے اور کبھی بضرورت دوسرا تو گنجائش ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم، ج ۳، ص ۳۶۹)

کیا ایک شخص اِمامت و اذان انجام دے سکتا ہے؟

سوال: اذان و اِمامت اگر ایک ہی شخص کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایک ہی شخص اذان کہے اور اِمامت کرے، یہ شریعت میں درست ہے اس میں ثواب زیادہ ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۹۵، بحوالہ رد المختار باب الاذان)

امام متوفی کے یتیم بچوں کی امداد

سوال: امام صاحب کا انتقال ہوگیا چند بچے چھوڑے، اب جو وظیفہ ان کے باپ کو بیت المال سے یا اہلِ محلہ کی جانب سے ملتا تھا اس وظیفے کے شرعاً حق دار اس کے یتیم بچے ہیں یا نہیں؟

جواب: بیت المال کا یہی حکم ہے جو مذکور ہوا ہے ان بچوں کی ان کے باپ کے وظیفہ سے امداد کی جائے اور اہل محلہ اپنے چندہ سے جو کچھ اِمام مرحوم کو دیتے تھے ان یتیم بچوں کو بھی دیں اور بقدرِ ضرورت ان کی مدد کریں اور ہر طرح دیکھ بھال رکھیں۔ اگر چہ ان کو جدید اِمام کی بھی ضرورت ہوگی اور اس کی تنخواہ کا غالباً انتظام کرنا ہوگا۔ اور اگر کوئی اِمام بلا تنخواہ نہ ملے تب بھی یتیم بچوں کی امداد کو وہ اپنے اُوپر لازم اور ضروری سمجھیں اور ثوابِ اخروی حاصل کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۲۷۲، بحوالہ مشکوٰۃ)

کیا اِمامت میں ذات کا لحاظ ہے؟

اِمامت کے لئے ذات پات کا کوئی لحاظ نہیں، افضلیت کا لحاظ ہے، اور یہ کہ جماعت میں کمی نہ آئے اور نمازی منتشر نہ ہوں۔ پس نمازیوں میں جو اَفضل ہو وہ اِمامت کا حق دار ہے تاکہ نماز صحیح اور کامل اَدا ہو جائے اور مقتدی زیادہ سے زیادہ نماز میں شریک ہوں، پس کسی ایسی قوم کا آدمی جس کو لوگ ذلیل اور رذیل سمجھتے ہیں اگر علم و تقویٰ میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اور اس بناء پر لوگ اُس کا اَدب کرتے ہیں تو بلا شبہ اس کے پیچھے نماز درست ہے کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں، البتہ اگر اس کے افعال ایسے ہیں جن کی بناء پر وہ لوگوں کی نگاہ میں ذلیل اور بے وقعت ہے تو اس بناء پر اس کو امام بنانا مکروہ ہے کہ لوگ جب اس کی عزت اور وقعت نہیں کرتے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی پسند نہ کریں گے اور جماعت میں کمی ہو جائے گی۔

فتاویٰ عالمگیری ج ۱، ص ۸۳ میں ہے ”افضل کو امام بنانے میں یہ بھی مصلحت ہے کہ لوگ اس کو پسند کر کے شرکت کریں گے اور جماعت بڑھے گی“۔

امام افضل وہ ہے جو شرعی احکام سے سب سے زیادہ واقف ہو، قرآن مجید تجوید اور صحت کے ساتھ پڑھتا ہو، پرہیز گار ہو، صحیح العقیدہ اور اعلیٰ حسب والا ہو، حسین و جمیل اور معمر ہو، نسبی شرافت، خوش اخلاق اور پاکیزہ لباس والا امامت کا زیادہ حقدار ہے کہ لوگ رغبت سے اس کی اقتداء کریں اور جماعت بڑی ہو، حدیث شریف میں ہے کہ اگر تمہیں یہ پسند ہے کہ تمہاری نمازیں عند اللہ مقبول ہوں تو چاہئے کہ علماء اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جو تم میں سب سے زیادہ نیک ہو، وہ تمہاری امامت کرے، کیونکہ وہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان قاصد ہیں۔ (شرح نقایہ ج ۱، ص ۸۶)

لہٰذا افضل کو امام بنایا جائے اور اس سے ایسا کوئی کام نہ لیا جائے جس سے لوگ اسے حقیر سمجھیں، ہاں اگر کسی جگہ افضل امام نہ ہو بلکہ فاسق ہو تو جماعت نہ چھوڑے جماعت کی فضیلت اور اہمیت کے پیش نظر تنہا نماز پڑھنے سے ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بہتر ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ، ج ۳، ص ۲۸)

امام کی تقرری کا حق

سوال: اگر کسی مسجد کے اکثر مقتدی اور اہل محلہ و ممبرانِ کمیٹی ایک پیش امام صاحب کو ان کی خدمات سے سبکدوش کر کے دوسرے امام کو ان کی جگہ تقرر کریں، تو ایسی صورت میں اکثریت کی رائے کا احترام ضروری ہے یا اقلیت کی ہٹ دھرمی کو تسلیم کیا جائے؟

جواب: اگر دونوں امام علم و فضل اور تقویٰ میں برابر ہیں تو قوم میں سے اہلِ اصلاح کی اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳، ص ۲۹۴، بحوالہ ردالمحتار)

فتاویٰ محمودیہ ج ۲، ص ۸۵ بحوالہ انتباہ ص ۱۴۱ ار میں ہے کہ "امام مقرر کرنے کا حق بانی مسجد کو ہے پھر اس کے خاندان والوں کو (اولاد وغیرہ کو) پھر اہلِ محلہ کو۔ لیکن امام میں اہلیت ہونا شرط ہے"۔

اگر بانی یا متولی کسی غیر مستحق کو امام بنانا چاہیں اور اہلِ مسجد کسی لائق کو تو اہلِ مسجد کا حق راجح ہوگا"۔ (فتاویٰ قاضی خاں ہندیہ ص ۳۳۸، ج ۳)

کیا اِمامت میں وراثت ہے؟

سوال: خطیب صاحب نے اپنی زندگی میں بھائی کے ہوتے ہوئے اپنے بھتیجے کو اپنا نائب مقرر کیا۔ پانچ سال بڑی دیانت داری کے ساتھ خدمت انجام دی اب خطیب صاحب کا انتقال ہوگیا، کیا ان کی اولاد اپنا نائب مقرر کرسکتی ہے؟

(۲) امام صاحب نے بھائی کے ہوتے ہوئے بھتیجا مقرر کیا اور جماعت نے منظور کیا اب بھائی دعوے دار ہے کیا اس کا دعویٰ صحیح ہے یا نہیں؟

جواب: جس کو خطیبِ سابق نے اپنی زندگی میں امام مقرر کیا اور قوم اور جماعت نے اس کو منظور کیا وہی امام مقرر ہوگیا کیونکہ درحقیقت امام کے تقرر کرنے کا حق مسجد کے بانی اور اس کی اولاد کے بعد قوم اور جماعت کو ہے، لہٰذا جس کو قوم نے امام تسلیم کرلیا وہ امام ہوگیا۔ اب کسی کا دعویٰ صحیح نہ ہوگا نہ اولاد کا نہ بھائی کا کیونکہ اس میں میراث جاری نہیں ہوتی ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳، ص ۹۵)

امامت میں وراثت نہیں ہے بلکہ امام مقرر کرنے کا حق، اوّل بانی مسجد کو ہے اور پھر اس کی اولاد و اقارب کو اس کے بعد نمازیوں اور اہلِ محلہ کو ہے کہ امام کو مقرر کریں، بلکہ اگر بانی مسجد نے کسی کو امام بنایا اور وہ امامت کی صلاحیت نہیں رکھتا اور نمازیوں نے اس سے لائق تر کو امام مقرر کردیا تو وہی امام مقرر ہوگا جس کو نمازیوں نے مقرر کیا ہے۔

ردالمحتار، ج ۳ ص ۵۷۳ میں ہے کہ امامِ سابق بدعتی ہوگیا اور مسجد کے نمازی اس سے خوش نہیں ہیں اس کی خرابی کے سبب تو اس کو معزول کرنا اور دوسرے لائق تر اور مسائلِ نماز سے واقف شخص کو امام مقرر کرنا چاہئے۔ (فتاویٰ دارالعلوم ج ۳، ص ۸۵)

امام کی تقرری میں اگر اختلاف ہوجائے؟

سوال: محلے کی مسجد میں دو شخص کہتے ہیں کہ ہمارا مقرر کردہ اِمام رہے گا۔ اور جماعت کے زیادہ افراد کہتے ہیں کہ ہم جو اِمام مقرر کریں گے وہ رہے گا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: جس کو جماعت کے زیادہ افراد اِمام مقرر کریں وہی اِمام رہے گا۔

(فتاویٰ دار العلوم ج ۳ ص ۹۷، بحوالہ ردالمختار، ج ۱، ص ۵۲۲، باب الامامت)

اگر اہل مسجد کسی کو اِمام مقرر کرنے میں دو فریق ہو جائیں تو جس فریق کا تجویز کردہ اِمام زیادہ لائق ہو وہ راجح ہوگا، اور اگر دونوں فریق کے اِمام لائق ہوں تو بڑے فریق کا اِمام راجح ہوگا۔ (فتاویٰ عالمگیری (۱) ص ۸۸)

کیا عدالت اِمام مقرر کرسکتی ہے؟

سوال: کیا عدالت کو کوئی حقِ شرعی حاصل ہے کہ قوم کا ایسا اِمام زبردستی مقرر کرے کہ قوم اس کو اِمام بنانے پر رضامند نہیں؟

جواب: عدالت کو یہ حق حاصل نہیں ہے کیوں کہ اس کا نفع ونقصان قوم کو ہے لہٰذا بلا رضامندی قوم کے ان کے لئے عدالت کوئی اِمام مقرر نہ کرے اور عدالت کو اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۹۵، بحوالہ ردالمختار، ج ص ۵۲۲، باب الامامت)

امامت کا دعویٰ اور مقتدیوں کا اِنکار

سوال: ایک خانقاہ کا سجادہ بحیثیتِ سجادگی اگر امامت کا دعویٰ کرے اور باقی ورثاء جو کہ اس کے اہلِ برادری اور مقتدی ہیں اس کی اِمامت منظور نہ کریں تو دعوائے اِمامت درست ہے یا نہیں؟

جواب: کتبِ فقہ میں ہے کہ بانیٔ مسجد اور واقف کو زیادہ حق ہے اِمام کے تقرر وغیرہ کرنے میں، اور اگر وہ نہ ہو تو اس کی اولاد واقارب حق دار ہیں۔

اس کے بعد اہل محلہ واہلِ مسجد جس کو اِمام مقرر کریں وہ اِمام ہوتا ہے پس خانقاہ کا سجادہ نشین اگر واقفِ اولاد میں سے ہے تو بے شک اس کو حق ہے امام وغیرہ مقرر کرنے کا لیکن دیگر اہلِ قرابتِ واقف کو بھی یہ حق ہے۔ سجادہ نشین کو کچھ ترجیح اور خصوصیت اس بارے میں نہیں ہے۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۹۷، بحوالہ ردالمختار)

اگر اِمام مقرر کرنے کی گنجائش نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: کسی شہر میں مساجد زیادہ ہوں اور نمازی کم اور ہر ایک مسجد میں امام مقرر کرنے کی طاقت نہ رکھتے ہوں، اگر قریب محلّہ والے مل کر ایک مسجد میں اِمام مقرر کرلیں اور دیگر مساجد چھوڑ کر ایک مسجد میں باجماعت امامِ مذکور کے پیچھے نماز ادا کریں تو کیا حکم ہے؟

جواب: بہتر یہ ہے کہ حتی الوسع جہاں تک ہو سکے سب مسجدوں کو آباد کریں اور تھوڑے تھوڑے نمازی سب مسجدوں میں نماز پڑھیں، بحالت مجبوری جیسا موقع ہو کریں۔ (فتاویٰ دار العلوم ج ۳، ص ۶۷، بحوالہ ردالمحتار، باب احکام المسجد، ج ۱، ص ۶۱۷)

مسجد کیلئے امام کی تلاش

پچھلے دنوں ایک بڑی مسجد والوں کو نئے امام کی تلاش تھی... مسجد کمیٹی کے چند ممبر ...ایک بڑے مفتی صاحب کے پاس چلے گئے... سلام ودعا کے بعد مفتی صاحب کی ان سے جو بات چیت ہوئی وہ درج ذیل ہے:

سیکرٹری صاحب: بس آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے تھے، آپ جیسے بزرگوں کی صحبت نصیب ہونا بھی سعادت کی بات ہے۔

مفتی صاحب: ماشاء اللہ! اللہ خوش رکھے، پھر بھی اگر کوئی کام ہے تو بتا دیں کیوں کہ مجھے اس وقت کسی کام سے جانا ہے۔

سیکرٹری صاحب: جی بس آپ سے ملنا بھی تھا اور ایک عرصے سے ہمارا آپ کے ہاں آنا جانا ہے تو ہم نے چاہا کہ ہم اپنی مسجد کے لئے امام صاحب بھی آپ ہی کے پاس سے لے جائیں۔ مفتی صاحب: پہلے امام صاحب کہاں ہیں؟

سیکرٹری صاحب: انہیں فارغ کر دیا ہے۔ مفتی صاحب: کیوں؟

سیکرٹری صاحب: ٹائم نہیں دیتے تھے؟ مفتی صاحب: کیا مطلب؟

سیکرٹری صاحب: جی وہ نماز کے لئے وقت پر نہیں آتے تھے اور چھٹیاں بھی بہت کرتے تھے۔ مفتی صاحب: وقت پر کیوں نہیں آتے تھے؟

سیکرٹری صاحب: جی وہ اِدھر اُدھر ٹیوشن پڑھانے چلے جاتے تھے۔ پھر نماز میں کبھی ایک منٹ رہتا تو پہنچتے اور کبھی بالکل عین جماعت کے وقت پہنچتے تھے اور کبھی پہنچتے ہی نہیں تھے، روز کسی نہ کسی نماز کی چھٹی کر لیتے تھے۔

مفتی صاحب: وظیفہ کیا دیتے تھے آپ؟ خزانچی مسجد کمیٹی: جی ان کو ہم پورے آٹھ ہزار روپے دیتے تھے اور اب نئے امام صاحب کو دس ہزار دیں گے۔

مفتی صاحب: پہلے امام صاحب فیملی کے ساتھ رہتے تھے؟ سیکرٹری صاحب: نہیں اکیلے تھے، ہمارے پاس فیملی رہائش کی سہولت نہیں ہے، اب کوشش کر رہے ہیں۔

مفتی صاحب: آپ جانتے ہیں کہ اس منصب کی ابتدا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے اسے پروان چڑھایا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بیک وقت حاکم بھی تھے اور امام بھی، ان کے بعد منصب امامت والے انہی کے نائبین کہلاتے ہیں اسی لئے امامت کو مصلئ رسول اور منبر مسجد کو منبر رسول بھی کہتے ہیں۔

اب آپ خود سوچیں کہ یہ کتنا مقدس منصب ہے اور اس کی کتنی قدر ہونی چاہئے!

آج کل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام صاحب چوبیس گھنٹے مسجد میں موجود رہیں اور ہم جو بھی کہیں امام صاحب وہی کریں لیکن دوسری طرف لوگوں کی حالت یہ ہے کہ انہیں اتنا بھی وظیفہ نہیں دیتے جس سے ان کی ضروریات پوری ہو سکیں، اس دور میں سرکاری طور پر ایک مزدور کا وظیفہ بھی چودہ ہزار روپے مقرر ہے لیکن لوگوں کی حالت دیکھیں کہ جس منصب کا رتبہ ملک کے صدر و وزیر اعظم سے بھی اعلیٰ ہے اسے ایک مزدور کے برابر بھی اہمیت نہیں دیتے حالانکہ امام و قرآن کی قدر یہ ہے کہ امام صاحب جو صرف نماز فجر میں ہمیں قرآن سناتے ہیں اگر صرف ایک نماز پر انہیں ہم ایک لاکھ روپے وظیفہ دیں تو یہ بھی کم ہے اور یہاں اس مقام کی قدر یہ ہے کہ لوگ سات آٹھ ہزار روپے دے کر سمجھتے ہیں کہ ہم ان پر بڑا احسان کرتے ہیں۔ اور اگر ان کا اپنا بیٹا تمیں چالیس ہزار بھی کماتا ہو پھر بھی انہیں کم نظر آتا ہے اور امام صاحب سے

دُعا کراتے ہیں کہ بچے کی کوئی اچھی نوکری لگ جائے اسے ترقی مل جائے۔

حیرت وافسوس کا مقام ہے! لوگوں کا خیال ہے کہ امام صاحب اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے نہ ٹیوشن پڑھائیں نہ کچھ اور کام کریں صرف ان کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے رہیں، کیا وہ انسان نہیں ہیں؟ کیا ان کے بیوی بچوں کی ضروریات نہیں ہیں؟ کیا وہ اپنے بیوی بچوں کو خوشیاں دینے کے مستحق نہیں ہیں؟

بات کو سمیٹتے ہوئے مفتی صاحب نے آخری بات کی کہ آج لوگوں کو امام نہیں ایک نوکر اور غلام کی تلاش ہے، مہربانی فرما کر آپ لوگ تشریف لے جائیں اور دوبارہ میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں! یہ کہہ کر مفتی صاحب چل دیئے اور مسجد کمیٹی کے ممبر دیکھتے رہ گئے۔

ذمہ داران مساجد اور آئمہ حضرات متوجہ ہوں

مسجد سے تعلق نعمت ہے تو مسجد کی خدمت نصیب ہونا ہزار نعمت ہے۔ اس سلسلہ میں متولیان مساجد اور آئمہ حضرات کی خدمت میں چند گزارشات کی جاتی ہیں تاکہ ہماری مساجد ہر قسم کی ناخوشگواری سے محفوظ رہیں اور مساجد اپنے مقاصد تعمیر یعنی پُرسکون ماحول میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے معاشرہ میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔

اکثر مساجد میں امام کی ناقدری کی وبا عام ہے جبکہ یہ عظیم دینی عہدہ ہے۔ امام بھی آخر انسان ہے۔ ذمہ داران مساجد کو چاہیے کہ وہ آئمہ کرام کو اپنا مذہبی پیشوا اور سردار سمجھیں۔ ان کو دیگر ملازمین اور نوکروں کی طرح سمجھنا منصب امامت کی سخت توہین ہے؟ جانبین سے اس عظیم منصب کے احترام، وقار، عزت وعظمت کی حفاظت ضروری ہے۔ عموماً آئمہ کرام حافظ وعالم ہوتے ہیں، ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا نازیبا رویہ انتہائی مہلک ہے۔

ذمہ داران مساجد کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ مساجد کے اموال کی صحیح نگرانی کریں۔ بعض مقامات پر مساجد کی جائیداد پر خود ذمہ دار قابض ہیں۔ اس طرح کی ایسے نمازی سے بھی تعاون لینے سے گریز کریں جو مسجد کے داخلی معاملات میں دخیل ہونے کی کوشش کریں۔ اللہ کا گھر ہے اس کی واقعی ضروریات کا خود اللہ تعالیٰ کفیل

ہے۔اس لیے مسجد کے مجموعی نظام اور سکون کی برقراری کیلئے غیر سلیم الفطرت لوگوں کے تعاون سے احتراز کیا جائے۔

مسجد میں بنیادی ضروریات سے فراغت کے بعد مناسب آرائش کر لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔لیکن پریشانی اس وقت ہوتی ہے کہ بعض ذمہ داران مسجد کے نقش ونگار اور ظاہری آرائش پر تو بے دریغ خرچ کر دیتے ہیں۔

لیکن وضو طہارت کا نظام انتہائی ناقص ہوتا ہے۔ یہ چیزیں مسجد کی اشد ضروریات میں سے ہیں اس لیے اوّلین توجہ کی حق دار ہیں۔بعض مساجد میں طہارت خانے نمازیوں کے راستے میں ہوتے ہیں اور صفائی کا نظام ناقص ہونے کی وجہ سے ایک نفیس مزاج آدمی وہاں سے گزر بھی نہیں سکتا۔بہتر ہے کہ طہارت خانے عام گزرگاہ سے دور بنائے جائیں یا صفائی کا خاص خیال رکھا جائے۔

اہل علم نے لکھا ہے کہ مسجد کے دَرودیوار کو منقش کرنا اگر اپنے خاص مال سے ہو تو مضائقہ نہیں مگر محراب اور محراب والی دیوار پر مکروہ ہے اور اگر مسجد کی آمدنی سے ہو تو ناجائز ہے۔قبلہ رُخ دیوار کی جانب بھی کوئی چیز آویزاں کرنا بھی مکروہ ہے۔

امام کی تقرری بھی ذمہ دار حضرات کا کام ہے کہ وہ دیکھ بھال کر صحیح قرأت کرنے والے کو مقرر کریں۔اگر خدانخواستہ غلط عقیدہ یا غلط پڑھنے والے کو امام مقرر کر دیا گیا تو نمازیوں کی نماز تو ہو جائے گی لیکن ان سب کا وبال مقرر کنندہ حضرات پر ہوگا۔اس لیے حافظ، عالم اور صحیح العقیدہ اور شرعی وضع قطع کے حامل آئمہ حضرات کو ترجیح دیں۔

لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

ظلم صرف یہ ہی نہیں ہے کہ کسی کا مال چھین لیا جائے، یا اسے جسمانی تکلیف پہنچانے کے لئے اس پر ہاتھ اٹھایا جائے، بلکہ عربی زبان میں ''ظلم'' کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ ''کسی بھی چیز کو بے جگہ استعمال کرنا ظلم ہے'' چونکہ کسی چیز کا بے محل استعمال یقیناً کسی نہ کسی کو تکلیف پہنچانے کا موجب ہوتا ہے۔

اس لئے ہر ایسا استعمال ''ظلم'' کی تعریف میں داخل ہے، اور اگر اس سے کسی انسان کو تکلیف پہنچی ہے تو وہ شرعی اعتبار سے گناہ کبیرہ بھی ہے... لیکن ہمارے معاشرے میں اس طرح کے بہت سے گناہ کبیرہ اس طرح رواج پا گئے ہیں کہ اب عام طور سے ان کے گناہ ہونے کا احساس بھی باقی نہیں رہا...

''ایذا رسانی'' کی ان بیشمار صورتوں میں سے ایک انتہائی تکلیف دہ صورت لاؤڈ اسپیکر کا ظالمانہ استعمال ہے... ابھی چند روز پہلے ایک انگریزی روزنامے میں ایک صاحب نے شکایت کی ہے کہ بعض شادی ہالوں میں رات تین بجے تک لاؤڈ اسپیکر پر گانے بجانے کا سلسلہ جاری رہتا ہے، اور آس پاس کے بسنے والے بے چینی کے عالم میں کروٹیں بدلتے رہتے ہیں، اور ایک شادی ہال پر کیا موقوف ہے؟ ہر جگہ دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ جب کوئی شخص کہیں لاؤڈ اسپیکر نصب کرتا ہے تو اسے اس بات کی پروا نہیں ہوتی کہ اسکی آواز کو صرف ضرورت کی حد تک محدود رکھا جائے، اور آس پاس کے ان ضعیفوں اور بیماروں پر رحم کیا جائے جو یہ آواز سننا نہیں چاہتے...

لاؤڈ اسپیکر اور مذہبی پروگرام

گانے بجانے کا معاملہ تو الگ رہا، کہ اسکو بلند آواز سے پھیلانے میں دُہری برائی ہے، اگر کوئی خالص دینی اور مذہبی پروگرام ہو تو اس میں بھی لوگوں کو لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے زبردستی شریک کرنا شرعی اعتبار سے ہر گز جائز نہیں ہے، لیکن افسوس ہے کہ ہمارے معاشرے میں سیاسی اور مذہبی پروگرام منعقد کرنے والے حضرات بھی شریعت کے اس اہم حکم کا بالکل خیال نہیں کرتے... سیاسی اور مذہبی جلسوں کے لاؤڈ اسپیکر بھی دور دور تک مار کرتے ہیں اور ان کی موجودگی میں کوئی شخص اپنے گھر میں نہ آرام سے سو سکتا ہے، نہ یکسوئی کے ساتھ اپنا کوئی کام کر سکتا ہے...

لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے اذان کی آواز دور تک پہنچانا تو برحق ہے، لیکن مسجدوں میں جو وعظ اور تقریریں یا ذکر و تلاوت لاؤڈ اسپیکر پر ہوتی ہیں، ان کی آواز دور دور تک پہنچانے کا کوئی جواز نہیں ہے... اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ مسجد میں بہت تھوڑے سے لوگ وعظ یا درس سننے کے لئے بیٹھے ہیں جنکو آواز پہنچانے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کی سرے سے ضرورت ہی نہیں ہے، یا صرف اندرونی ہارن سے بآسانی کام چل سکتا ہے، لیکن بیرونی لاؤڈ اسپیکر پوری قوت سے کھلا ہوتا ہے، اور اس کے نتیجے میں یہ آواز محلے کے گھر گھر میں اس طرح پہنچتی ہے کہ کوئی شخص اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا...

ایک ذاتی واقعہ

مجھے یاد ہے کہ میں ایک مرتبہ لاہور گیا، جس مکان میں میرا قیام تھا، اس کے تین طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے سے تین مسجدیں تھیں، جمعہ کا دن تھا، فجر کی نماز کے فوراً بعد سے تینوں مسجدوں کے لاؤڈ اسپیکر پوری قوت سے کھل گئے، اور پہلے درس شروع ہوا، پھر بچوں نے تلاوت شروع کر دی، پھر نظمیں اور نعتیں پڑھنے کا سلسلہ شروع ہوا...

یہاں تک کہ فجر کے وقت سے جمعہ تک یہ "مذہبی پروگرام" اس طرح بے تکان جاری رہے کہ گھر میں کسی کو کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی... خدا کا شکر ہے کہ اس گھر

میں اس وقت کوئی بیمار نہیں تھا، لیکن میں سوچ رہا تھا کہ اگر خدانخواستہ کوئی شخص بیمار ہو تو اس کو سکون کے ساتھ لٹانے کا اس ماحول میں کوئی راستہ نہیں... بعض مسجدوں کے بارے میں یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہاں خالی مسجد میں لاؤڈ اسپیکر پر ٹیپ چلا دیا جاتا ہے، مسجد میں سننے والا کوئی نہیں ہوتا... لیکن پورے محلے کو یہ ٹیپ زبردستی سننا پڑتا ہے...

دعوت فکر

دین کی صحیح فہم رکھنے والے اہل علم خواہ کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں، کبھی یہ کام نہیں کر سکتے، لیکن ایسا ان مسجدوں میں ہوتا ہے جہاں کا انتظام علم دین سے ناواقف حضرات کے ہاتھ میں ہے... بسا اوقات یہ حضرات پوری نیک نیتی سے یہ کام کرتے ہیں، وہ اسے دین کی تبلیغ کا ایک ذریعہ سمجھتے اور اسے دین کی خدمت قرار دیتے ہیں...

لیکن ہمارے معاشرے میں یہ اصول بھی بہت غلط مشہور ہو گیا ہے کہ نیت کی اچھائی سے کوئی غلط کام بھی جائز اور صحیح ہو جاتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ کسی کام کے درست ہونے کے لئے صرف نیک نیتی ہی کافی نہیں، اس کا طریقہ بھی درست ہونا ضروری ہے... اور لاؤڈ اسپیکر کا ایسا ظالمانہ استعمال نہ صرف یہ کہ دعوت و تبلیغ کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہے، بلکہ اس کے اُلٹے نتائج برآمد ہوتے ہیں...

چند نکات

جن حضرات کو اس سلسلے میں کوئی غلط فہمی ہو، ان کی خدمت میں دردمندی اور دلسوزی کے ساتھ چند نکات ذیل میں پیش کرتا ہوں:

(۱) مشہور محدث حضرت عمر بن شبہ رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ کی تاریخ پر چار جلدوں میں بڑی مفصل کتاب لکھی ہے جس کا حوالہ بڑے بڑے علماء و محدثین ہمیشہ دیتے رہے ہیں... اس کتاب میں انہوں نے ایک واقعہ اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ ایک واعظ صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان کے بالکل سامنے بہت بلند آواز سے وعظ کہا کرتے تھے، ظاہر ہے کہ وہ زمانہ لاؤڈ اسپیکر کا نہیں تھا، لیکن ان کی آواز بہت بلند

تھی، اور اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یکسوئی میں فرق آتا تھا۔

یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا، اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ صاحب بلند آواز سے میرے گھر کے سامنے وعظ کہتے رہتے ہیں، جس سے مجھے تکلیف ہوتی ہے، اور مجھے کسی اور کی آواز سنائی نہیں دیتی... حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان صاحب کو پیغام بھیج کر انہیں وہاں وعظ کہنے سے منع کیا... لیکن کچھ عرصے کے بعد واعظ صاحب نے دوبارہ وہی سلسلہ پھر شروع کر دیا... حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے خود جا کر ان صاحب کو پکڑا، اور ان پر تعزیری سزا جاری کی...

اسلامی معاشرت کی وضاحت

(۲) بات صرف یہ نہیں تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی تکلیف کا ازالہ کرنا چاہتی تھیں، بلکہ دراصل وہ اسلامی معاشرت کے اس اصول کو واضح اور نافذ کرنا چاہتی تھیں کہ کسی کو کسی سے کوئی تکلیف نہ پہنچے، نیز یہ بتانا چاہتی تھیں کہ دین کی دعوت و تبلیغ کا پُر وقار طریقہ کیا ہے؟ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مدینہ منورہ کے ایک واعظ کو وعظ و تبلیغ کے آداب تفصیل کے ساتھ بتائے، اور ان آداب میں یہ بھی فرمایا کہ:

"اپنی آواز کو انہی لوگوں کی حد تک محدود رکھو جو تمہاری مجلس میں بیٹھے ہیں اور انہیں بھی اسی وقت تک دین کی باتیں سناؤ جب تک ان کے چہرے تمہاری طرف متوجہ ہوں، جب وہ چہرے پھیر لیں، تو تم بھی رک جاؤ...

اور ایسا کبھی نہ ہونا چاہئے کہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے ہوں، اور تم ان کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کر دو، بلکہ ایسے موقعہ پر خاموش رہو، پھر جب وہ تم سے فرمائش کریں تو انہیں دین کی بات سناؤ"... (مجمع الزوائد، ج:۱، ص:۱۹۱)

(۳) حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ بڑے اونچے درجے کے تابعین میں

سے ہیں، علم تفسیر وحدیث میں ان کا مقام مسلم ہے، ان کا مقولہ ہے کہ
''عالم کو چاہئے کہ اسکی آواز اس کی اپنی مجلس سے آگے نہ بڑھے''

(۴) یہ سارے آداب در حقیقت خود حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے تعلیم فرمائے ہیں... مشہور واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذرے، وہ تہجد کی نماز میں بلند آواز سے تلاوت کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ وہ بلند آواز سے کیوں تلاوت کرتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ

''میں سوتے کو جگاتا ہوں، اور شیطان کو بھگاتا ہوں'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اپنی آواز کو تھوڑا پست کردو''... (مشکوۃ، ج:۱، ص ۱۰۷)

اس کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد کیلئے بیدار ہوتے تو اپنے بستر سے آہستگی کیساتھ اٹھتے تھے (تاکہ سونے والوں کی نیند خراب نہ ہو)...

(۵) انہی احادیث وآثار کی روشنی میں تمام فقہاء امت اس بات پر متفق ہیں کہ تہجد کی نماز میں اتنی بلند آواز سے تلاوت کرنا...

جس سے کسی کی نیند خراب ہو، ہرگز جائز نہیں... فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے گھر کی چھت پر بلند آواز سے تلاوت کرے جبکہ لوگ سو رہے ہوں تو تلاوت کرنے والا گناہ گار ہے... (خلاصۃ الفتاوی)

ایک سوال کا متفقہ جواب

ایک مرتبہ ایک صاحب نے یہ سوال ایک استفتاء کی صورت میں مرتب کیا تھا کہ بعض مساجد میں تراویح کی قرأت لاؤڈ اسپیکر پر اتنی بلند آواز سے کی جاتی ہے کہ اس سے محلے کی خواتین کے لئے گھروں میں نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے...

نیز جن مریض اور کمزور لوگوں کو علاجاً جلدی سونا ضروری ہو وہ سو نہیں سکتے، اس

کے علاوہ باہر کے لوگ قرآن کریم کی تلاوت ادب سے سننے پر قادر نہیں ہوتے...اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تلاوت کے دوران کوئی سجدے کی آیت آجاتی ہے، سننے والوں پر سجدہ واجب ہو جاتا ہے...اور یا تو ان کو پتہ ہی نہیں چلتا، یا وہ وضو سے نہیں ہوتے، اس لئے سجدہ نہیں کر سکتے، اور بعد میں بھول ہو جاتی ہے...کیا ان حالات میں تراویح کے دوران بیرونی لاؤڈ اسپیکر زور سے کھولنا شرعاً جائز ہے؟

یہ سوال مختلف علماء کے پاس بھیجا گیا، اور سب نے متفقہ جواب یہی دیا کہ ان حالات میں تراویح کی تلاوت میں بیرونی لاؤڈ اسپیکر بلا ضرورت زور سے کھولنا شرعاً جائز نہیں ہے.... یہ فتویٰ ماہنامہ ''البلاغ'' کی محرم ۱۴۰۷ھ کی اشاعت میں شائع ہوا ہے...اور واقعہ یہ ہے کہ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے، اس پر تمام مکاتب فکر کے علماء متفق ہیں...

احترام رمضان

اب رمضان کا مقدس مہینہ شروع ہونے والا ہے، یہ مہینہ ہم سے شرعی احکام کی سختی کے ساتھ پابندی کا مطالبہ کرتا ہے، یہ عبادتوں کا مہینہ ہے، اور اس میں نماز، تلاوت اور ذکر جتنا بھی ہو سکے، باعث فضیلت ہے...لیکن ہمیں چاہئے کہ یہ ساری عبادتیں اس طرح انجام دیں کہ ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے، اور ناجائز طریقوں کی بدولت ان عبادتوں کا ثواب ضائع نہ ہو...لاؤڈ اسپیکر کا استعمال صرف بوقت ضرورت اور بقدر ضرورت کیا جائے، اس سے آگے نہیں...

مذکورہ بالا گذارشات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شریعت نے دوسروں کو تکلیف سے بچانے کا کتنا اہتمام کیا ہے؟

جب قرآن کریم کی تلاوت اور وعظ و نصیحت جیسے مقدس کاموں کے بارے میں بھی شریعت کی ہدایت یہ ہے کہ ان کی آواز ضرورت کے مقامات سے آگے نہیں بڑھنی چاہئے، تو گانے بجانے اور دوسری لغویات کے بارے میں خود اندازہ کر لیجئے کہ انکو لاؤڈ اسپیکر پر انجام دینے کا کس قدر دہرا وبال ہے؟ (از ذکر و فکر)

انتظامیہ کیلئے توجہ طلب اُمور

1... مسجد میں ملحق استنجا خانے

مسجد سے عبادت کے سوا اور کوئی کام لینا جائز نہیں... بعض دفعہ یہاں آ کر لوگ پوچھتے ہیں... استنجا خانہ کہاں ہے؟ مسجدوں میں نام کے تو استنجا خانے ہوتے ہیں' مگر درحقیقت ہوتے ہیں پیشاب خانے اور پاخانے... بازاروں میں جاتے ہوئے آپ لوگوں نے بارہا دیکھا ہوگا کہ بازار والے سب مسجد میں پیشاب کرتے ہیں... بازار والوں کی قطاریں لگی ہوتی ہیں... یہ حکومت کا فرض ہے کہ شہروں میں مسجد سے دور جگہ جگہ پاخانے اور پیشاب خانے بنوائے... آخر ایئر پورٹ اور ریلوے اسٹیشنوں پر بھی تو حکومت ہی استنجا خانے بنواتی ہے... اگر اہل مساجد اس کا انتظام نہ کرتے تو حکومت خود مساجد سے دور اس کا انتظام کرتی... حکومت بھی خوش ہے کہ جب یہ کام مساجد میں ہو رہے ہیں تو ہم کیوں پریشان ہوں... حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص کچی لہسن یا کچی پیاز کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب بھی نہ آئے... یہ نہیں فرمایا کہ مسجد میں نہ آئے بلکہ فرمایا کہ مسجد کے قریب بھی نہ آئے... بتایئے کہ پیشاب کی بدبو زیادہ ہے یا لہسن پیاز کی؟

2... ٹوپیاں

لوگ ٹوپیاں بھی مسجدوں میں تلاش کرتے ہیں... لوگوں میں صفائی کا احساس اور شعور ختم ہو گیا ہے... ٹوپیاں جو مساجد میں رکھی جاتی ہیں ان میں ایک ایک ٹوپی کو سینکڑوں افراد اپنے سر پر رکھتے ہیں... ہر شخص کی بُو الگ ہے... اپنی

بُو تو انسان برداشت کرتا ہی ہے مگر یہ دوسرے کی بُو کیسے برداشت کرتے ہیں؟

مسئلہ یہ ہے کہ ہر وہ لباس جسے پہن کر کسی اچھی مجلس میں جاتے ہوئے انسان شرماتا ہے...ایسے لباس میں نماز پڑھنا مکروہ ہے...ان ٹوپیوں کو سر پر رکھ کر آپ کسی مجلس میں نہیں جا سکتے، نہ دوستوں کی مجلس میں جانا پسند کرتے ہیں...آخر مسجد میں کیسے پسند کر لیتے ہیں؟ کیا آپ کے دلوں میں احکم الحاکمین کے دربار کی بازار اور دوستوں کی مجلس جتنی بھی قدر نہیں؟ مسلمان کے لئے کتنی غیرت کی بات ہے کہ مسجد میں نماز پڑھنے جا رہا ہے مگر سر پر ٹوپی نہیں...

3...گم شدہ اشیاء کی تلاش

کوئی بھی اعلان کرنا ہو تو سیدھے مسجد کی طرف بھاگیں گے...حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جسے اپنی گمشدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے مسجد میں دیکھو...اسے یوں بددعا دو کہ اللہ کرے تیری یہ چیز نہ ملے (دل میں کہہ لینا چاہیے) مساجد دنیاوی اعلانات کے لئے نہیں بنائی گئیں...مساجد تو عبادت اور ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہیں...البتہ مسجد ہی میں کوئی چیز گم ہوئی ہو یا مسجد ہی سے کسی کو ملی ہو تو وہ مسجد میں اعلان کر سکتا ہے...

4...مسجد میں سونا

لیکن لوگوں کا حال یہ ہے کہ گھر میں بچے تنگ کریں یا کسی اور وجہ سے نیند نہ آ رہی ہو تو سیدھے مسجد میں آ کر لیٹیں گے... یہ مسئلہ آجکل لوگ بہت پوچھ رہے ہیں کہ گھروں میں گرمی ہے کیا مسجد میں سو جائیں؟ جب بتایا جاتا ہے کہ جائز نہیں تو کہتے ہیں اعتکاف کی نیت کر لیں گے...اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اصل مقصد تو مسجد میں سونا اور اسے نام دے رہے ہیں اعتکاف کا (یعنی معتکف تو سو سکتا ہے لیکن سونے کے لئے معتکف بن جانا ہے اور چیز ہے)

5...وقف کا ناجائز استعمال

آج کل جس نے کبھی مدرسہ میں دو چار روپے چندہ دے دیا تو وہ خود کو پورے

مدرسہ (مسجد) کا مالک ہی سمجھنے لگتا ہے اور ہر چیز کو اپنے لئے حلال سمجھنے لگتا ہے... مثلاً مساجد والے پریشان ہو کر ہم سے مسئلہ پوچھنے آتے ہیں... پانی کے لئے لوگوں نے تنگ کر دیا ہے حالانکہ مسجد سے پانی کا ایک لوٹا بھی لانا جائز نہیں...

یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ مسجد کی ہر چیز اپنی ہے... بعض لوگوں نے مسجد کی بجلی اور پانی کے کنکشن ہوٹلوں اور دکانوں کو دے رکھے ہیں... ایک تو مسجد کی چیز کسی کو دینا گناہ دوسرے خلاف قانون کام کرنا یہ بھی گناہ ہے... جب کسی اور کی چیز دینا جائز نہیں تو وقف کی چیز دینا کیسے جائز ہو گا؟ وقف جن چیزوں کے لئے جن جگہوں کے لئے اور جس مقصد کے لئے کیا گیا ہے انہی تک محدود رہے گا... ان سے باہر نکالنا جائز نہیں... الغرض لوگوں نے مسجد کو خیراتی ادارہ سمجھ رکھا ہے... کسی بھی چیز کی ضرورت ہو، پانی کی ضرورت ہو، پیشاب کی حاجت ہو، کوئی چیز گم ہو گئی ہو یا سونے کی طلب ہو دنیا کے ہر کام کے لئے مسجد کی طرف بھاگتے ہیں...

مساجد کے پندرہ آداب

علماء نے آداب مساجد میں پندرہ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے...

1... مسجد میں پہنچنے پر اگر کچھ لوگوں کو بیٹھا دیکھے تو ان کو سلام کرے اور کوئی نہ ہو تو **السلام علینا و علیٰ عباداللہ الصالحین** کہے۔

(لیکن یہ اس صورت میں ہے... جب کہ حاضرین نفلی نماز یا تلاوت و تسبیح وغیرہ میں مشغول نہ ہوں ورنہ ان کو سلام کرنا درست نہیں)...

2... مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد کی پڑھے (یہ بھی جب ہے کہ اس وقت نماز پڑھنا مکروہ نہ ہو... مثلاً عین آفتاب کے طلوع یا غروب یا استواء نصف النہار کا وقت نہ ہو) 3... مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے...

4... وہاں تیر تلوار نہ نکالے... 5... مسجد میں اپنی گمشدہ چیز تلاش کرنیکا اعلان نہ کرے...

6... مسجد میں آواز بلند نہ کرے... 7... وہاں دنیا کی باتیں نہ کرے...

8... مسجد میں بیٹھنے کی جگہ میں کسی سے جھگڑا نہ کرے...

9... جہاں صف میں پوری جگہ نہ ہو وہاں گھس کر لوگوں میں تنگی پیدا نہ کریں...

10... کسی نماز پڑھنے والے کے آگے سے نہ گذرے...

11... مسجد میں تھوکنے' ناک صاف کرنے سے پرہیز کرے...

12... اپنی انگلیاں نہ چٹخائے... 13... نجاسات سے پاک صاف رہے اور کسی چھوٹے بچے یا مجنون کو ساتھ نہ لے جائے...

14... وہاں کثرت سے ذکر اللہ میں مشغول رہے...

قرطبی نے یہ پندرہ آداب لکھنے کے بعد فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کر لئے اس نے مسجد کا حق ادا کر دیا اور مسجد اس کیلئے امان کی جگہ بن گئی... (معارف القرآن)

متولی حضرات کیلئے چند گراں قدر ارشادات

حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق رحمہ اللہ اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں:

فرمایا: مؤذنین کو اذان و اقامت سنت و شریعت کے مطابق سکھانے کے مراکز قائم کیے جائیں اور جو مسکین ہوں تو ان کے کرایہ اور کھانے کا انتظام کیا جائے اور ہر مسجد کے مؤذن کے علاوہ بھی کچھ مخصوص نمازیوں کو اذان و اقامت سکھائی جائے تاکہ مؤذن صاحب گھر چلے جائیں یا بیمار ہوں تو دوسروں سے کام لیا جائے اور مدارس میں تمام اساتذہ و طلباء کو اذان و اقامت سکھائی جائے۔ کبھی مہتمم صاحب بھی اذان و اقامت کہیں۔ اذان کو (نعوذ باللہ) گھٹیا نہ سمجھیں۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ اگر میرے ذمہ خلافت کا بار نہ ہوتا تو میں کسی مسجد میں اذان دینے کی ذمہ داری لیتا۔

آج کل مساجد تو بہت شاندار مگر مؤذن ستا رکھتے ہیں۔ افسوس کا مقام ہے مؤذن مذکورہ طور پر تربیت یافتہ بھی ہو اور اس لائق ہو کہ نائب امام بھی بن سکے تاکہ امام کی بیماری یا رُخصت پر حق نیابت ادا کر سکے۔ (آئینہ ارشادات، ص:۱۳۰)

دین کی بے وقعتی کی ایک مثال

موذن ایسا ہو جو امامت بھی کر سکے...... ایک مقام پر موذن نے بہت عمدہ نماز پڑھائی...... بعد میں معلوم ہوا کہ یہ موذن ہیں...... میں نے تنخواہ معلوم کی تو بتایا پونے چار سو روپیہ...... اور امام کی تنخواہ ۱۱سو روپے...... بہت خوشی ہوئی...... آج ہر کام میں اس کام کا ماہر تلاش کیا جاتا ہے...... مگر قرآن پڑھانے کیلئے ...... اور اذان دینے کیلئے ...... اور امامت کیلئے سستا تلاش کیا جاتا ہے...... یہ دین کی بے وقعتی نہیں تو اور کیا ہے۔

مساجد کی زیب وزینت کیلئے ضروری امور

آج کل مساجد کے اندر سامنے کی دیواروں پر...... نصائح کے کتبے آویزاں ہوتے ہیں...... حالانکہ وہاں تک نمازیوں کی شعاع بصری پہنچنے سے...... تشویش و انتشار پیدا ہوتا ہے...... اس لئے یا تو بہت بلندی پر لگائیں ...... ورنہ داہنی جانب یا بائیں جانب لگائیں۔ اسی طرح آج کل مساجد میں پینٹ کا رواج ہورہا ہے ...... حالانکہ اس میں کس قدر بدبو ہوتی ہے...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ خشک ہوجانے پر یہ بو زائل ہو جاتی ہے...... مگر افسوس کہ منکرات اور معصیت کے اس ارتکاب کو...... کہ اس سے اذیت ملائکہ اور مسلمین ہے...... کیا تھوڑی دیر کیلئے بھی روا رکھنا جائز ہوگا...... پھر مساجد میں پیاز لہسن جیسی بدبودار چیزوں...... کو کھا کر آنا کیوں منع فرمایا گیا...... میں نے بمبئی کی ایک مسجد میں یہ بیان کیا کہ یہ پینٹ بدبودار نا جائز ہے...... اور اس کیلئے چندہ دینے والے بھی گنہگار ہوں گے...... بس ایک صاحب نے مہتمم سے اپنے سو روپے اسی وقت واپس لئے...... ایک اہل علم نے اسی مجلس میں دریافت کیا کہ...... پھر دروازوں اور کھڑکیوں پر کیسے رنگ ہو...... اس میں بھی تو بدبو ہوتی ہے...... فرمایا کہ دروازوں اور کھڑکیوں کو لگانے سے پہلے ہی...... مسجد کے باہر رنگ کر لیا جائے۔

مساجد کے متولی وانتظامیہ توجہ فرمائیں

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں:

کل قیامت کے دن آپ سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ مسجد میں ماربل، اے سی، بہترین قالین اور عمدہ جھاڑ فانوس وغیرہ لگائے تھے یا نہیں؟ لیکن اگر امام صاحب کو اتنی کم تنخواہ دی جس سے روزمرہ کی عام ضروریات زندگی بھی پوری نہ ہوسکیں تو یہ ان کی حق تلفی ہے جس کا حساب یقیناً اللہ کے ہاں دینا پڑے گا۔ مسجد و مدرسہ کی آمدنی کے سب سے زیادہ مستحق امام، موذن اور اساتذہ ہیں۔ یہ جتنے اچھے اور خوشحال رہیں گے مسجد اور مدرسوں کا نظام اتنا ہی اچھا چلے گا۔ صرف امام کی تنخواہ دے کر امام پر اذان کی بھی ذمہ داری ڈالنا اور جھاڑو وغیرہ دینے کے کام پر مامور کرنا یہ ان کی توہین ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حاملین قرآن (قرآن کا علم رکھنے والے) کی تعظیم کرو، بے شک جس نے ان کی عزت کی اس نے میری عزت کی۔ (الجامع الصغیر 1/14)

تنخواہ اچھی دینا بھی ان کی عزت کرنے میں داخل ہے اور حدیث میں ہے کہ حاملین قرآن اسلام کا جھنڈا اُٹھانے والے اور اس کو بڑھاوا دینے والے ہیں جس نے ان کی تعظیم کی اس نے اللہ کی تعظیم کی اور جس نے ان کی توہین کی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ (الجامع الصغیر، 1/42)

تنخواہ کم ہونے اور ضروریات زندگی زیادہ ہونے کی وجہ سے امام کسی مالدار صاحب خیر سے سوال کرنے کی جرأت کر بیٹھتے ہیں اور بعض دفعہ سوال پورا نہ ہونے کی صورت میں سخت ذلت اُٹھانی پڑتی ہے۔ ایسے حالات میں تنخواہ نہ بڑھا کر انہیں پریشانی میں ڈالنا بھی ایک طرح کی توہین ہی ہے۔ لہٰذا امام کی تنخواہیں ان کے گھر کے خرچہ کے مطابق موازنہ کر کے مہنگائی کے ساتھ ساتھ بڑھاتے رہنا چاہیے۔ سال پورا ہونے کا انتظار یا تنخواہ بڑھانے کے معاملہ میں تنگ دلی سے کام لینا یا دیگر نامناسب شرط وقید لگانا صحیح نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ)

عمومی ماحول یہ ہے کہ جس شخص کو ہم امامت، اذان، تعلیم قرآن کریم، دینی تدریس اور اس نوعیت کی کوئی ذمہ داری سونپ رہے ہیں اور اس کے اوقات کار کو اس کام کیلئے مخصوص کر رہے ہیں اس کا وظیفہ مقرر کرتے وقت ہم اس بات کا کوئی لحاظ نہیں رکھتے کہ اس سے اس کی اور اس کے کنبہ کی روزمرہ کی ضروریات اس علاقہ کے عرف کے مطابق باوقار طریقہ سے پوری ہوسکتی ہیں یا نہیں؟ ضروریات اور اخراجات کے تعین میں قرآن کریم نے "عرف" کو معیار قرار دیا ہے اور اس کی پابندی کا حکم دیا ہے۔ اس لیے مؤذن، امام، خطیب، مدرس، قاری اور دینی خدمت کے مختلف شعبوں کے رجال کار کا وظیفہ اور سہولتیں مقرر کرتے وقت یہ بات بہرحال ملحوظ رکھنا ہوگی کہ وہ جس علاقہ میں رہتے ہیں وہاں کے عمومی ماحول کے مطابق ان کے کنبہ کی ضروریات زندگی اس وظیفہ سے باعزت طور پر پوری ہو جائیں ورنہ یہ ناانصافی اور حق تلفی شمار ہوگی۔ (بشکریہ الشریعہ)

متولی اور مقتدی حضرات کی خدمت میں اہم گذارش

اللہ تعالیٰ نے باجماعت نماز کے نظم کیلئے مساجد کی تعمیر پر نہایت اجر وثواب رکھا ہے مسجد میں باجماعت نماز مقتدی حضرات ہی کے لئے ہوتی ہے اس لئے مسجد کے نظم جماعت میں جہاں ائمہ حضرات اہمیت کے حامل ہیں وہاں مقتدی حضرات کی اہمیت بھی اپنی جگہ مسلم ہے۔ مسجد میں جہاں مقتدی حضرات باہم علیک سلیک رکھتے ہیں وہاں ان کا امام سے بھی تعلق ہوتا ہے۔ مقتدی ہونے کے حوالے سے ہمارا امام سے تعلق کیسا ہونا چاہئے؟ خیر القرون میں تو یہ حال تھا کہ اسلامی معاشرہ میں "مسجد" صرف نمازوں کی باجماعت ادائیگی کے لئے ہی نہ تھی بلکہ وہ سپریم کورٹ بھی ہوتی تھی۔ وہ مجاہدین اسلام کے لئے فوجی چھاؤنی بھی ہوتی تھی وہ معاشرہ کے کمزور افراد کے لئے کفیل گاہ بھی ہوتی یہی مساجد دار القضاء بھی ہوتی اور دار الافتاء بھی۔

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ

منورہ کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے مسجد نبوی شریف میں ہی قیام فرماتے۔

خیر القرون میں مساجد کا مرکزی کردار ہوتا تھا اور ان میں ائمہ و مقتدی حضرات اپنے شدید باہمی محبت و رابطہ کے ذریعے بڑے بڑے دینی اور رفاہی کام سرانجام دیتے تھے۔ ہم مسجد میں جہاں اور غفلتوں کی نشان دہی کرتے ہیں وہاں ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارا رابطہ و تعلق امام سے کتنا اور کیسا ہونا چاہئے کیا ہم امام مسجد کو اس کا جائز حق اور شریعت نے اس کا جو مقام و مرتبہ دیا ہے کیا ہم وہ ادا کر رہے ہیں؟

یہاں یہ لطیفہ بھی حسب حال ہے کہ ہندوستان کے ایک بڑے مفتی صاحب سے کسی نے سوال بھیجا کہ ہمارے محلّہ کی مسجد کے امام صاحب میں فلاں فلاں عیب ہیں پھر ان عیوب کی فہرست لکھی کہ یہ تین سو عیب ہیں۔ تو کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

اس عجیب سوال کے جواب میں مفتی صاحب نے لکھا کہ جس محلّہ کی مسجد کے امام میں اتنے عیوب ہوں تو اس مسجد کے مقتدیوں کا کیا حال ہوگا؟

لہٰذا ایسے امام کے پیچھے بلا کراہت نماز جائز ہے۔

ہم مسجد کے اِمام خادم اور انتظامیہ کی اصلاح کے لئے فکرمند رہتے ہیں کیا کبھی ہم نے اپنا محاسبہ کیا کہ مقتدی ہونے کے حوالہ سے ہم پر اِمام کا کیا حق ہے؟

مسجد کے قریب گھر ہے برسوں گزر گئے لیکن کبھی اِمام صاحب کو اپنے گھر میں بلا کر اکرام کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ کبھی عید کے موقع پر بھی اِمام سے بغل گیر ہو کر مبارک بادی دینے کی توفیق نہیں ہوتی۔ کبھی اِمام سے خیریت معلوم کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔

خدارا! یہ طرزِ عمل قابل اصلاح ہے۔ ہم اِمام کی قدر نہیں کریں گے تو اللہ کے ہاں جواب دہ ہوں گے ہم پورے صدق دل سے یہ کوشش کریں کہ ہماری مسجد کا اِمام معاشی تفکرات سے آزاد ہو کر دینی خدمات سرانجام دینے کے قابل ہو۔ اور مسجد کی طرف سے ان کو اتنا حق الخدمت دیا جائے کہ وہ معاشرہ میں باعزت زندگی بسر کر

سکیں۔ انہیں دوسروں کی طرف للچائی نظروں سے نہ دیکھنا پڑے۔ وہ استغناء کے ساتھ خود کو دینی خدمات میں مشغول رکھیں۔

امام صاحب کے ساتھ تعلق ومحبت میں ہم سب مقتدی حضرات بھی اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کریں کیا ہم شریعت میں مطلوب امام کے حق کو ادا کررہے ہیں۔ امام جس عزت واکرام کا مستحق ہے کیا ہم اسے وہ عزت دے رہے ہیں؟

اِمام اور مقتدی حضرات میں باہمی محبت واِکرام کا تعلق ہی برکت ہے کہ مساجد سے دینی رہنمائی اور دینی قیادت کی جاسکتی ہے۔

علامہ اقبال رحمہ اللہ کا شعر ہے:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام، دُنیا کی اِمامت کا

وہ مسلمان جس نے پوری دنیا کی اِمامت کا فریضہ سرانجام دینا تھا آج ہماری زبوں حالی اور تنزلی دیکھئے کہ آج ہم اپنے محلہ کی مسجد کے نظام میں پریشان ہیں امام اور مقتدی حضرات میں دُوری کی ایک خلیج پیدا کردی گئی ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے نالاں ہیں۔ مقتدی ہونے کے ناطے یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ہمارا تعلق انتظامیہ اور متولی حضرات سے بھی مستحکم ہو اور مسجد کے امام وخدام کے ساتھ بھی محبت وعزت اور اعزاز واِکرام پر مبنی ہو۔ جب تک ہم مسجد کے ماحول کو محبت پر اُستوار نہیں کریں گے معاشرہ اور محلّہ میں مساجد کی خیروبرکات آشکارا نہیں ہوں گی۔

مسجد کی آبادکاری کے لیے انتظامیہ اور ائمہ وخدام کی بھی ذمہ داری ہے لیکن مقتدی ہونے کی حیثیت سے جو ہمارا کام ہے اس میں ہمیں غفلت نہیں کرنی چاہیے۔ مسجد کا اِمام بھی انسان ہے ضروریات اس کے ساتھ بھی ہیں۔ بے عیب ذات صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ پاک نے ہر شخص میں خوبیاں بھی رکھی ہیں اور بعضے خامیاں بھی۔ ہمیں حکم ہے کہ ہم اپنی خامیوں پر اور دوسروں کی اچھائیوں پر نظر رکھیں۔ ہم اپنی مسجد

کے امام کی خوب خدمت کیں اور پھر باہمی تعاون کے ساتھ ان سے خوب دینی کام بھی لیں۔ تاکہ ہماری مساجد خیر القرون کی طرح ہر قسم کی دینی رہنمائی کیلئے مرکزی کردار ادا کرسکیں۔ اور ہم میں سے کون شخص ہے جو اپنی اصلاح نہیں چاہتا۔ لیکن اصلاح کے لئے خشتِ اوّل مسجد سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہوسکتی۔

آج کے پُرفتن دور میں لوگ یہ بہانہ بھی کرتے ہیں کہ ہم اپنی اصلاح کے لئے کس بزرگ کی خدمت میں جائیں جبکہ سلطانی بھی عیاری اور درویشی بھی عیاری کا منظر ہے۔ اس سلسلہ میں اکابر مشائخ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں طلب صادق ہو وہ اگر اپنی اصلاح اور اللہ اللہ سیکھنے کے لئے اپنی مسجد کے مؤذن کے پاس جا کر بھی بیٹھ جائے تو اس کی طلب صادق کی برکت سے اسے نفع ہوگا۔

اس لئے اپنے محلہ کی مسجد کو ہزار غنیمت سمجھنا چاہئے اور مسجد کی خدمت میں مصروف جملہ حضرات کو اپنا محسن سمجھنا چاہئے۔

ہم اپنے گھر اور دفتر کے ملازمین کا بھی خیال رکھتے ہیں تو ائمہ اور خدام ہر وقت ہماری دینی خدمت میں مصروف ہیں ان کا تو ہمیں زیادہ خیال رکھنا چاہئے۔

ان حضرات کو اپنا فیملی ممبر سمجھیں اور ان کے دُکھ درد میں شریک ہوں جب ان خدام دین کو ہم اپنا محسن تصور کریں گے تو اللہ پاک ان کی خدمات کی صورتیں خود بخود ذہن میں ڈال دیں گے۔ اس احسان کا اَدنیٰ درجہ یہ ہے کہ ہم ان کے لئے دُعائے خیر کرتے رہیں۔ یہ بھی بہت بڑی نیکی ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو اپنے ذمہ فرائض ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں آمین۔

ایک اور اہم گزارش

مساجد کی انتظامیہ اور متولی حضرات کی خدمت میں ایک اہم گزارش یہ ہے کہ بعض دفعہ مساجد کی تزئین و آرائش میں فضول خرچی کی حد تک

اخراجات کیے جاتے ہیں اور اہل توفیق اسے کار ثواب سمجھ کر خوب دل کھول کر خرچ کرتے ہیں لیکن بعض مساجد میں یہ حال بھی دیکھا گیا ہے کہ ایک طرف تو تزئین و آرائش آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہوتی ہے۔

عین اسی حال میں مسجد کی دیگر ضروریات کا کوئی پُرسان حال بھی نہیں ہوتا۔ بعض جگہ وضو خانے میں پانی کا انتظام تسلی بخش نہیں تو کبھی پانی کی نکاسی اذیت کا باعث بنی ہوتی ہے۔ بعض جگہ وضو کیلئے بیٹھنے کی جگہیں عمر رسیدہ اور گھٹنوں کی تکلیف میں مبتلا حضرات کیلئے پریشانی بن جاتی ہے۔

بعض مساجد میں طہارت خانوں کی حالت انتہائی خراب ہوتی ہے۔ پانی اور نکاسی کا نظام درست ہو تو صفائی کی حالت تشویشناک حد تک ہوتی ہے۔

مساجد کے انتظام و انصرام میں وضو و طہارت بھی اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لیے آپ جہاں دیگر مصارف میں ہزاروں روپے خرچ کرتے ہیں وہاں ان ضروری چیزوں کو بھی اہمیت دیں تاکہ آنے والے نمازیوں کیلئے سہولت و راحت ہو۔

مقتدی حضرات کیلئے اہم ہدایات

مسجد کے ماحول میں مقتدی حضرات کی اہمیت محتاجِ بیان نہیں... مقتدی حضرات کس طرح ائمہ کرام اور انتظامی کمیٹی کے ساتھ حُسنِ سلوک اور ہمدردی و خیرخواہی کے ذریعے مسجد کو دینی خدمات کیلئے مرکزی اہمیت دے سکتے ہیں اور شریعت میں مساجد کے جو انوار و برکات ہیں اُن سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔

مقتدی حضرات کی خدمت میں

مساجد کے ماحول کو پرسکون بنانے میں مقتدی حضرات کا کردار نمایاں اہمیت کا حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فریضہ نماز اجتماعی انداز میں جس مقدس جگہ ادا کیا جاتا ہے اسے مسجد یعنی جائے سجدہ کہا جاتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ نماز میں قیام رکوع تشہد جیسی چیزیں بھی ہیں لیکن جائے نماز کا نام مسجد رکھتے ہیں ہمارے لئے بڑا سبق ہے کہ ہم سب اس جگہ بارگاہِ خداوندی میں اپنی عظیم ترین چیز یعنی پیشانی جھکانے آتے ہیں۔ امیر غریب عالم غیر عالم سب ہی خدا کے بندے بن کر خدا کے حضور عاجزی کا اظہار کرنے آتے ہیں اور یہی بندگی وعبدیت ہی بندہ کا اصل خزانہ ہے۔ ہم دنیاوی حقیقت سے کون ہیں کیا ہیں۔ ہماری ذات پات عہدہ ومنصب سب باہر کی چیزیں ہیں۔ مسجد میں ہم سب صرف اور صرف اللہ کے بندے ہیں۔ جب ہم اسی جذبے سے مسجد میں داخل ہوں گے تو ہماری کیفیت ہی کچھ اور ہوگی۔

مقتدی ہونے کی حیثیت سے ہمارا تعلق مسجد سے ہے اور مسجد کے جملہ خدام و معاونین ہمارے محسن ہیں۔ چاہے وہ انتظامیہ ہو یا مسجد کے امام وخدام ہوں، ہم سب ان کا احترام مسجد کی نسبت سے کریں اور کوشش کریں ہماری کسی نقل وحرکت سے ان حضرات کو تکلیف نہ پہنچے۔ بلکہ گاہے بگاہے ان سے علیک سلیک رکھیں اور ان کے دُکھ درد میں شریک ہوں اور ان کی خوشی کو اپنی خوشی اور ان کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھیں۔

(۱) ہم مقتدی ہیں تو مسجد کے انتظام میں ہمارا عمل دخل دینا حد سے تجاوز والی بات ہوگی۔ ہاں اگر فرد انتظامیہ ہم سے مشورہ یا کسی قسم کا تعاون مانگے تو پھر اسے سعادت

سمجھ کر محض اللہ کی رضا کے لئے اپنی خدمات پیش کی جانی چاہئیں۔

جن مساجد میں نوک جھوک رہتی ہے اس کی اصل وجہ تلاش کی جائے تو ایک بڑی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ مقتدی حضرات چندروپے کے تعاون کرنے پر اپنی اجارہ داری قائم کرنا چاہتے ہیں کہ ہم مسجد کے معاون ہیں تو مسجد کے انتظامات میں ہماری بات خواہ کتنی ہی نامناسب یا نامعقول کیوں نہ ہو تسلیم کرلی جائے۔ اب اگر ہر مقتدی یہ خواہش کرنے لگے تو پھر خانہ خدا کا خدا حافظ۔

امام اور مقتدی حضرات

باجماعت نماز میں ائمہ حضرات کا سب سے زیادہ واسطہ مقتدی حضرات ہی سے ہوتا ہے اور مسجد کسی ادارہ، کالونی یا ٹاؤن وغیرہ کی ہو تو اس میں مقتدی حضرات گنے چنے اور تقریباً وہی ہوتے ہیں جن سے اکثر واسطہ پڑتا ہے کوئی اِکا دُکا ہی نیا نمازی ہوتا ہے اس لئے ایسی مساجد میں ماحول قدرے بہتر اور پُرسکون ہوتا ہے، بخلاف کسی محلہ بازار۔ اسٹیشن وغیرہ کی مساجد جن میں اکثر نمازی نئے ہوتے ہیں، وہاں ائمہ کرام کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔

امام مقتدیوں سے کیسے برتاؤ کریں

ائمہ حضرات کو سب سے پہلی بات جو ذہن نشین کرنے کی ہے وہ یہ کہ نمازی حضرات کے لئے جہاں تک ممکن ہو سکے آسانی کا معاملہ اور برتاؤ کیا جائے۔

مقتدی حضرات کیلئے چند ضروری آداب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من یرد اللّٰه به خیرا یفقهه فی الدین اللہ پاک جس سے خیر کا اِرادہ فرماتے ہیں اسے اپنے دین کی فہم عطاء فرمادیتے ہیں۔

دین کی فہم ایمان کے بعد اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عطاء ہے۔ دین کی فہم اہل

علم اور اولیاء اللہ کی صحبت ہی سے حاصل ہوتی ہے اور ان حضرات کی مسلسل خدمت اور صحبت سے آدمی دین کی رُوح اور دین کے ذوق سے آشکارا ہو جاتا ہے۔ مسلم معاشرہ میں مساجد کی آبادکاری ناگزیر ہے۔

آج ہماری حالت زار یہ ہے کہ بمشکل 5 فیصد لوگ باجماعت نماز کے لئے مساجد میں آتے ہیں۔ باقی 95 فیصد لوگ جو مساجد میں آنے میں غفلت کرتے ہیں ان کی فکر بھی ہماری ذمہ داری ہے لیکن ہماری تنزلی کہ ہم اپنے رویے اور برتاؤ سے ان پانچ فیصد نمازی حضرات کو بھی مسجد اور نماز سے دور کرنے کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

شیطان کی اوّلین کوشش یہی ہوتی ہے کہ مسلمان کسی نیکی کے قریب نہ جائے اور اگر اللہ کی توفیق سے نیکی کی ہمت کرلے تو پھر شیطان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اس نیکی میں کوئی ایسا کام کرالیا جائے کہ نیکی برباد گناہ لازم والی صورت ہو جائے۔ مسجد میں رہتے ہوئے ہم سے بعض ایسی بے ادبی والے کام ہو جاتے ہیں جن میں سے بعض ایذاء مسلم کے تحت حرام ہیں۔ لیکن بے خیالی میں ان کی طرف توجہ ہی نہیں جاتی۔

O... مسجد کے دروازے کے سامنے گاڑی پارک کرنا۔

O... دوسروں کے جوتے روند کر مسجد میں داخل ہونا۔

O... مسجد کی صفوں پر بے احتیاطی سے جوتے رکھنا۔

O... دوران وضو پانی کا بلا ضرورت استعمال کرنا۔ کہ وہی وضو جس سے گناہ جھڑنے تھے پانی کے بے دریغ استعمال سے مزید گناہ گار ہونے والی بات ہے۔

O... پہلی صف میں نماز ادا کرنے کے شوق میں کئی صفوں میں نمازیوں کی گردنیں پھلانگ کر پہنچنا۔ اور زبردستی دو آدمیوں کے بیچ گھس کر جگہ بنالینا۔ کس قدر ایذاء مسلم ہے۔

O... نماز سے پہلے یا بعد میں ایسی جگہ سنتیں ادا کرنا کہ گزرنے والوں کو تکلیف ہو۔

O... نماز کے فوراً بعد باہر نکلنے کی کوشش کرنا اور کئی نمازیوں کی نماز متاثر کر دینا۔

O... مسجد میں موبائل سائلنٹ پر رکھنا یا کم از کم ایسی گھنٹی لگانی جو نماز میں مخل نہ ہو۔

○... مسجد میں کسی سے کوئی خلاف ادب کام ہو جائے تو اسے اچھے طریقے سے نصیحت کی جائے۔

○... شریعت کا اُصول ہے کہ ایسے شخص کو مسجد میں نہ آنے دیا جائے جو ایسی بیماری میں مبتلا ہو جس سے دوسرے لوگ گھِن کرتے ہوں۔ کسی کو شدید کھانسی ہے۔ کسی کو شدید خارش کی تکلیف ہے۔ کسی کے منہ یا جسم سے بدبو آ رہی ہو تو ایسے تمام لوگوں کو چاہئے کہ وہ گھر پر ہی نماز ادا کرلیں اِن شاءاللہ انہیں گھر پر ہی باجماعت نماز کا ثواب مل جائے گا۔

○... سلام کرنا سنت جبکہ سننے والے پر جواب دینا واجب ہے۔ شریعت نے سلام کا طریقہ موقع محل اور آداب بھی تعلیم فرمائے ہیں، جو لوگ نماز تلاوت اور تسبیحات میں مشغول ہوں انہیں سلام کرنا مکروہ ہے۔ یاد رکھئے! نماز سکون ہے۔ اور یہ ہمیں سکون بھی تب ہی دے گی جب ہم خود کو اور مسجد کے ماحول کو پُرسکون رکھیں گے۔

مقتدیوں کو گھروں میں مسجد بنانے کی ترغیب

امام مقتدیوں کو اس بات کی طرف بھی متوجہ کرے کہ سنت ہے کہ اپنے گھر میں کوئی خاص جگہ نماز کے لئے مخصوص کرلی جائے اور اس کو پاک وصاف رکھا جائے اور اس میں خوشبو لگائی جائے، حدیث میں اس جگہ کے لئے مسجد ہی کا لفظ بولا گیا ہے۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد، باب تطہیر المساجد و تطییبہا، الرقم:۷۵۹)

گھر معاشرے کی اکائی ہے، گویا معاشرے کو اچھا یا برا بنانے کا سانچہ گھر ہی ہے، جیسا کہ دیوار کی مضبوطی کی پہلی ذمہ داری اس دیوار میں لگنے والی اینٹوں پر آتی ہے، اگر صحیح اینٹیں دستیاب نہ ہوسکیں تو دیوار و مکان کی بہتری اور پائیداری کا خواب بھی نہیں دیکھا جاسکتا۔ اسی طرح اگر گھر کا ماحول بہتر ہوگا تو اس گھر سے بہترین انسان ڈھل کر معاشرہ میں جائیں گے اور بہتر کردار ادا کرسکیں گے، اگر گھر کا ماحول بہتر نہ بن سکا تو اس سانچہ سے بہتر انسان بھی نہیں ڈھل سکیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ

گھر کے ماحول کو چھوڑ کر اور آگے کے مرحلوں پر ساری توجہ لگا کر بہتر معاشرتی ماحول کی اُمید لگانا ہماری زبان کے اس محاورہ کے مطابق ہے کہ ''فلاں ہاتھ چھوڑ کر کہنیاں چاٹ رہا ہے'' یا اس کی سادہ مثال یہ ہوگی کہ درخت کے تنے میں تو کوئی پانی نہیں ڈالتا شاخوں کو دھونے پر لگے ہوئے ہیں۔

ہمارے مسائل یہ ہیں کہ بچے نافرمان ہیں، بداخلاق ہیں، وقت ضائع کرتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، گھر میں سکون نہیں، میاں بیوی کے تعلقات کشیدہ رہتے ہیں، ہمسائے آپس میں ایک دوسرے سے نالاں ہیں۔ بازار میں جاؤ خیانت اور جھوٹ ہے، ہمدردی، تعاون باہمی نام کی کوئی چیز نہیں ہے، حقیقت یہ ہے کہ ان مشکلات کے جراثیم خود ہمارے اپنے گھروں کے ماحول میں پیدا ہوئے۔

اس کا حل یہی ہے کہ ہم اپنے گھروں کو ٹی وی اور گانوں جیسی خرافات سے پاک کریں کہ ان چیزوں کے ہوتے ہوئے نہ آدمی تلاوت کر سکتا ہے اور نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نفلی نماز اور سنتیں گھروں میں ادا کریں، بچے دیکھیں گے انہیں نماز پڑھنے کی عادت پڑے گی۔ خواتین کو بھی خیال رہے گا اور گھر کے پورے ماحول پر اس کے اچھے اثرات پڑیں گے۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ گھر میں (نفلی اور سنت) نمازیں پڑھا کرو اور گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ (جامع الترمذی، الرقم: ۴۵۱)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یا رسول اللہ آپ یہاں نماز پڑھ لیں تا کہ ہم اس جگہ کو مسجد بنالیں۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد)

لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اپنے گھروں میں نماز کے لئے ایک کمرہ مخصوص کر دیں جس میں جائے نمازیں ہوں اور نماز کے دوسرے لوازمات مثلاً قرآنِ مجید اور دینی کتابیں وغیرہ موجود ہوں، اس کے کئی فائدے ہیں۔ ایک تو گھر کی خواتین کو نماز کی ادائیگی میں آسانی رہے گی ورنہ تو بڑی مشکل پیش آتی ہے، جائے نماز ڈھونڈو پھر جگہ ڈھونڈو۔ اس

لئے سوتدبیروں کی ایک تدبیر یہی ہے کہ گھر کے ایک کمرے کو گھر کی مسجد بنادو۔ خصوصاً یہ جہاد کریں کہ ٹی وی لاؤنج کو ختم کر کے اس کو مسجد بنائیں۔ ایک مسلمان کی شان ہی نہیں کہ اس کے گھر میں ٹی وی لاؤنج ہو اور اس کے بچے ٹی وی پروگرام دیکھیں۔

لہٰذا گھر میں مسجد کے لئے جگہ خاص کرنا اس عمل میں بڑی برکت ہوگی اور گھر کی یہی جگہ اِن شاء اللہ مسجد ہونے کی وجہ سے جنت میں منتقل کر دی جائے گی۔ یہ کتنی بڑی سعادت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے مقتداء اور پیشوا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم فرمایا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب المساجد، الرقم:۷۵۹)

گھر میں مسجد بنانے کے فائدے

اب گھر کا وہ حصہ جو نماز کے لئے مختص کیا گیا ہے وہاں ذکر واذکار، گھریلو خواتین کی دینی مجلسیں اور قرآن کریم کی تلاوت بھی کی جاسکتی ہے اور اگر گھر میں مسجد نہ بنائی گئی ہو تو پھر خواتین ٹیلی فون کے پاس یا ٹی وی والے کمرے میں نماز کے لئے کھڑی ہوں گی تو کبھی فون کی گھنٹی دورانِ نماز بجے گی اور کبھی ٹی وی کی آواز آئے گی جس سے نماز میں خلل واقع ہوگا اور خضوع خشوع ختم ہو جائے گا۔ چناں چہ اس اہتمام سے ان چیزوں سے حفاظت ہو جائے گی اور اس جگہ کا احترام ہر چھوٹے بڑے کے دل میں بیٹھ جائے گا۔ پھر وہاں آکر بچے بھی خلل نہیں ڈالیں گے۔ تیسرا فائدہ یہ ہوگا کہ خواتین اس جگہ اعتکاف کے لئے بھی بیٹھ سکتی ہیں۔

اب اگر اس کی یوں ترتیب بنالیں کہ گھر کا ایک کمرہ ان مقاصد کے لئے خاص کر دیں۔ تو اس کمرے میں دینی وعلمی کتابوں اور رسائل کا مطالعہ بھی کیا جاسکتا ہے اور چاروں طرف کی دیواروں میں شیلف بنا کر لائبریری کے مقاصد بھی حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ گھر کے بچوں کی تعلیمی تربیت، ان کے اسباق کی حاضری وغیرہ یا پھر بچے اپنا ہوم ورک (Home Work) گھر کا کام وغیرہ بھی اسی جگہ کر سکتے ہیں۔ اس کا پھل یہ ملے گا کہ گھر سے نیک اور صالح انسان ڈھلنے لگیں گے اور وہ پورے معاشرے

میں نیکی پھیلائیں گے۔ایک دو کمروں کے گھر میں رہنے والے بھی ایک جگہ نماز اور مندرجہ بالا فوائد حاصل کرنے کے لئے مخصوص کر سکتے (جس کا طریقہ آگے ضروری وضاحت میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے)۔

ضروری وضاحت

ائمہ کرام لوگوں کو بتائیں کہ گھر کا کمرہ جس کو نماز کے لئے مختص کیا جائے وہ محلّہ کی وقف مسجد جیسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ گھر ہی ہے آپ کسی ضرورت کے وقت اسی کمرہ کو کھانے، سونے اور بیٹھنے اور سامان رکھنے کی ذاتی ضرورت کے لئے استعمال بھی کر سکتے ہیں، وہ آپ کا گھر ہی ہے۔اسی طرح گھر کے اس مخصوص کمرہ کی وجہ سے محلّہ کی مسجد میں فرض نماز چھوڑنا بھی سخت گناہ ہوگا، البتہ یہ مردوں کے لئے نوافل وتلاوت اور ذکر کی جگہ ہوگی اور عورتیں اپنی مکمل نماز اسی میں ادا کریں۔

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے ہر مسلمان کے لئے مستحب ہے کہ اپنے گھر میں ایک مسجد بنالے جس میں سنتیں اور نوافل پڑھا کرے، لیکن اس کے واسطے (بالکل) مسجد کا حکم نہیں، مثلاً عورتیں بحالت حیض اس میں داخل ہو سکتی ہیں، بخلاف ان مساجد کے کہ ان میں داخل ہونا جائز نہیں۔ (خلاصۃ الفتاویٰ:۱/۲۲۷)

یہ ضروری وضاحت نوٹ فرمالیں کہیں ایسا نہ ہو کہ نفع ڈھونڈتے ڈھونڈتے اصل پونجی کا ہی نقصان ہو جائے، یعنی گھر کا ماحول بہتر بناتے بناتے محلّہ کی مسجد میں فرض نمازیں چھوٹ جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو لوگ بغیر کسی عذر کے گھروں میں فرض نماز پڑھتے ہیں، مسجد میں نہیں آتے، میرا دل چاہتا ہے کہ ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔“ (صحیح البخاری: الاذان، باب ... ب صلاۃ الجماعۃ، الرقم:۶۴۴)

اکابر و مشائخ رحمہم اللہ کی ائمہ کرام کو نصیحتیں

مساجد کے مرکزی کردار کو اُجاگر کرنے کیلئے اکابر نے ائمہ حضرات کو جو نصائح فرمائی ہیں اُن میں سے چند نصائح آئندہ صفحات میں دی جارہی ہیں۔ ان کا بغور مطالعہ ائمہ کرام کو بہت کچھ سکھا سکتا ہے۔

نصیحتیں

شیخ ابن امیر الحجاج رحمہ اللہ کی نصیحتیں

شیخ ابن امیر الحجاج رحمہ اللہ اپنی مشہور کتاب ''المدخل'' میں تحریر فرماتے ہیں:

(1) اِمام کیلئے مناسب ہے کہ خالص اللہ کی رضا کیلئے امامت کرے، امامت کے بدلے کوئی تعریف اور دنیوی راحت، کوئی ممتاز حیثیت کا طالب نہ ہو۔

(2) اگر قوم (شرعی عذر کی وجہ سے) ناراض ہو تو اِمامت ترک کردے۔

(3) اِمام کیلئے مناسب ہے کہ اوقات کی پوری حفاظت کرے۔

(4) اِمام کیلئے یہ بھی مناسب ہے کہ کثرت مزاح سے پرہیز کرے۔

(5) اِمام کو بازار کی سیر وتفریح، راستوں اور دکانوں پر بلا ضرورت نہیں جانا چاہیے۔

(6) اِمام کے دِل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو اور علم اور رقت قلب کی دولت بھی ہو۔

(7) اِمام کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ خود کو مقتدی سے افضل و اعلیٰ نہ سمجھے اور اپنی ذمہ داری کا احساس رکھے۔

(8) اِمام کیلئے بہت ضروری ہے کہ خود کو بدعات سے دُور رکھے۔

(9) اِمام کیلئے مناسب ہے کہ مسجد و محراب کی تعمیر میں اور قبلہ کی دیوار میں آیات قرآنی وغیرہ کے لکھنے پر نکیر کرے۔

(10) اِمام کیلئے مناسب ہے کہ تمام منکرات پر اپنی استطاعت کے مطابق نکیر کرتا رہے، اگرچہ یہ نکیر تو سب پر ضروری ہے مگر امام کیلئے اس کی زیادہ تاکید ہے۔

(11) امام کیلئے مناسب ہے کہ اس کا لباس سفید ہو کہ اس کی فضیلت ہے۔

(12) امام کیلئے مناسب ہے کہ خطبہ کے لئے داہنے ہاتھ میں عصا پکڑے۔

(13) امام خطبہ کیلئے منبر پر چڑھے تو داہنے قدم سے ابتداء کرے۔

(14) امام کے لئے مناسب ہے کہ رکوع سجود کی تسبیح اور نماز کے اندر اور نماز کی دُعا میں جہر نہ کرے کہ یہی سنت ہے۔

(15) امام کیلئے مناسب ہے کہ نماز سے فراغت پر اپنی جگہ سے ہٹ جائے۔ یعنی اپنی ہیئت بدل دے کہ نئے آنے والے نمازیوں کو نماز میں ہونے کا شبہ نہ ہو۔ اور سنن و نوافل بھی اپنی جگہ سے کچھ ہٹ کر پڑھنا چاہئے۔ (المدخل جلد۲، ص ۲۷۴)

ہمیں اپنا احتساب کرتے رہنا چاہئے

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"علم کا سب سے پہلا اور اہم تقاضہ یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کا احتساب کرے، اپنے فرائض اور اپنی کوتاہیوں کو سمجھے اور ان کی ادائیگی کی فکر کرنے لگے، لیکن اگر اس کے بجائے وہ اپنے علم سے دوسروں ہی کے اعمال کا احتساب اور ان کی کوتاہیوں کے شمار کا کام لیتا ہے تو پھر یہ علمی کبر و غرور ہے جو اہلِ علم کے لئے بڑا مہلک ہے۔

کارِ خود کن کارِ بیگانہ مکن" (ملفوظات مولانا الیاس: ۱۷)

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ "مولانا الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ نے آخری وقت تک (تبلیغی جماعت کے بارے میں) اپنی طرف سے اطمینان نہیں کیا اور نفس کے محاسبہ اور نگرانی سے غافل نہیں ہوئے، بل کہ جس قدر لوگوں کا رجوع بڑھتا رہا اپنی طرف سے زیادہ غیر مطمئن اور خائف ہوتے گئے اور احتساب نفس کا کام بڑھاتے رہے۔ بعض اوقات اہلِ حق اور اہلِ بصیرت کو بڑی لجاجت سے اس طرف متوجہ فرماتے کہ وہ آپ پر نظر رکھیں اور اگر کہیں عجب و کبر کا

شائبہ نظر آئے تو متنبہ کریں۔ (مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت: ۲۱۶)

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کو وفات کے بعد حضرت جعفر خلدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خواب میں دیکھا اور پوچھا: کیا معاملہ ہوا؟

انہوں نے جو جواب دیا، اس میں ہم ائمہ کرام کی جماعت کے لئے بڑی فکر کی بات ہے، رو رو کر اللہ تعالیٰ سے یہ نعمت مانگنے کی ضرورت ہے اور اپنے کمرہ میں یہ نصیحت...... لکھ کر رکھنے کی ضرورت ہے فرمایا:

"طَاحَتْ تِلْکَ الْإِشَارَاتُ، وَ غَابَتْ تِلْکَ الْعِبَارَاتُ، وفَنِيَتْ تِلْکَ الْعُلُوْمُ ، وَنَفِدَتْ تِلْکَ الرُّسُوْمُ ، وَمَا نَفَعَنَا إِلَّا رُكَيْعَاتٌ كُنَّا نَرْكَعُهَا فِي الْاَسْحَارِ" (تراشے: ص ۲۹)

ترجمہ: "وہ اِشارے مٹ گے، وہ عبارتیں غائب ہوگئیں، وہ علوم فناء ہوگئے اور وہ نقوش ختم ہوگئے، ہمیں تو صرف ان چند رکعتوں نے فائدہ دیا جو ہم سحری کے وقت پڑھا کرتے تھے۔"

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اِنَّمَا الْفَقِيْهُ الزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا الرَّاغِبُ فِي الْاٰخِرَةِ الْبَصِيْرُ بِاَمْرِ دِيْنِهٖ. الْمُدَاوِمُ عَلٰى عِبَادَةِ رَبِّهٖ" (سنن الدارمی، المقدمۃ: ۱/۳۲۹)

ترجمہ: "فقیہ وہ ہے جو دُنیا سے بے رغبت ہو، آخرت کی طرف راغب ہو، اپنے دین کے معاملے میں بصیرت رکھنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت پر مداومت کرنے والا ہو۔"

امام کی لوگوں کے ساتھ بے تکلفی نقصان دہ ہے

ہر طبقے کے اندر جب بھی حد سے زیادہ تعلقات ہو جاتے ہیں تو اکثر ایسے تعلقات حقارت و منافرت پیدا کرنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس قدر بے تکلف نہ ہو جائے کہ طرفین کو اس کا نقصان اُٹھانا پڑے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک حکیمانہ قول ہے:

"اَلْاِنْقِبَاضُ عَنِ النَّاسِ مَکْسَبَةٌ لِلْعَدَاوَةِ، وَالْاِنْبِسَاطُ إِلَيْهِمْ مَجْلَبَةٌ لِقُرَنَاءِ السُّوْءِ، فَكُنْ بَيْنَ الْمُنْقَبِضِ وَالْمُنْبَسِطِ" (حلیۃ الاولیاء: ۹/۱۳۰، الرقم: ۱۳۳۶۱)

ترجمہ: لوگوں کے ساتھ ترش روئی سے پیش آنا لوگوں کو دشمن بنا لیتا ہے اور بہت زیادہ خندہ پیشانی برے ہم نشینوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، لہٰذا ترش روئی اور بہت زیادہ خندہ پیشانی کے درمیان معتدل راہ اختیار کرو۔"

ہر امام کو چاہئے کہ وہ اس قول کو ہمیشہ یاد رکھے اور اپنے مقتدیوں اور دوستوں اور شاگردوں کو اس کی نصیحت کرتا رہے، اس قول پر عمل ہم سب کے لئے بہت ہی مفید رہے گا اور ہم کو حدِ اعتدال کے اندر قائم رکھے گا۔

حضرت احنف بن قیس رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا۔

"اے احنف! جو آدمی زیادہ ہنستا ہے اس کا رُعب کم ہو جاتا ہے جو مذاق زیادہ کرتا ہے لوگ اسے ہلکا اور بے حیثیت سمجھتے ہیں، جو باتیں زیادہ کرتا ہے اس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں، جس کی لغزشیں زیادہ ہو جاتی ہیں اس کی حیاء کم ہو جاتی ہے اور جس کی حیاء کم ہو جاتی ہے اس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اور جس کی پرہیزگاری کم ہو جاتی ہے اس کا دل مُردہ ہو جاتا ہے۔"

(حیاۃ الصحابۃ (عربی) مواعظ عمر بن الخطاب: ۳/۲۶۸)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کی نصیحتیں

حضرات علماء کرام اپنے اپنے حلقے میں دین کے پیشوا اور قوم کے مقتدا ہیں، ان کے اس رفیع منصب کے لحاظ سے ان پر بڑی گراں قدر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، اس لئے ہم سب کا فرض ہے کہ ان عظیم الشان ذمہ داریوں کو پوری طرح محسوس کریں اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی تدابیر کریں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اَمانت ہمارے سپرد کی گئی ہے، اس کیلئے ہم فکر مند ہوں اور اُمت کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر چلانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

(۱)... جو حضرات امامت وخطابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں، انہیں اس بات کی حرص ہونی چاہئے کہ ان کے وجود سے علاقے کے لوگوں کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچے اور لوگوں کا تعلق مساجد کے ساتھ قائم ہو، اس کیلئے مندرجہ ذیل تدابیر اختیار کی جائیں:

(الف)... قرآنِ کریم، حدیث نبوی اور مسائلِ فقہیہ کا درس باقاعدگی اور التزام سے دیا جائے، اور ان کے لئے مناسب وقت تجویز کیا جائے۔

(ب)... جن مساجد میں قرآن کریم کے مکاتب نہیں، وہاں مکاتب قائم کئے جائیں اور جہاں مکاتب قائم ہیں، ان کی نگرانی کی جائے، ان کو فعال بنایا جائے اور ترغیب دے کر بچوں کو وہاں لایا جائے، تا کہ محلے کا ایک بھی بچہ ایسا نہ رہے جو کم از کم ناظرہ قرآن کریم پڑھنے سے محروم ہو، اسی طرح لوگوں کو قرآن کریم حفظ کرانے کی ترغیب دِلائی جائے۔

(ج)... تعلیم بالغاں کا بھی اہتمام کیا جائے اور لوگوں کو قرآن مجید پڑھنے کا شوق دِلایا جائے، نیز اس مقدس کام کے لئے خود وقت دیا جائے۔

(د)...نوجوان طبقہ کو دین سے مانوس کرنے کی سعی کی جائے اور ان کی دینی تعلیم و تربیت کے لئے بھی وقت دیا جائے۔

(ہ)... جمعہ کے خطبات "کَیْفَ مَا اتَّفَقَ" نہ ہوں، بلکہ ان کے لئے اہم دینی موضوعات کو ایک خاص ترتیب سے منتخب کیا جائے اور جس موضوع پر خطاب کرنا ہو، اس کے لئے پوری تیاری کی جائے، نیز مؤثر انداز میں موضوع کا حق ادا کیا جائے، خطبات میں ترغیبی پہلو کو غالب رکھا جائے اور بات ایسے بجے تلے انداز میں کی جائے جس سے نہ صرف بات ذہن نشین ہو جائے، بلکہ سامعین کی فکری و عملی اصلاح بھی ہو۔

(و)... جن مساجد میں تبلیغی جماعت کے حلقے قائم ہیں، ان سے ربط و تعلق رکھا جائے، ان کی بھرپور اعانت و سرپرستی کی جائے اور نوجوانوں کو ترغیب دے کر تبلیغی جماعت سے وابستہ کرنے کی ہر ممکن سعی کی جائے۔

(ز)... خطبات کے دوران نیز نجی محفلوں میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بزرگانِ دین خصوصاً اپنے اکابر کے حالات و واقعات اور ملفوظات و ارشادات بیان کرنے کا اہتمام کیا جائے، (مستند) حکایات و واقعات سے اکابر سے عقیدت پیدا ہو گی اور یہی تمام بدعات اور سارے فتنوں کا تریاق ہے۔

(۲)... جو حضرات تجارت یا کاروبار کی لائن سے وابستہ ہیں، وہ اس کو صرف اپنا ذریعہ معاش نہ سمجھیں بلکہ اسے ذریعۂ تبلیغ اور مرکزِ دعوت تصور کریں اور اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر ہو سکتی ہیں: (الف)... بیع و شراء اور کاروبار سے متعلقہ احکام شرعیہ کو خوب محفوظ کیا جائے اور ان پر عمل کیا جائے۔

(ب)... جو گاہک دکان پر آئے یا جس شخص سے معاملہ کرنا پڑے، باتوں باتوں میں اس کو احکامِ شریعت کی یاد دہانی کی جاتی رہے۔

(ج)... اس امر کی کوشش کی جائے کہ آس پاس کے دکان داروں کے ساتھ کچھ دینی باتیں ہو جایا کریں اور اس کے لئے کچھ لمحات تجویز کر لئے جائیں۔

(د)... بازار میں حق تعالیٰ سے غفلت چوں کہ عام ہوتی ہے، اس لئے وہاں ذکر اللہ کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے، لہٰذا کوشش ہونی چاہئے کہ کوئی ہلکا پھلکا ذکر، تسبیح، درود شریف وغیرہ زبان پر جاری رہے اور اس کی عادت بنالی جائے۔

(ہ)... کاروبار میں عام طور پر نمازوں سے غفلت ہو جاتی ہے، اس لئے اس کا ضروری اہتمام کیا جائے کہ اذان ہوتے ہی قریب کی مسجد میں نماز با جماعت ادا ہو۔

(و)... حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، بزرگانِ دین اور اپنے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ کے واقعات وحالات کا مطالعہ اور مذاکرہ رکھا جائے۔

(۳)... جو حضرات جدید تعلیم گاہوں میں تعلیم و تدریس کی خدمات انجام دے رہے ہیں، ان کو حق تعالیٰ نے دینی دعوت کا ایک اہم اور وسیع میدان عطاء فرمایا ہے، وہ اپنے عالمانہ وقار اور مؤمنانہ کردار کے ذریعے دین کی بڑی خدمت انجام دے سکتے ہیں:

(الف)... ان حضرات کو ماحول سے مرعوب نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ تصور کرنا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے انہیں دین کی دولت اور سنتِ نبوی کی عظیم الشان نعمت سے نواز کر اس بگڑے ہوئے ماحول کے لئے مسیحا بنا کر یہاں بھیجا ہے اور جو دولت ان کے سینے میں حق تعالیٰ نے ودیعت کر رکھی ہے وہی اس ماحول کے لئے تریاق ہے، اس لئے انہیں خود اس ماحول کے مطابق نہیں ڈھلنا چاہئے بلکہ اس ماحول کو سنتِ نبوی کے مطابق ڈھالنا ہے۔

(ب)... وہ اپنے رفقاء کار (اساتذہ) کو دین کی ترغیب دیں، اپنی تعلیم گاہوں میں دینی شعائر کی سر بلندی کے لئے تدابیر سوچیں اور اس کے لئے مناسب انداز میں مشورے دیں۔ (ج)... جو طلبہ ان کے ہاں زیرِ تعلیم ہوں، ان میں دینی رنگ پیدا کرنے کی کوشش کریں، انہیں قرآن وحدیث کی ہدایات سے آگاہ کریں، بزرگانِ دین کے واقعات سنائیں، نیکی کی ترغیب دِلائیں، اخلاق حسنہ کی تلقین کریں اور دینی فرائض کی پابندی کا شوق دِلائیں۔

(د)... نوجوان طلبہ کو ''تبلیغی جماعت'' میں وقت دینے کی ترغیب دیں اور انہیں

جماعت سے وابستہ کرنے کی کوشش کریں۔

الغرض حضرات علمائے کرام جس شعبہ میں بھی کام کر رہے ہوں، اپنے آپ کو دین کا مبلغ تصور کریں اور مخلوق کو زیادہ سے زیادہ دینی نفع پہنچانے کا فکر واہتمام کریں۔

(۴)...دوسروں کی فکر کے ساتھ ساتھ خود اپنی تکمیل کی فکر اور اپنے علم اور جذبہ عمل کو تازہ رکھنا بھی نہایت ضروری ہے اور اس کے لئے مندرجہ ذیل تدابیر کی جائیں: (الف)...علمی ترقی کے لئے قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقہ و فتاویٰ کا مطالعہ جاری رہنا چاہئے۔

(۱)...تفسیر میں بیان القرآن، فوائد عثمانی اور معارف القرآن۔

(۲)...حدیث میں مشکوٰۃ شریف، ریاض الصالحین، جمع الفوائد، ترجمان السنہ، معارف الحدیث اور حیاۃ الصحابہ۔

(۳)..فقہ میں بہشتی زیور، عمدۃ الفقہ، امداد الفتاویٰ اور فتاویٰ دارالعلوم دیوبند۔

(۴)...بزرگوں کے حالات وسوانح میں نقشِ حیات، اشرف السوانح، علمائے ہند کا شاندار ماضی، اَرواحِ ثلاثہ، تذکرۃ الرشید، تاریخ دعوت وعزیمت اور اس نوعیت کی دیگر کتابیں۔

(ب)...علمی ترقی کے لئے حضرت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ وملفوظات کا مطالعہ کیا جائے۔(ج)...حضرات علمائے کرام کا شمار چوں کہ خواصِ اُمت میں ہوتا ہے اور ان کی ترقی وتنزلی سے پوری اُمت متاثر ہوتی ہے، اس لئے اپنی اصلاح وتربیت کے لئے ہر عالم کا کسی متبع سنت شیخ کامل سے وابستہ ہونا ناگزیر ہے اور حضراتِ علمائے کرام کو اس کا ضرور اہتمام کرنا چاہئے۔

حضرت مفتی محمود اشرف عثمانی مدظلہ کی نصیحتیں

''برادرانِ عزیز! ہم اور آپ ایک کشتی میں سوار ہیں اور دین کی خدمت کے لئے اللہ جل شانہٗ نے ہمیں قبول فرمایا ہے، یا یوں کہہ لیجئے کہ ہم نے دین کی خدمت کی لائن کو اپنے لئے منتخب کیا ہے اللہ جل شانہٗ ان تمام خدمات کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نوازے۔ ہم اور آپ اس دین کی خدمت، اللہ جل شانہٗ کی رضا حاصل کرنے کے لئے انجام دے رہے ہیں۔ اگر ہماری نیتوں میں کچھ کھوٹ ہے تو اللہ جل شانہٗ اس کھوٹ کو دُور فرمادیں، اللہ جل شانہٗ ہمیں اخلاص عطا فرمادیں، صدق عطاء فرمادیں اور اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطاء فرمادیں۔

زندگی کے مختلف شعبے ہیں اور زندگی کے مختلف شعبوں میں کام کرنا جائز بھی ہے، کوئی آدمی بڑھئی بن جاتا ہے، کوئی آدمی لوہار بن جاتا ہے، کوئی انجینئر بن جاتا ہے، کوئی زراعت کا پیشہ اختیار کرتا ہے اور کوئی مزدوری کا پیشہ اختیار کرتا ہے۔ یعنی مختلف کام ہیں جو اس دنیا میں کئے جاتے ہیں اور یہ سب کام جائز بھی ہیں، ان کاموں کے ذریعے بھی آدمی اللہ جل شانہٗ تک پہنچ سکتا ہے۔

اس پر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا کہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور دیگر اکابر علماءِ دیو بند کے زمانے میں ایک صاحب تھے، غالباً ان کا نام بابا عبداللہ شاہ تھا اور وہ گھسیارے تھے، گھاس کاٹا کرتے تھے اور گھاس کاٹ کر بازار میں بیچا کرتے تھے اور ان کا طریقہ یہ تھا کہ اتنی گھاس کاٹ لیا کرتے جس سے روزانہ ایک آنہ آمدنی ہو جایا کرے اور اُنہوں نے پھر ایک آنہ کے حصے متعین کئے ہوئے

تھے، ایک پیسہ اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتے تھے، ایک پیسہ جمع کر لیتے تھے اور دو پیسے اپنے اور اپنے گھر والوں پر خرچ کر دیتے تھے اور جو ایک پیسہ جمع کر لیتے تھے جمع کرنے کے بعد جب کچھ رقم جمع ہو جاتی تو بڑے علماء کو کھانے پہ بلا لیا کرتے تھے، سیدھا سادہ کھانا بلکہ سادہ چاول پکا کے ان کو کھلا دیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمیں ان کی دعوت کا انتظار لگا رہتا تھا کہ کب وہ ہماری دعوت کریں اور فرماتے تھے کہ جب ہم ان کا کھانا کھا لیتے تھے تو چالیس دن تک ہمیں اپنی طبیعت میں اس کا اثر محسوس ہوتا تھا، اللہ جل شانہٗ کی عبادت کی طرف رغبت ہوتی تھی، نیکیوں کی طرف توجہ ہوتی تھی گناہ اور وساوس سے حفاظت رہتی تھی۔

اب بتائیے کہ گھاس بیچ کر پیسے کمائے گئے، اس سے علماء کی دعوت کی گئی مگر مقصد حلال رزق تھا، مقصد اللہ جل شانہٗ کی رضا تھی۔ اس لئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ جو کہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بھی استاذ ہیں فرماتے ہیں: اس دعوت میں وہ نور تھا کہ چالیس دن ہمارے اُوپر انوار کی ایک عجیب کیفیت رہتی تھی۔

اور اس کے مقابلہ میں یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے ایک رئیس کی دعوت قبول کر لی اور اس کے ہاں جا کر کھانا کھا لیا، رئیس ایسا تھا جس کا پیسہ کچھ مشکوک تھا جس کا بعد میں ہمیں پتہ چلا کہ اس کا پیسہ صحیح نہیں ہے تو جب ہم نے اس کی دعوت کھا لی اس کے بعد چالیس دن تک ہماری عجیب کیفیت رہی۔ دل یوں چاہتا تھا کہ کوئی عورت مل جائے اس کے ساتھ بدکاری کریں، وہ تو اللہ جل شانہٗ نے ہماری حفاظت فرمائی کہ نوبت نہیں آئی، ورنہ طبیعت میں اس کا شدید تقاضا پیدا ہو گیا تھا۔

تو بات یہ ہے کہ صدق کے ساتھ آدمی کوئی بھی پیشہ اختیار کر لے جائز ہے، چاہے گھاس کاٹے اور پیسے کما لے اس میں برکت ہو سکتی ہے، آپ کاشت کاری کریں

تو بھی برکت والی چیز ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ تاجر سچا ہو، امانت دار ہو تو انبیاء صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (جامع الترمذی، البیوع، باب ماجاء فی التجار: ۱/۲۲۹)

مقصد کا استحضار رکھیں

آپ حضرات نے تمام پیشوں کو چھوڑ کر صرف ایک ذریعہ اختیار کیا، وہ ہے خدمتِ دین، خدمتِ قرآن کا اور خدمت علم دین کا ذریعہ۔ اب اس کے ذریعے بھی اللہ جل شانہٗ ہمیں رزق حلال عطاء فرماتے ہیں، چناں چہ اتنی آمدنی ہو جاتی ہے کہ ہم اور آپ کچھ تنگی ترشی کے ساتھ ہی سہی مگر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عافیت کے ساتھ اس میں گزارہ کر لیتے ہیں۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر ہم دوسرا پیشہ اختیار کرتے جس میں مالی منفعت زیادہ ہو، وہ بھی جائز ہوتا اور پیسے بھی زیادہ ملتے، لیکن ہم نے اس کو چھوڑا اور خدمتِ دین کی طرف آئے۔ کیوں آئے؟

یہ سوچ کر اللہ جل شانہٗ نے اس کے وہ فضائل رکھے ہیں جو ان پیشوں کے اندر نہیں ہیں، چناں چہ گھاس کاٹنے میں یا زراعت میں یا تجارت میں یا ملازمت یا انجینئر بننے میں یا ترکھان یا لوہار بننے میں وہ فضائل نہیں ہیں جو قرآن مجید کی خدمت کرنے میں ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ" (سنن ابی داؤد، الصلوٰۃ)

ترجمہ: "تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔"

جب ہم ایک مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں تو اس مقصد کا ہمارے ذہنوں میں رہنا ضروری ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ وہ مقصد ہماری نگاہوں سے اُوجھل ہو جاتا ہے یا پیچھے چلا جاتا ہے۔ جب آپ نے یہ لائن اختیار کی، اس وقت یہ سوچ کر اختیار کی تھی کہ ہم قرآن مجید کی خدمت کریں گے، لیکن کچھ عرصہ بعد آہستہ آہستہ دوسری چیزیں سامنے آجاتی ہیں۔ مثلاً فلاں کو تنخواہ زیادہ مل رہی ہے مجھے کم مل رہی ہے، فلاں کو محنت کم کرنی پڑتی ہے مجھے محنت زیادہ کرنی پڑتی ہے، فلاں کو فلاں

آرام ہے اور مجھے فلاں آرام نہیں ہے۔

یعنی جو اصل مقصد تھا قرآن کریم کی خدمت کا وہ آہستہ آہستہ پیچھے چلا جاتا ہے اور دنیا کے منافع اور دنیوی چیزیں سامنے آتی چلی جاتی ہیں۔ خدانخواستہ ایسی کوئی صورت نہ پیدا ہو جائے کہ ہمارا مقصد قرآن کی خدمت نہ رہے بلکہ پیسہ کمانا مقصود ہو جائے، سہولتیں حاصل کرنا مقصود بن جائے، حالاں کہ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ یہ آپ حضرات کی زندگی کے مقاصد نہیں تھے۔ جب آپ نے خدمتِ دین کی لائن اختیار کی تو یہ مقاصد آپ کے سامنے نہیں تھے۔ محض اللہ کی رضاء اور قرآن کی خدمت کا کام کر رہے ہوں تو اس دین کے کام میں مختلف باتیں پیش آتی ہیں۔ منتظمین کی طرف سے بھی تکلیفیں پیش آتی ہیں اور ساتھیوں کی طرف سے بھی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ان باتوں میں اُلجھ کر ان ہی کو سوچتا رہتا ہے اور اپنے اصل مقصد کو بھول جاتا ہے، لہٰذا آپ حضرات سے گزارش یہ ہے کہ اپنے مقصد کو وقتاً فوقتاً تازہ کرتے رہنا چاہئے، جب اس طرح کی باتیں پیش آئیں، ناگواری کے حالات پیش آئیں، تکلیفیں پیش آئیں، سوچیں کہ دیکھو بھئی! ہم دوسری طرف بھی جا سکتے تھے اور اب بھی اگر چاہیں تو زندگی کے دوسرے شعبوں میں دوسرے کام بھی کر سکتے ہیں۔ اگر دوسروں کے ہاتھ پاؤں ہیں تو ہمارے بھی ہاتھ پاؤں ہیں، دوسرے محنت کر سکتے ہیں تو ہم بھی محنت کر سکتے ہیں، لیکن ہم جو یہاں نکلے ہوئے ہیں پیسے کے چکر میں تھوڑے ہی نکلے ہوئے ہیں، ہم تو ایک مقصد لے کر آئے تھے، اگر اب اللہ جل شانہٗ اس مقصد کو پورا فرما دیں تو پھر زندگی کارآمد ہے۔

تو اس مقصد کا استحضار ہوتا رہنا چاہئے اور چوں کہ میں خود اس میں مبتلا رہا ہوں۔ میں آپ سے زیادہ اس لائن میں رہا ہوں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ میری عمر گزر چکی ہے، میں تجربے کی بناء پر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ جب آدمی یہ کام کرتا ہے اور طرح طرح کی چیزیں سامنے آتی ہیں تو آدمی آہستہ اپنے مقصد کو بھولتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً

اس کے پاس تو اتنے لڑکے ہیں، میرے پاس اتنے لڑکے نہیں، اس کو تو یہ دیا تھا مجھے تو یہ نہیں دیا، اسے چائے پلاتا ہے مجھے چائے نہیں پلاتا۔ یہ اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں جن کی کوئی حیثیت ہماری زندگی میں پہلے نہیں تھی، مقصد میں نہیں تھی، وہ آہستہ آہستہ دِل ودماغ میں سما جاتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم جو کچھ پڑھا رہے ہوتے ہیں اس سے ہٹ کر توجہ دوسرے کاموں میں لگ جاتی ہے۔ پھر وہ مقصد ہمارے سامنے نہیں رہتا، ایسی صورت میں خدانخواستہ ہماری عمر ضائع ہوسکتی ہے اور اس میں ہماری دینی محنت کے ضائع ہونے کا بھی خطرہ ہے۔

اپنے تجربے کی روشنی میں ایک گزارش یہ ہے کہ اپنے مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھا جائے اور اس مقصد کو وقتاً فوقتاً تازہ کیا جائے اور یہ بھی عرض کردوں کہ آپ کو اس راستے میں طرح طرح کی تکلیفیں پیش آئیں گی اور ضرور آئیں گی کیوں؟ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی تکلیفیں پیش آئی تھیں۔ ہم تقریروں میں لوگوں کو بتاتے ہیں کہ دیکھو انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو کتنی تکلیفیں پیش آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُوپر پتھر برسائے گئے، آپ کو شاعر کہا گیا، آپ کو مجنون کہا گیا، آپ کے دندانِ مبارک شہید کئے گئے اور آپ کے سر مبارک سے خون بہا۔

لیکن جب خود ہمارے اُوپر یہ تکلیفیں آتی ہیں تو بڑے ناراض ہوتے ہیں کہ بھئی ہمیں کیوں تکلیف پیش آرہی ہے، ہم تو اللہ ہی کے لئے کام کررہے ہیں۔ تو جب تکلیفیں پیش آئیں تو اس میں اپنے مقصد کو یاد رکھیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں اُلجھ کر اپنے عظیم مقاصد کو فراموش نہ کریں۔

رزق کو حلال طیب کیا جائے

دوسری گزارش یہ ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ نے ہمارے لئے اس کام کو رزقِ حلال کا ذریعہ بنایا ہے اور ہم نے دوسرے پیشے اختیار نہیں کئے، یہی پیشہ اختیار کیا ہے اور اسی کے ذریعے ہمیں رزقِ حلال بھی مل رہا ہے تو ضرورت ہے کہ رزقِ حلال کو

حلال طیب (وپاکیزہ) کیا جائے۔

جیسا کہ میں نے آپ کو ابھی مثال دی اس گھاس کھاٹنے والے کی کہ شیخ الحدیث بھی اس کی دعوت کا انتظار کیا کرتے تھے، کیوں کہ اللہ جل شانہٗ نے ان کے پیسوں میں برکت رکھی تھی، ان کے پیسے کے اندر انوار تھے۔ تو ہم جو ملازمت کر رہے ہیں اور جو تنخواہ ہمیں اس ملازمت کی وجہ سے مل رہی ہے اگر ہم اس کو حلال کر کے کھائیں تو نامعلوم اللہ تعالیٰ کے یہاں ہمارا کیا مقام ہو۔

مثلاً: میں اپنی مثال دیتا ہوں کہ میرے ذمہ جو ڈیوٹی ہے پوری پوری انجام دوں اور صحیح وقت پر حاضر ہو کر اپنی تنخواہ کو حلال کروں۔ میرے پیسے کے اندر بھی برکت ہو سکتی ہے، اللہ جل شانہٗ اس پیسے کے اندر انوار پیدا فرمادیں گے اور اگر خدانخواستہ میں نے اس وقت کو ضائع کر دیا، یہاں بیٹھ کر میں اخبار پڑھتا رہا، اپنے منصب پر بیٹھ کر مدرسہ کا فریضہ انجام دینا چاہئے تھا لیکن میں ذاتی کام کرتا رہا، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ میری تنخواہ میں وہ اَنوار پیدا نہیں ہوں گے جن کا ہونا ضروری تھا۔

آپ حضرات سے گزارش یہ ہے کہ اپنی تنخواہ کو حلال سے حلال تر کرنے کی کوشش فرمائیں۔ ہماری آپ کی تنخواہ کا حال یہ ہے کہ سات آٹھ گھنٹے مسلسل محنت کریں تب جا کر حلال ہوتی ہے، لیکن کیا کریں دنیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ" (البلد:۴)

ترجمہ: "ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا۔"

تو اس راہ میں مشقتیں آتی ہیں، ان مشقتوں کو آدمی برداشت کرتا ہے تو پھر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے وعدہ ہے:

"اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا" (الانشراح:۶)

ترجمہ: بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔"

پھر اللہ جل شانہٗ آسانی کے دروازے کھول دیتے ہیں تو تنخواہ حلال کر کے کھانا

بہت ضروری ہے۔ بنیادی بات یہ ہوگئی کہ وقتاً فوقتاً اپنے مقصد کو یاد کرتے رہیں کہ ہم اس خدمتِ قرآن کی لائن میں کیوں آئے ہیں......؟ کیا مقصد پیسہ کمانا تھا......؟ کیا ساتھیوں سے لڑنا تھا......؟ کیا مقصد تھا ہماری زندگی میں......؟

ایسا تو نہیں کہ مقصد کے خلاف کچھ باتوں میں اُلجھ گئے ہوں جو بڑی حقیر باتیں ہیں، چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں اور ہمارے اُونچے مقصد کے بہت خلاف ہیں، اگر ایسا ہے تو ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو چھوڑ کر اپنے اصلی مقصد کی طرف لوٹنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ماتحتوں کے ساتھ شفقت

تیسری گزارش یہ ہے کہ حضرت مولانا سحبان محمود صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ سے میں نے خود سنا کہ اللہ جل شانہٗ نے "اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰن" (الرحمٰن: آیات ۱، ۲) میں رحمٰن کا لفظ اختیار فرمایا۔ اس میں اشارہ ہے کہ قرآن کریم پڑھانے والے کو بڑا ہی مہربان ہونا چاہئے۔ "اَللّٰہُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن" نہیں فرمایا "اَلْمُنْتَقِمُ عَلَّمَ الْقُرْاٰن" نہیں فرمایا بلکہ رحمت کا صیغہ استعمال فرمایا، وہ بھی مبالغہ کا صیغہ استعمال فرمایا کہ بڑا مہربان ہے وہ جس نے قرآن سکھایا، اس میں اِشارہ ہے کہ قرآن کریم سکھانے کے لئے بڑی نرمی بڑے تحمل اور بڑی بردباری کی ضرورت ہے۔ جتنا آپ اپنے طالب علموں کے لئے نرم ہوں گے، جتنا شفقت کا معاملہ ان کے ساتھ کریں گے، اتنی ہی اللہ جل شانہٗ کی رحمت آپ کی طرف متوجہ ہوگی۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اِرْحَمْ مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکَ مَنْ فِی السَّمَآءِ"

(مستدرک للحاکم، کتاب التوبة والإنابة: ۴/ ۲۷۹، الرقم: ۷۷۱۲)

ترجمہ: "تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا" (تم اپنے ماتحتوں پر رحم کرو اُوپر والا تم پر رحم کرے گا)۔

یہ تیسری گزارش ہوگئی کہ اپنے بچوں کے ساتھ، اپنے ماتحتوں کے ساتھ شفقت

کے ساتھ پیش آئیں۔ شفقت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُصول کو چھوڑ دیا جائے۔ اُصول کی تو پابندی ان سے کروانی ہوگی کہ ’’بیٹے! آپ نے فلاں کام لازماً کرنا ہے‘‘۔ ’’بیٹے! فلاں وقت پڑھنا ضروری ہے فلاں وقت یہ سپارہ سنانا ضروری ہے۔‘‘ یہ اُصولی بات ہے لیکن لہجے میں شفقت اور نرمی ہو اور معاملے میں ان کے ساتھ نرمی ہو۔

اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کے دل آپ کی طرف کھنچیں گے اور وہ سمجھیں گے یہ ہمارے باپ سے بھی زیادہ مہربان ہیں۔ تو شفقت کی وجہ سے ان کے لئے بھی قرآن مجید کا یاد کرنا آسان ہوگا اور آپ کے لئے بھی پڑھانا آسان ہوگا۔ اللہ جل شانہٗ کی رحمت بھی آپ کی طرف متوجہ ہوگی اور پھر وہ ساری عمر آپ کو یاد کریں گے کہ ہمارے استاذ نے ہمیں بڑی نرمی اور شفقت کے ساتھ پڑھایا تھا۔

اور جو مارنے والے استاذ ہیں، بہت زیادہ سختی کرنے والے استاذ ہیں، ایک تو وہ عند اللہ بھی گناہ گار ہوتے ہیں۔ اگر آپ کی مار کی وجہ سے بچے کے جسم پر نشان پڑ گئے تو بھی گناہ گار ہوں گے، چہرے پر ماریں گے تو بھی گناہ گار ہوں گے، اس سے بچے کے دل میں نفرت پیدا ہو جائے گی، صرف بچوں کے دل میں ہی نہیں بلکہ بچوں کے ماں باپ کے دل میں بھی نفرت پیدا ہو جائے گی، اور بعض مرتبہ وہ ایسی بد دعائیں دے دیتے ہیں، خاص طور پر بچے کی ماں ایسی بد دُعا دے دیتی ہے کہ پڑھانے والے کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے: ’’اِتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ‘‘

(صحیح البخاری، ابواب المظالم والقصاص، باب الاتقاء والحذر من دعوة المظلوم: ۱/۳۳۱)

مظلوم کی بد دُعا سے بچو

اور یہ بھی یاد رکھو کہ ہمارا کام پڑھانے کی پوری کوشش کرنا ہے، باقی رہا ان کا پڑھ جانا یہ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں۔ ہم ڈنڈا لے کر ان کا سر نہیں پھاڑ سکتے، اس کی اجازت نہیں ہے، ہمیں صرف سمجھانے کا حکم ہے۔ بچوں کو پڑھانے کی پوری کوشش کرنی چاہئے، اگر نہیں پڑھ رہا تو والدین سے کہہ دیا جائے کہ اس کو اور کسی لائن میں لگا

دیا جائے۔ لیکن شفقت کو نہ چھوڑو! شفقت کا اختیار کرنا بہت ضروری ہے۔ آپ شفقت کا معاملہ کر کے تو دیکھئے! شفقت کے معاملے میں آدمی کو خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے بڑے خون کے گھونٹ پیئے، انبیاء کرام علیہم السلام کو مجنوں کہا جاتا تھا، پتھر برسائے جاتے تھے طرح طرح کی تکلیفیں انہیں کو دی جاتی تھیں۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ:

"فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ" (سورہ الاحقاف، آیت ۳۵)

ترجمہ: "غرض (اے پیغمبر!) تم اسی طرح صبر کیے جاؤ، جیسے اُولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں کچھ مال تقسیم فرمایا، انصار میں سے ایک شخص نے کہا: اللہ کی قسم! محمد نے اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا اِرادہ نہیں کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اس بات کی خبر دے دی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا لیکن پھر آپ خاموش ہو گئے اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے ان کو مجھ سے زیادہ تکلیفیں پہنچائی گئیں، لیکن اُنہوں نے صبر کیا (میں بھی صبر کرتا ہوں)۔ (صحیح البخاری، الأدب، باب من أخبر صاحبہ بما یقال فیہ، الرقم: ۶۰۵۹)

تو بھئی اس راستے کے اندر خون کے گھونٹ پینے پڑتے ہیں، خون کے گھونٹ پی کر بھی شفقت اور رحمت کا معاملہ فرمائیں گے تو میں آپ کو اس بات کا سو فیصد یقین دِلاتا ہوں کہ اللہ جل شانہٗ کی بے پناہ رحمتیں آپ پر برسیں گی اور آپ کی دُنیا و آخرت اِن شاء اللہ سنور جائے گی۔ (بشکریہ ماہنامہ البلاغ، محرم الحرام ۱۴۳۳ھ)

مولانا ابن الحسن عباسی مدظلہ کی نصیحتیں

حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب مدظلہ العالی (استاذِ حدیث جامعہ فاروقیہ) فرماتے ہیں: مسجد کا امام، مسجد سے تعلق رکھنے والے عام لوگوں اور اہلِ محلہ کا دینی پیشوا اور مربی ہوتا ہے۔ اس کی ذمہ داریوں میں صرف نماز پڑھانا ہی نہیں، بلکہ متعلقہ لوگوں کی دینی تربیت بھی داخل ہے، وہ اگر اپنی ذمہ داری محسوس کر کے پورے اخلاص اور مکمل منصوبہ بندی اور ایک جامع نظام تربیت کے ساتھ اہلِ محلہ کی دینی تربیت کا کام شروع کر دے تو اس کی محنت سے سارے محلے میں دینی انقلاب آسکتا ہے اور لوگوں کی زندگیاں بدل سکتی ہیں۔

O...اس تربیتی مہم میں جو اُمور بطورِ خاص شامل ہونے چاہئیں اور جو اِمام اور خطیب مسجد کی دینی محنت کو بار آور بنانے میں معاون بن سکتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ اہمیت "سلسلہ دروس" کو حاصل ہے۔

قرآن وحدیث کا درس اپنے اندر ایک انقلاب آفرین تاثیر رکھتا ہے اور اسی سے اُجڑی زندگیوں میں تعمیر کردار کے تابندہ نقوش اُبھر سکتے ہیں۔ ہفتہ کے ایام کو درس قرآن، درس حدیث اور فقہی مسائل میں تقسیم کر دیا جائے۔

مثلاً تین دن درسِ قرآن، دو دن درسِ حدیث اور ایک دن فقہی مسائل کے لئے رکھا جائے......اور پورے اہتمام اور تیاری کے ساتھ درس دیا جائے، عام فہم اُسلوب اور لوگوں کے مزاج وماحول کو سمجھ کر اندازِ گفتگو اختیار کیا جائے تو بڑی تیزی کے ساتھ اہلِ محلہ پر اس کے صالح آثار ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گے۔

البتہ اس بات کا خیال رہے کہ درس کا دورانیہ بہت زیادہ طویل ہونے کے بجائے مختصر ہو اور مقررہ وقت میں درس ختم کرنے کی پابندی کی جائے، مختصر وقت میں مرتب اور منظم گفتگو کی جائے تو اس کا اثر لمبے بیانات سے بسا اوقات زیادہ ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "مَا قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ وَأَلْهٰى"

(صحیح ابن حبان، ابن الزکاۃ، باب صدقۃ التطوع۔۔۸۰/۱۲۱، الرقم: ۳۳۲۹)

"کفایت کرنے والی کم گفتگو، مشغول کردینے والی لمبی گفتگو سے بہتر ہے۔"

O... جمعہ کے اجتماع کو بھی مؤثر بنانے کی بڑی ضرورت ہے، جمعہ کا اجتماع، مسلمانوں کی تاریخ کا ایک رُوح پرور اجتماع ہوتا تھا اور اس میں شریک ہو کر ہفتہ بھر کے لئے رُوحانی غذا مل جایا کرتی تھی۔

لیکن رفتہ رفتہ اس سے جان نکلتی رہی اور اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ عموماً امام صاحب خالی مسجد میں لمبی تقریر شروع کردیتے ہیں، گھنٹہ سوا گھنٹہ بیان ہوتا ہے، نمازیوں کی اکثریت کو بیان سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی بلکہ ایک بڑی تعداد تو تقریر ختم ہونے سے پہلے آتی نہیں اور جو لوگ آجاتے ہیں۔

وہ تقریر ختم ہونے کے منتظر ہوتے ہیں، اس کی بجائے اگر دس پندرہ منٹ مؤثر بیان ہو اور اس وقت ہو جب مسجد لوگوں سے بھر جائے تو زیادہ مفید ثابت ہوسکتا ہے، ہاں ایسے خطباء جنہیں لوگ شوق سے سنتے ہیں، ان کی بات اور ہے۔

O... محلے کی سطح پر اس تمام دینی محنت کے بارآور ہونے کے لئے ضروری ہے کہ امام مکمل استغناء کے ساتھ رہے، استغناء ہی ایک ایسا وصف ہے جو دنیا داروں میں علماء کا مقام بڑھاتا اور احترام لاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نے آکر پوچھا: "یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتلائیں جسے اختیار کرنے کے بعد اللہ بھی مجھ سے محبت کرنے لگے اور لوگ بھی مجھ سے محبت کریں۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”دنیا میں دل چسپی لینا چھوڑ دو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور لوگوں کے پاس موجود مال و دولت میں دلچسپی لینا چھوڑ دو لوگ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔“

(سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزھد فی الدنیا، الرقم: ۴۱۰۲)

بے غرض اور دنیاوی مفادات کی سطح سے بلند ہو کر دین کی جو محنت کی جائے، وہ بڑی جلد برگ و بار لاتی ہے۔ انبیاء کے اُصول دعوت میں قرآن کریم نے جگہ جگہ ”اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ“(سورۂ یونس: ۷۲) کہا ہے، ہر نبی نے دعوت کے ساتھ علی الاعلان کہا اس دعوت کے ساتھ ان کا کوئی دنیوی بدلہ اور مفاد وابستہ نہیں، یہ صرف اللہ کے لئے ہے اور وہی اس کا بدلہ دے گا...... اگر اس دینی محنت میں، محنت کرنے والے کے دل کا درد...... اس کے جگر کی تڑپ...... اور اس کی فکر کی دھڑکنیں بھی شامل ہوں تو مسجد کو اسلامی معاشرے میں اس کا کھویا ہوا مقام اور وہ مرکزیت دوبارہ حاصل ہو سکتی ہے، جہاں سے ہدایت کے چشمے پھوٹتے تھے اور علم و عمل کے وہ سپاہی تیار ہوتے تھے جن کی اذانوں کی گونج سے دنیا کے بت کدے آج تک لرز رہے ہیں۔

(بشکریہ ماہنامہ وفاق المدارس، رجب ۱۴۲۶ھ، اگست ۲۰۰۵ء)

خطبہ جمعہ...عیدین

ائمہ کرام کی سہولت کیلئے آئندہ صفحات میں جمعۃ المبارک...عیدالفطر عیدالاضحیٰ اور نکاح وعقیقہ کے خطبات دیئے جارہے ہیں۔شروع میں ایک اہم مضمون ''جمعہ کیسے پڑھائیں؟'' قابل مطالعہ ہے جس کی مدد سے آپ سے جمعہ ودیگر مواقع کیلئے بآسانی تقریر کی تیاری کرسکتے ہیں۔

جمعہ کیسے پڑھائیں؟

مساجد کی اکثریت ایسی ہے جس میں ائمہ کرام غیر عالم ہیں اور حفاظ کرام ہیں۔ ایسے ائمہ کے لئے تو بعض مساجد میں خطبہ جمعہ کے لئے عالم کو مقرر کر دیا جاتا ہے جو بیان خطبہ اور نماز خود پڑھا دیتے ہیں۔ بعض مساجد میں خطبہ جمعہ کے لئے عالم کا تقرر نہیں ہوتا لہٰذا نماز جمعہ بھی غیر عالم حافظ امام مسجد کو خود ہی پڑھانا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں بھی اکثر مساجد میں بیان وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ عربی خطبہ پڑھنے کے بعد نماز جمعہ ادا کر دی جاتی ہے۔ بعض مساجد میں حفاظ امام کو بھی بیان کرنا پڑتا ہے۔

ایسے حفاظ ائمہ کے لئے عام فہم آسان دینی کتب سے کوئی مضمون منتخب کر کے اجتماعی سنانے کا عمل سب سے زیادہ آسان اور مفید ہے اور کچھ نہیں تو ماہنامہ محاسنِ اسلام سے کسی مضمون کو انتخاب کر کے باآسانی سنایا جا سکتا ہے۔ بڑے بڑے خطیب حضرات اس دینی رسالہ کی مدد سے خطبہ جمعہ دیتے ہیں۔ منتخب مضمون کو دیکھ کر سنا دینا سب سے آسان اور عافیت بخش شکل ہے۔ ہمارے اکابر کی مجالس کی ایک صورت یہ بھی ہوتی تھی کہ مجلس میں کتاب سے مضمون سنا دیا جاتا اور حسب ضرورت تشریح و تفصیل بیان کر دی جاتی۔

اگر آپ عالم نہیں ہیں تو فی البدیہ بیان کرنے کی جسارت نہ کریں آپ کی زبان سے ذرا سی کمزور بات بھی عوام کے لئے فتنہ اور خود آپ کے لئے بڑی پریشانی کا سبب بن سکتی ہے۔ یہ بھی شیطانی دھوکہ ہوتا ہے کہ میں کتاب دیکھ کر سنا دوں تو اس میں میری حیثیت متاثر ہوتی ہے۔ بندہ خدا! اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس منصب اور عہدہ تک پہنچا دیا ہے اس کی ذمہ داریاں ہی کیا کم ہیں کہ آپ خود کو شعلہ بیان مقرر بھی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

آپ حافظ وقاری ہیں اور غیر عالم ہیں تو کوشش کیجئے کہ نمازِ جمعہ بغیر بیان وتقریر کے مقررہ وقت پر ادا ہو جائے۔ اگر انتظامیہ کی طرف سے تاکید ہو کہ نماز جمعہ سے پہلے بیان بھی ہو تو آپ بلا تکلف اکابر کے خطبات سے منتخب مضمون کتاب ہی سے دیکھ کر سنا دیں۔ اسی میں عافیت ہے ورنہ خطابت کا شوق آپ کو فتنوں سے دوچار کر سکتا ہے۔

اگر نمازِ جمعہ سے پہلے بیان کی ضرورت ہو تو یہ انتظامیہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیان جمعہ کے لئے کسی عالم کا بندوبست کریں۔ غیر عالم امام کے ذمہ جمعہ کا بیان ہونا ہی نہیں چاہیے۔ ماشاء اللہ بہت سی مساجد میں جن کے ائمہ غیر عالم ہیں وہاں بیان جمعہ کے لئے علماء مقرر ہوتے ہیں جو جمعہ کا بیان کرتے ہیں۔

اہل علم ائمہ کرام

اللہ تعالیٰ نے آپ کو علم سے آراستہ کیا ہے علم کی اس برکت اور خوشبو کو حکمت و بصیرت کے ساتھ دوسروں تک پہنچانا آپ کی دینی ذمہ داری ہے۔ اس دینی ذمہ داری کی ادائیگی کی ایک شکل جمعۃ المبارک کا خطبہ بھی ہے۔ آپ اپنی مسجد میں جمعہ کی نماز سے پہلے بیان فرماتے ہی ہوں گے اس سلسلہ میں پہلی بات یہ ہے کہ جمعہ کا بیان کس موضوع پر ہو؟ یہ ایسا کام ہے جو آپ نے عین جمعہ کے دن متعین نہیں کرنا بلکہ آنے والے جمعہ سے تقریباً 4 دن قبل آپ اسلامی و انگریزی تاریخوں کو دیکھ کر موضوع کا تعین کرلیں۔ رواں اسلامی ماہ میں آنے والے جمعوں کا موضوع بآسانی متعین کیا جاسکتا ہے مثلاً محرم الحرام میں سن ہجری کی اہمیت، شہادت حسین رضی اللہ عنہ، فضیلت جہاد وغیرہ پر خطبہ جمعہ ترتیب دیا جاسکتا ہے۔ صفر المظفر میں توہمات، چھوت وشگون کی مذمت اور دیگر اسلامی موضوعات پر بیان کیا جاسکتا ہے۔

ربیع الاوّل میں تو سیرت طیبہ ہی کا بیان ہوگا۔ اس میں ختم نبوت پر بھی مستقل جمعہ ہونا چاہیے۔ رجب میں رجب کے کونڈوں اور دیگر بدعات کو ایسے طریقے میں

بیان کیا جائے کہ لوگ سنت کے قریب ہوں اور سنت کی روشنی پھیلے۔اسی طرح رجب میں معراج شریف اور اس کی مناسبت سے نماز کی فضیلت وغیرہ پر خطبہ جمعہ دیا جاسکتا ہے۔ ماہ رمضان تو سراپا خیر ہے۔ جس میں تینوں عشروں کے مطابق موضوعات کو ترتیب دیا جاسکتا ہے۔شوال المکرّم میں سیرتِ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، جنگِ اُحد جیسے عنوانات پر بیان کیا جاسکتا ہے۔

اور اسی ماہ میں حج کی فضیلت و فرضیت کے متعلق بھی ایک جمعہ رکھنا چاہئے کہ شوال شروع ہوتے ہی گویا موسم حج شروع ہوجاتا ہے۔ماہِ ذیقعدہ میں سیرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فضائلِ حج بیان کئے جاسکتے ہیں۔ اسلامی سال کے آخری ماہ ذوالحجہ میں حرمین شریفین کے فضائل۔قربانی کی فضیلت و اہمیت۔شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ جیسے اہم موضوعات پر بیان کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح آپ عیسوی کیلنڈر کو دیکھ کر اور اہم موضوعات کا بھی انتخاب کر سکتے ہیں مثلاً فروری میں ویلنٹائن ڈے، اپریل میں اپریل فول، اگست میں قیام پاکستان، ہجرت اور نعمتِ پاکستان، ستمبر میں دفاعِ پاکستان، ختم نبوت کے لئے قومی اسمبلی میں بل کی منظوری، دسمبر کے آخر میں ہیپی نیو ایئر وغیرہ جیسے موضوعات پر خطبہ جمعہ دیا جاسکتا ہے۔

موضوع کے انتخاب کے بعد متعلقہ معلومات کے لئے اکابر کی مستند اسلامی کتب اور خطبات کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔اس سلسلہ میں شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کے ”اصلاحی خطبات“ ماشاء اللہ کافی اور جامع ہیں۔

نیز ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان کی مطبوعہ کتب کا ایک حصہ ان خطبات پر مشتمل ہے جو اہل علم اور خطباء و واعظین کے لئے نعمتِ عظمیٰ ہے۔ ان میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خطبات و ملفوظات کے علاوہ خطباتِ قرآن، خطبات سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبات نماز، خطبات عارفی، خطبات مسیح الامت رحمہ اللہ ،خطبات حضرت جی مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ، خطبات شعبان و رمضان،

خطبات جمعہ، خطبات احتشام، خطبات خواتین اوران کے علاوہ سینکڑوں اصلاحی کتب ہیں جن کے مطالعہ سے خطبہ جمعہ کو مرتب کیا جاسکتا ہے۔

متعلقہ موضوع پر اہم معلومات نکات و واقعات کو نوٹ کرلیں پھران کو ترتیب دے لیں۔اگر آپ مبتدی خطیب ہیں تو بہتر ہے کہ آپ جمعہ کے دن 9 بجے مسجد میں جا کر محراب پر بیٹھ جائیں اوراپنی مکمل تقریر کو دُہرالیں اس کا فائدہ آپ کو کھلی آنکھوں نظر آجائے گا۔اپنے نکات والی پرچی ہاتھ میں بھی رکھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔اس طرح کی مشق آپ کو اچھا خطیب بنادے گی۔

بیان کا دورانیہ اگر دس منٹ بھی ہو تو اگر آپ نے اچھے طریقے سے تیاری کی ہوئی ہے تو یہ دس منٹ بھی آپ کے لئے بہت ہیں۔اس لئے جمعہ کے بیان کو تاریخی ضرورت اور عوام الناس کی دینی ضرورت اوران کے مزاج و مذاق کے مطابق ترتیب دیں اور ہر موقع پر حکمت و بصیرت کا خیال رکھیں۔

جذباتی بیان وقتی طور پر تو بڑا مسحور کن دکھائی دیتا ہے لیکن عملی زندگی میں اس کا فائدہ نہیں ہوتا۔اس لئے مکمل اطمینان اور تیاری کے ساتھ خطبہ جمعہ تیار کریں۔اپنے اِرد گرد اہل علم اور خطباء اور بزرگانِ دین سے مشاورت رکھیں یہ آپ کو بہت سی پریشانیوں اور فتنوں سے بچانے میں معاون ثابت ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔آمین

پہلا خطبہ جمعہ

حضرت قاری رحیم بخش پانی پتی رحمہ اللہ جمعہ کے روز یہ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ عَلِیِّ الذَّاتِ عَظِیْمِ الصِّفَاتِ سَمِیِّ السِّمَاتِ کَبِیْرِ الشَّانِ جَلِیْلِ الْقَدْرِ رَفِیْعِ الذِّکْرِ مُطَاعِ الْاَمْرِ جَلِیِّ الْبُرْھَانِ فَخِیْمِ الْاِسْمِ غَزِیْرِ الْعِلْمِ وَسِیْعِ الْحِلْمِ کَثِیْرِ الْغُفْرَانِ جَمِیْلِ الثَّنَآءِ جَزِیْلِ الْعَطَآءِ مُجِیْبِ الدُّعَآءِ عَمِیْمِ الْاِحْسَانِ سَرِیْعِ الْحِسَابِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ اَلِیْمِ الْعَذَابِ عَزِیْزِ السُّلْطَانِ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ فِی الْخَلْقِ وَالْاَمْرِ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہُ الْمَبْعُوْثُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَالْاَحْمَرِ اَلْمَنْعُوْتُ بِشَرْحِ الصَّدْرِ وَرَفْعِ الذِّکْرِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَآءِ وَخَیْرُ الْخَلَآئِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَیَا اَیُّھَا النَّاسُ وَحِّدُوا اللّٰہَ فَاِنَّ التَّوْحِیْدَ رَأْسُ الطَّاعَاتِ وَاتَّقُوا اللّٰہَ فَاِنَّ التَّقْوٰی مِلَاکُ الْحَسَنَاتِ وَعَلَیْکُمْ بِالسُّنَّۃِ فَاِنَّ السُّنَّۃَ تَھْدِیْ اِلَی الْاِطَاعَۃِ وَمَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَاھْتَدٰی وَاِیَّاکُمْ وَالْبِدْعَۃَ فَاِنَّ الْبِدْعَۃَ تَھْدِیْ اِلَی الْمَعْصِیَۃِ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ وَغَوٰی وَعَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ یُنْجِیْ وَالْکِذْبَ یُھْلِکُ وَعَلَیْکُمْ بِالْاِحْسَانِ فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ وَلَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ فَاِنَّہٗ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

وَلَا تُحِبُّوا الدُّنْيَا فَتَكُونُوا مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اَلاَ وَاِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَجْمِلُوْا فِى الطَّلَبِ وَتَوَكَّلُوْا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ وَادْعُوْهُ فَاِنَّ رَبَّكُمْ مُجِيْبُ الدَّاعِيْنَ وَاسْتَغْفِرُوْهُ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ اَقُوْلُ قَوْلِىْ هٰذَا وَاَسْتَغْفِرُاللّٰهَ لِىْ وَلَكُمْ وَلِسَآئِرِ الْمُسْلِمِيْنَ فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهٗ هُوَالْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ فِى الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَنَفَعَنَا وَاِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ اِنَّهٗ تَعَالٰى جَوَادٌ وَّهَّابٌ قَدِيْمٌ كَرِيْمٌ مَّلِكٌ بَرٌّرَّءُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

دوسرا خطبہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَامُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَاهَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَسَنَدَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدً اعَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لِلنَّجَاةِ وَسِيْلَةً وَّلِعُلُوِّالدَّرَجَاتِ كَفِيْلَةً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَآءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَآءً اَللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُفَرِّجُ بِهَا الْكُرَبُ وَتُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ خُصُوْصًا عَلٰى خَيْرِ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِيَآءِ بِالتَّحْقِيْقِ قَاتِلِ الْكَفَرَةِ وَالزَّنَادِيْقِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامِ الْمُسْلِمِيْنَ سَيِّدِنَا اَبِىْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَلٰى مُزَيِّنِ الْمِنْبَرِ وَالْمِحْرَابِ اَلَّذِىْ كَانَ رَاْيُهٗ مُوَافِقًا بِالْحَقِّ وَالْكِتَابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامِ الْمُسْلِمِيْنَ سَيِّدِنَا عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَلٰى كَامِلِ الْحَيَآءِ وَالْاِيْمَانِ اَلَّذِىْ جَمَعَ فِىْ زَمَانِهِ الْقُرْاٰنَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامِ الْمُسْلِمِيْنَ سَيِّدِنَا عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَعَلٰى مَظْهَرِ الْعَجَآئِبِ وَالْغَرَآئِبِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامِ الْمُسْلِمِيْنَ سَيِّدِنَا عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ كَرَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَجْهَهٗ وَعَلَى الْاِمَامَيْنِ الْهُمَامَيْنِ السَّعِيْدَيْنِ الشَّهِيْدَيْنِ اَبِىْ مُحَمَّدِنِ الْحَسَنِ وَاَبِىْ عَبْدِاللّٰهِ الْحُسَيْنِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعَلٰى اُمِّهِمَا سَيِّدَةِ النِّسَآءِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَآءِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا وَعَلٰى عَمَّيْهِ الشَّرِيْفَيْنِ الْمُطَهَّرَيْنِ مِنَ الْاَدْنَاسِ اَبِىْ عُمَارَةَ الْحَمْزَةِ وَاَبِى الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا وَعَلَى السِّتَّةِ الْبَاقِيَةِ مِنَ الْعَشَرَةِ الْمُبَشَّرَةِ وَسَائِرِ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالتَّابِعِيْنَ الْاَبْرَارِ الْاَخْيَارِ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارِ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ اَللّٰهُمَّ اَيِّدِالْاِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِيْنَ بِالْاِمَامِ الْعَادِلِ وَالْخَيْرِ وَالطَّاعَاتِ وَاتِّبَاعِ سُنَنِ سَيِّدِ الْمَوْجُوْدَاتِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ اَلْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّكَ سَمِيْعٌ قَرِيْبٌ مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ

مَنْ نَّصَرَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ تَعَادَلُوْا عِبَادَ اللّٰهِ رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ اُذْكُرُوا اللّٰهَ الْعَظِيْمَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يَسْتَجِبْ لَكُمْ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَاَوْلٰى وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَتَمُّ وَاَهَمُّ وَاَكْبَرُ.

خطبہ عید الفطر

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمُنْعِمِ الْمُحْسِنِ الدَّيَّانِ. ذِی الْفَضْلِ وَالْجُوْدِ وَالْاِحْسَانِ. ذِی الْكَرَمِ وَالْمَغْفِرَةِ وَالْاِمْتِنَانِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ حِيْنَ شَاعَ الْكُفْرُ فِی الْبُلْدَانِ. صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مَالَمَعَ الْقَمَرَانِ وَتَعَاقَبَ الْمَلَوَانِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ لِّلّٰهِ عَلَيْكُمْ فِيْهِ عَوَآئِدُ الْاِحْسَانِ. وَرَجَآءِ نَيْلِ الدَّرَجَاتِ وَالْعَفْوِ وَالْغُفْرَانِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ قَوْمٍ عِيْدًا وَّهٰذَا عِيْدُنَا. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِیْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى

بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَقَالَ يَامَلٰٓئِكَتِيْ مَاجَزَآءُ اَجِيْرٍ وَّفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآءُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرُهٗ قَالَ مَلٰٓئِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَاِمَآئِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَآءِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكَرَمِيْ وَعُلُوِّيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَهٰذَا الَّذِيْ ذُكِرَ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ كَانَ فَضْلُهٗ وَاَمَّا اَحْكَامُهٗ مِنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَالصَّلٰوةِ وَالْخُطْبَةِ قَدْ كَتَبْنَا هَا فِي الْخُطْبَةِ الَّتِيْ قَبْلَهٗ. نَعَمْ بَقِيَتِ الْمَسْئَلَتَانِ. فَنَذْكُرُهُمَا الْاٰنَ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَلْاَوَّلُ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ. اَلثَّانِيَةُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ بَيْنَ اَضْعَافِ الْخُطْبَةِ يُكْثِرُ التَّكْبِيْرَ فِيْ خُطْبَةِ الْعِيْدَيْنِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى. وَذَكَرَاسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى.

خطبہ عیدالاضحٰی

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ لِكُلِّ اُمَّةٍ مَّنْسَكًا لِّيَذْكُرُوااسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ وَعَلَّمَ التَّوْحِيْدَ وَاَمَرَ بِالْاِسْلَامِ. اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا

عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهُ الَّذِیْ هَدَانَا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ. اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ قَامُوْا بِاِقَامَةِ الْاَحْکَامِ. وَبَذَلُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَالَهُمْ مِنْ کِرَامٍ. وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا. اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ یَوْمَکُمْ هٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ شَرَعَ لَکُمْ مَّافِیْهِ مَعَ اَعْمَالٍ اُخَرَ قَدْ سَبَقَتْ فِی الْخُطْبَةِ قَبْلَ هٰذَا الْعَشْرِ ذَبْحُ الْاُضْحِیَّةِ. بِالْاِخْلَاصِ وَصِدْقِ النِّیَّةِ. وَبَیَّنَ نَبِیُّهٗ وَصَفِیُّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وُجُوْبَهَا وَفَضَآئِلَهَا. وَدَوَّنَ عُلَمَآءُ اُمَّتِهٖ مِنْ سُنَنِهٖ فِیْ کُتُبِ الْفِقْهِ مَسَآئِلَهَا. اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. فَقَدْ قَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَاعَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمِ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَاِنَّهٗ لَیَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَاَظْلَافِهَا وَاِنَّ الدَّامَ لَیَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَکَانٍ قَبْلَ اَنْ یَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِیْبُوْا بِهَا نَفْسًا. اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَاهٰذِهِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّةُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْهَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ. اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّجَدَ سَعَةً لِّاَنْ یُّضَحِّیَ فَلَمْ یُضَحِّ فَلَا یَحْضُرُ مُصَلَّانَا. اَللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ اَللّٰهُ اَکْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ. وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ الْاَضَاحِیُّ یَوْمَانِ بَعْدَ یَوْمِ الْاَضْحٰی. وَعَنْ عَلِیٍّ مِّثْلُهٗ وَهٰذَا بَعْضٌ مِّنَ الْفَضَآئِلِ. وَتَعَلَّمُوْا مِنَ

اَلْعُلَمَآءِ الْمَسَآئِلَ. اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَادِمَآءُ ھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ کَذٰلِکَ سَخَّرَھَا لَکُمْ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَاھَدٰکُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ.

خطبہ نکاح

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَاتَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ. یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآئً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَ لُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلَیْکُمْ رَقِیْبًا. یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا. یُّصْلِحْ لَکُمْ اَعْمَالَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْط وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَفَوْزًا عَظِیْمًا.

دُعائے عقیقہ

اَللّٰھُمَّ ھٰذِہٖ عَقِیْقَۃُ (اس جگہ بچہ کا نام لے) دَمُھَابِدَمِہٖ وَلَحْمُھَا بِلَحْمِہٖ وَعَظْمُھَا بِعَظْمِہٖ وَجِلْدُھَا بِجِلْدِہٖ وَشَعْرُھَا بِشَعْرِہٖ (اوراگر لڑکی ہے تو) بِدَمِھَا اور بِلَحْمِھَا اور بِعَظْمِھَا اور بِجِلْدِھَا اور بِشَعْرِھَا کہے اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ. اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَہٗ ط وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَلَکَ پھر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ذبح کرے۔

دینی مسائل معلوم کرنے کیلئے

مفتیان کرام کے نام اور نمبرز

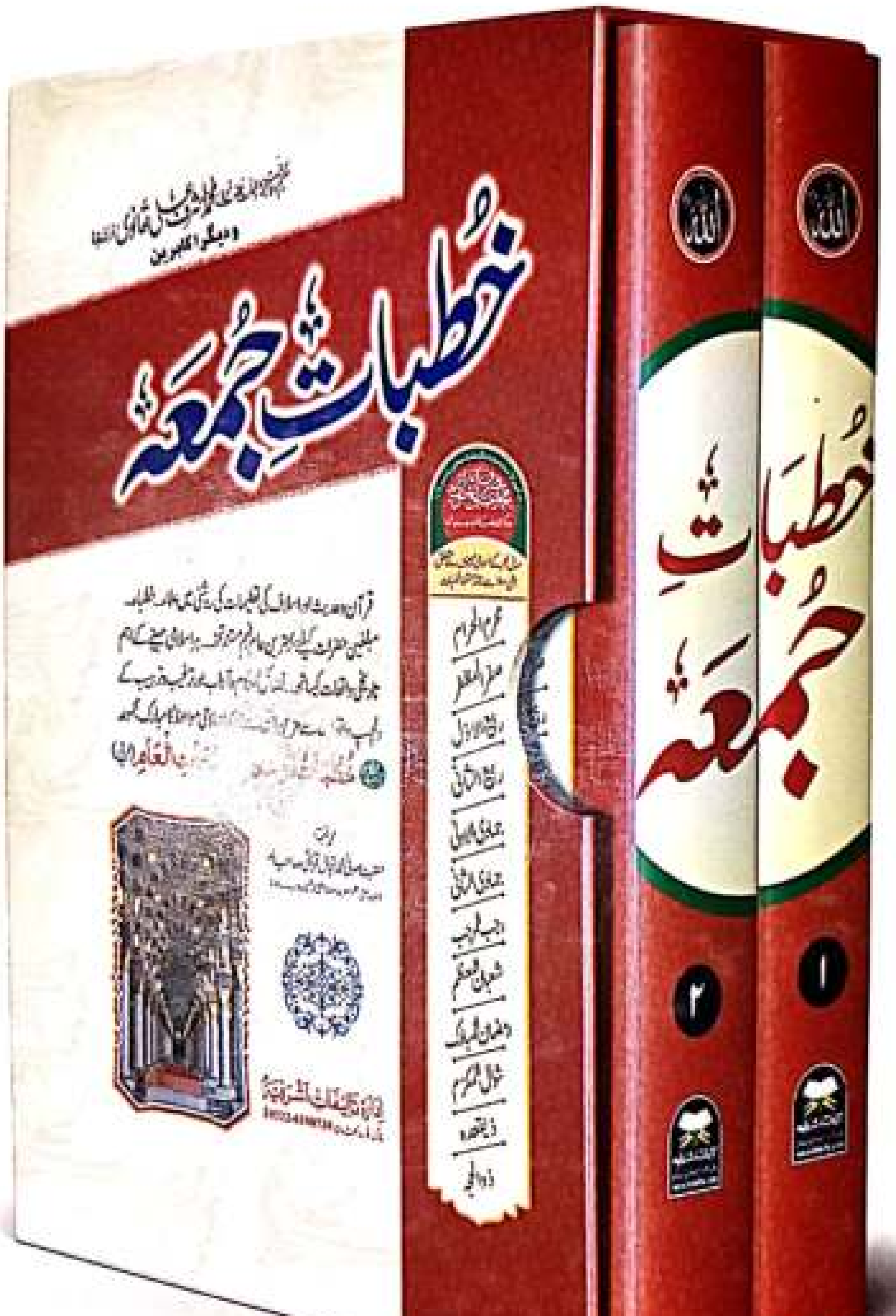
مفتی محمد یوسف افشانی صاحب مدظلہ	0333-2214690
مفتی شیر محمد صاحب مدظلہ (جامعہ اشرفیہ لاہور)	0300-9432167
مولانا مفتی عبدالباری صاحب مدظلہ	0333-2369460
مفتی سمیع اللہ صاحب مدظلہ	0300-3500337
مفتی احمد خان صاحب مدظلہ	0300-2485938
مولانا مفتی عبدالحکیم صاحب مدظلہ (جامعہ خیر المدارس ملتان)	0300-7315907
مولانا مفتی عبدالرؤف رحیمی مدظلہ (جامعہ عربیہ محمدیہ نواب شاہ)	0301-3818440
حضرت مولانا محمد ازہر صاحب مدظلہ (جامعہ خیر المدارس ملتان)	0333-1669199
حضرت مولانا مفتی محمد ابراہیم صاحب صادق آبادی مدظلہ	0334-7282766
مولانا مفتی محمد طیب صاحب مدظلہ (جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد)	0300-8667811
حضرت مولانا مفتی محمد صاحب مدظلہ (جامعہ الرشید کراچی)	0321-2000331
مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہ (جامعہ حقانیہ ساہیوال)	0300-6033237

نوٹ: تفصیلی گفتگو کیلئے پیشگی فرصت کا وقت معلوم کر لیں۔ وقت کی پابندی لازم ہے۔
عالم اسلام کے مشاہیر مدارس اور جامعات کی ویب سائٹس کا وزٹ کر کے دینی احکام... مسائل... خواب کی تعبیر..... اصلاحی مشورہ..... جیسی خدمات لی جاسکتی ہیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ



Urdu Digital Library
اردو ڈیجیٹل لائبریری
اس پلیٹ فارم سے جاری ہونے والی تمام کتابیں صرف مطالعہ اور تحقیقی مقاصد کیلئے پیش کی جاتی ہیں۔
اردو ڈیجیٹل لائبریری کے واٹس ایپ اور ٹیلیگرام چینل میں شامل ہو کر بہترین کتب سے لطف اندوز ہوں۔
/urduDigitalLibrary
+92-336 300 2000
مطالعہ کتب کیلئے کتاب / مصنف کا نام لکھ کر واٹس ایپ کریں۔
ان کتب کو تجارتی مقاصد کیلئے استعمال کرنا شرعی، اخلاقی اور قانونی طور پر جرم ہے۔
مصنفین اور ناشرین کا بنیادی حق ہے کہ کتب خرید کر استعمال کی جائیں۔
Urdu Digital Library


خطباتِ جمعہ
خطباتِ جمعہ
۱
۲